



سپنوں کی موت

کھمان کھون کھائی
اردو ترجمہ: حمید چہلمی

مشعل بکس

آر بی۔ ۵، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن
لاہور۔ 54600، پاکستان

سپنوں کی موت

کھمان کھون کھائی

اردو ترجمہ: حمید چہلمی

کاپی رائٹ (c) اردو۔ 2003 مشعل بکس

کاپی رائٹ (c) کھمان کھون کھائی

ناشر: مشعل بکس

آر بی 5، سیکنڈ فلور

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن

لاہور۔ 54600، پاکستان

فون فیکس 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

مشعل بکس

آر بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن

لاہور۔ 54600، پاکستان

پیش لفظ

عجیب بات ہے کہ تھائی لینڈ میں فلم پہلے آئی اور ناول بعد میں۔ غیر ملکی فلمیں اس ملک میں آنا شروع ہوئیں تو ان کی کہانیاں کتابی شکل میں شائع کی جانے لگیں۔ یہ کتابیں اتنی مقبول ہوئیں کہ اسی طرح کی طبع زاد کہانیاں لکھنے کا رواج پڑے گا۔ ان کہانیوں کا انداز بھی فلمی ہی ہوتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس ملک میں فلم سے پہلے کہانیاں کہنے سننے کا رواج نہیں تھا۔ دیومالائی کہانیاں سنائی جاتی تھیں اور منظوم داستانیں صدیوں سے چلی آ رہی تھیں۔ چونکہ تھائی لینڈ جس کا قدیم نام سیام تھا قدیم ہندوستانی تہذیب کا ہی ایک حصہ تھا اس لیے اس کی دیومالائی کہانیاں بھی وہی تھیں جو قدیم ہندوستان کی تھیں لیکن مغربی طرز کے ناول لکھنے کا رواج بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں پیدا ہوا۔ تھائی ادب پر فلموں کا اثر کتنا ہے اس کا اندازہ زیر نظر ناول سے ہی ہو سکتا ہے۔ یہ ناول پہلے فلم اسکرپٹ کی شکل میں لکھا گیا تھا۔ اس پر ایک نوجوان فلسفہ سوری تھیم نے فلم بنائی تھی جو 1978ء میں ریلیز ہوئی۔ اس فلم کو بہت پسند کیا گیا۔ فلم کے بعد یہ ناول کتابی شکل میں شائع کیا گیا تو وہ بھی بہت مقبول ہوا۔ تھائی زبان میں اس ناول کا نام ”کھرو بانوک ہے۔ جس کا لفظی مطلب ہے ”دیہاتی سکول ٹیچر“

ناول بظاہر تو ایک ایسے سکول ٹیچر کی زندگی کی داستان ہے جو بے غرضی اور جان نثاری کے ساتھ ایک گاؤں کے بچوں کو پڑھاتا ہے۔ اس گاؤں میں سکول اور لائبریری کی عمارت تعمیر کرانے کیلئے اپنا تن من دھن لگا دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ناول تھائی لینڈ کی معیشت

اور معاشرت کی کہانی بھی ہے۔ ناول نگار نے جس گہرائی میں جا کر تھائی لینڈ کی دیہاتی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے اس سے اس ملک کے دیہات وہاں کے باشندوں اور ان سے باہمی رشتوں کی سچی تصویر ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ تھائی زبان میں استاد کو کھرد کہا جاتا ہے۔ یہ وہی کھرد ہے جو ہماری زبان میں گرو ہے۔ گرو صرف استاد نہیں ہوتا اس کے ساتھ سماجی اور مذہبی رشتہ بھی وابستہ ہوتا ہے اور صرف سکول میں پڑھاتا ہی نہیں عام زندگی کے روزمرہ معاملات میں رہنمائی بھی کرتا ہے۔ ناول کا گرو پیا بھی یہی کام کرتا ہے۔ وہ ہر جگہ موجود ہوتا ہے اور ہر شخص کے کام آتا ہے۔

پاکستان کی طرح تھائی لینڈ میں ٹبر مافیا موجود ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دولت کمانے کیلئے جنگل کے جنگل صاف کر دیئے ہیں۔ اس طرح وہ صرف قدرتی ماحول کو ہی نقصان نہیں پہنچا رہے ہیں بلکہ پورے ملک کو اس کی قدرتی دولت سے محروم کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں با اثر تاجروں اور ٹھیکیداروں کے ساتھ سیاستدان بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ اتنے طاقتور ہیں کہ ایک عام سکول ٹیچران کا مقابلہ کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا اور پیا کی یہی غلطی ہے کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ وہ ان کے کروت عوام کے سامنے لانے کی ہمت کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے کہ جو ہم تیسری دنیا کے ترقی پذیر ملکوں میں ہر روز دیکھتے رہتے ہیں۔

ناول نگار

ناول نگار کا اصل نام سو پونگ پلاسون ہے۔ کھمان کھون کھائی ان کا قلمی نام ہے۔ وہ مارچ 1938 میں شمالی تھائی لینڈ کے ایک گاؤں کربون رچا تھائی میں ایک کسان کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں شہر سے بہت دور ہے۔ اس کے باشندے دھان کی کاشت کرتے ہیں یا ماہی گیری کر کے اور مویشی پال کر گزارہ کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی کاشت کرتے ہیں یا جتنی مچھلیاں پکڑتے ہیں وہ صرف اپنے خاندان کیلئے ہی ہوتی ہیں۔

سو پونگ نے چار سال گاؤں کے سکول میں تعلیم حاصل کی پھر وہ اوبون رچا تھائی شہر کے سینڈری سکول میں چلے گئے۔ وہاں چار سال کی تعلیم کے بعد انہوں نے بینکاک میں ٹیچرز ٹریننگ سکول سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔

1959ء میں وہ اپنے آبائی گاؤں کے قریب ایک گاؤں کے پرائمری سکول میں استاد مقرر ہوئے۔ زیر نظر ناول کے بہت سے واقعات اسی زمانے کے تجربات پر مبنی ہیں۔ وہاں انہوں نے پانچ سال پڑھایا۔ اس کے بعد 1966ء میں انہوں نے بی ایڈ کیا۔ کچھ عرصے بعد وہ محکمہ تعلیم میں سپروائزر مقرر ہو گئے۔ دو سال بعد وہ سکالر شپ پر امریکہ چلے گئے اور 1969ء میں کولوریڈو یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ 1977ء میں وہ وزارت تعلیم میں چلے گئے۔ ان کا آخری عہدہ ڈپٹی سیکرٹری ٹیچرز کنسل تھا۔ لینڈ تھا۔ 1998ء میں وہ ریٹائر ہو گئے۔ آج کل وہ وزارت تعلیم میں مشیر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

انہوں نے 1959ء میں افسانے لکھنا شروع کئے۔ ان کا موضوع عام طور پر تعلیم ہی تھا۔ ان کی پہلی کتاب 1976ء میں چھپی۔ اب تک ان کی 30 کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ 1976ء اور 1980ء میں وہ نیشنل بک ڈیولپمنٹ سے تین انعام حاصل کر چکے ہیں۔ اس ناول کا ترجمہ جاپانی زبان میں بھی ہو چکا ہے۔

اپنے قلمی نام کے بارے میں وہ بتاتے ہیں کہ تھائی لینڈ اور لاؤس میں بہت سے لوگ اپنے نام کا پہلا حصہ ”کھام“ رکھتے ہیں جس کا مطلب ہے سونا، مان کا مطلب ہے خوش قسمت ”کھون“ کا مطلب ہے انسان یا لوگ اور ”کھائی“ اچھا، یہ سب مل کر ایک سونے جیسے قیمتی خوش قسمت انسان کا نام بن جاتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنا قلمی نام 1970ء میں رکھا تھا اور اسی نام سے وہ لکھ رہے ہیں لیکن لوگ انہیں سوپوگ پلاسون اور کھمان کھون کھائی دونوں ناموں سے پکارتے ہیں۔

حمید جہلمی لاہور

باب 1

ٹیچرز ٹریننگ کالج سے تربیت پا کر نکلنے والوں نے جشن کا اہتمام کیا۔ بڑی دھوم دھام تھی، مردوں اور عورتوں نے بھڑکیے اور شوخ رنگ لباس پہن رکھے تھے۔ قہقروں کی تیز روشنی نے چکاچوند کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ سبھی ناؤ نوش میں مصروف تھے۔ گیت گائے جا رہے تھے، فضا خوشبوؤں سے مہک رہی تھی، تیز دھنوں پر رقص ہو رہا تھا، نوجوان تھرک رہے تھے، یہ سبھی مستقبل کے معلم تھے۔ اس محفل رقص و سرور میں پیانا نام کا ایک نوجوان بھی شامل تھا۔ اس نے ڈپلوما حاصل کیا تھا۔ وہ اس پر قانع تھا۔ اگلے درجوں میں پہنچنے کی اسے کوئی خواہش نہیں تھی۔ اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا تھا جتنی کچھ تربیت حاصل کر چکا ہے، روٹی کما کھانے کیلئے کافی ہے، اس کے کئی ساتھیوں نے مزید تربیت پانے کا فیصلہ کر رکھا تھا اور دوسرے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جانے کی تیاری کرنے لگے تھے۔ پیانا اس رات پنا ہونے والے جشن شادمانی میں پہلی بار شریک ہوا تھا، کسی نے تربیت مکمل کی تھی یا نہیں، سبھی شاداں و فرحاں تھے، موسیقی کی لے اور ذہن پر تھرکتے اور مچلتے، دھوم مچا رہے تھے جو تھک جاتے، الگ ہو کر بیٹھ جاتے اور دوسروں کو رقصاں دیکھ کر خوش ہوتے۔ پیانا بھی انہی میں شامل تھا۔ وہ اکتا گیا تو ہال سے باہر نکل گیا، باہر کی فضا پرسکون تھی، ہوا میں خنکی تھی، وہ پاس ہی کی ایک دوسری عمارت کی طرف بڑھنے لگا، اسے بھی طرح طرح کی روشنیوں سے سجایا گیا تھا، ادھر ادھر تاریک گوشوں میں کئی جوڑے مصروف راز و نیاز تھے، اس عمارت میں فنون اور دستکاریوں کی نمائش لگی ہوئی تھی۔ پیانا یہ نمائش دیکھنے روز آتا جس ثقافتی مجلس نے اس کا اہتمام کیا تھا۔ پیانا اس کا رکن تھا۔ اس دن جیسے ہی وہ دروازے میں داخل ہوا۔ نمائش کے مہتمم نے اس کا خیر مقدم کیا اور پوچھا کہ وہ محفل رقص و سرور سے اتنی جلدی کیوں نکل آیا۔ اس نے کہا کہ جشن تو شاندار تھا لیکن وہ بلند آہنگ موسیقی

اور ہاؤ ہو سے قدرے اکتا گیا تھا، اسے سکون چاہئے تھا۔ اس لیے نمائش گاہ میں آ گیا، وہ کچھ دیر کے بعد ٹحلی منزل میں چلا گیا۔ اس نے سگریٹ سلگایا اور زور زور سے کش لینے لگا۔

شمال مشرقی علاقے کے فنون کی نمائش پر پیا بہت نازاں تھا۔ اس نے اس کے انعقاد اور تنظیم نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔ یہاں علاقے کی پیداوار چاول، گندم، مچھلی، انواع و اقسام کے پھل بھی رکھے گئے تھے۔ کڑھائی کا سامان، منقش گاؤں کی خوبصورت چادریں، زنانہ ملبوسات، صراحیاں، ٹوکریاں، موسیقی کے آلات، چوٹی گھنٹیاں اور کھڑتالیں بھی تھیں، پیا پہلے بھی کئی بار یہ سب کچھ دیکھ چکا تھا، لیکن آج پھر دیکھنے لگا۔ وہ ایک بڑی سی تصویر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ یہ تصویر بڑے دروازے کے سامنے کی دیوار پر آویزاں تھی۔ یہ ایک بوڑھی خاتون کی تصویر تھی جس نے سیاہ دھاری دار سکرٹ پہن رکھا تھا، کندھوں پر پتلا سا دوپٹہ تھا، وہ کوہے پر ایک چھوٹا سا بچہ اٹھائے ہوئے تھی۔ اس کا بایاں بازو بچے کو سہارا دینے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے دائیں کندھے پر ایک بھیگی اٹھا رکھی تھی، جس کے دونوں سروں پر گندھی ہوئی ٹوکریاں انک رہی تھیں، ان میں سے ایک میں چاول اور دوسری میں تہہ کیا ہوا جال تھا۔ ان دونوں چیزوں کے وزن کا اندازہ اس بانس کے جھکاؤ سے بخوبی کیا جاسکتا تھا۔ خاتون کے چہرے کے تاثرات سے صاف عیاں تھا کہ اسے کہیں جانے کی عجلت ہے۔ اس کے ماتھے پر پسینہ نمایاں تھا اور وہ تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

لیکن اس کی کالی آنکھوں کی چمک سے اس کے پر عزم ہونے کا پتہ چلتا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک لڑکا چلا آ رہا تھا جس کے کندھے پر مچھلی پکڑنے کے کانٹے دھرے تھے۔ وہ دھان پان تھا۔ اس کا پیٹ پیچھے کی جانب پکچکا ہوا تھا لیکن خوش و خرم تھا۔ پس منظر میں چاول کے ہرے بھرے کھیت دور تک چلے گئے تھے۔ درخت بھی تھے لیکن خزاں زدہ، ان کے تنوں پر سے چھال چھل گئی تھی اور شاخوں پر سے پتے جھڑ گئے تھے۔

پیا کی آنکھیں، تصویر میں دکھائی دینے والی خاتون اور اس کے پیچھے آنے والے بچے کی آنکھوں پر جم گئی تھیں۔ اس نے ان کی متانت اور ان کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر منتقل ہوتے محسوس کیا۔ اسے اپنا گاؤں یاد آیا جو اس کا مولد تھا اور جہاں سے اسے نکلے کئی برس ہو گئے تھے۔ اسبلی ہال سے رقص اور موسیقی کی آوازیں مدھم ہوتی ہوئی کہیں کھو گئیں۔ ان کی جگہ نرم اور

دھیمے سروں نے اس کے رگ و پے میں سرایت کر لی۔ اس لمحے اسے اس سوال کا جواب مل گیا جو کئی دنوں سے اس کے ذہن پر سوار تھا 'فارغ التحصیل ہونے کے بعد کیا وہ بینک میں ہی کام کرے یا اپنے آبائی گاؤں میں واپس چلا جائے؟ اسے واپس اسران جانا اور وہاں درس و تدریس کرنی چاہئے۔

پیا اس رات 9 بجے کے قریب اپنی رہائش گاہ پر واپس آیا۔ وہ راہبوں کے مکانوں کے قریب سے گزرا تو سب آوازیں خاموشی میں ڈھل گئیں، وہ سڑک پر درختوں کے جھنڈ میں سے نکلتا آگے بڑھتا گیا، وہ کئی برس سے اس راستے پر آ جا رہا تھا، گاؤں میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد شہر چلا آیا تھا، یہ جگہ بھی اس کے گاؤں کی طرح ٹھنڈی اور پرسکون تھی، اس کے گاؤں کا ایک شخص تھٹ فوما بھی یہی رہتا تھا، پیا اسے چچا کہہ کر مخاطب کرنے لگا۔ تھٹ فوما کو معے حل کرنے کا چکا تھا۔

اس نے پیا سے پوچھا کہ وہ قص و سرود کی محفل سے اتنی جلدی کیوں واپس چلا آیا۔ معے پر نظریں گاڑے کہنے لگا کہ اس دفعہ بھی معے میں ایک غلطی کر گیا، وہ رکشا چلاتا تھا۔ جتنا کچھ کماتا معے میں خرچ کر ڈالتا۔ اسے شکایت تھی کہ اس کی قسمت یادری نہیں کر رہی۔ اس نے ہمت پھر بھی نہیں ہاری۔ اسے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ صحیح معہ حل کرے گا اور یوں اس کی بگڑی بن جائے گی۔ پیا نے پوچھا: ”چچا! اس بار آپ نے کتنی رقم ہاری ہے۔“ اسے پتہ تھا کہ تھٹ فوما کو جوئے اور لاٹری میں پیسے لگانے کا خبط تھا، وہ رکشہ چلا کر جو کچھ کماتا، لاٹری اور جوئے میں لگا دیتا۔ وہ کہتا کہ کوئی بھاری انعام نکل آیا تو اپنے گھر واپس چلا جائے گا اور راہبوں کے حضور نذر و نیاز گزارے گا۔ وہاں لوگ خوشی کی خبر پانے پر راہبوں کو کپڑے لے کر دیتے۔ وہ روزگار کی تلاش میں بینک آ گیا تھا۔ وہ دس برس رکشا چلاتا رہا پھر کہیں موٹر سائیکل خریدنے کے قابل ہو سکا۔ اتنے برسوں میں وہ کچھ بھی نہیں بدلا تھا، اسے آس تھی کہ ایک نہ ایک دن اس کی قسمت جاگے گی اور وہ اپنے خواب کی تعبیر پالے گا۔ وہ اپنے گاؤں میں جا کر کھیتی باڑی کرے گا۔ تھٹ فوما اس پورے عرصے میں صرف اپنا پیٹ پالنے کے قابل ہو سکا۔ پیا نے اس سے کہا کہ اس نے اب تک جتنا پیسہ لاٹریوں اور جوئے میں ہارا اور برباد کیا اس سے وہ گاؤں میں جا کر زمین خرید سکتا، اس زمین میں وہ چاول کاشت کرتا اور خوش حال ہو جاتا، چچا کیا آپ ہمیشہ بینک میں ہی

رہیں گے؟“ اس نے پوچھا: ”جب تک کوئی بھاری رقم اکٹھی نہیں کر لیتا، یہیں رہوں گا پیسہ پاس ہوا تو گاؤں جا کر زمین خرید لوں گا لیکن پیا کیا تم بینکاک میں ہی بچوں کو پڑھاؤ گے یا گاؤں جاؤ گے۔ اس نے پوچھا: پیا نے بلا توقف کہا ”میں تو جاؤں گا“

پیا کا گاؤں مورنگ نارائ تھا، وہ وہیں پیدا ہوا، ہوش سنبالنے کے بعد وہ تعلیم حاصل کرنے بینکاک چلا آیا تھا، پرائمری تک کا نصاب مکمل کرنے کے بعد وہ جوئے کے علاقے میں ایک راہب کے ساتھ رہنے لگا، وہ راہب اس کا دور پار کا رشتہ دار تھا۔ اسی تعلق کی بنا پر وہ اس سے مدد حاصل کر سکتا تھا۔ وہ اپنی تعلیم جاری رکھنے اور ایک میونسپل سکول میں داخلہ لینے کیلئے اس کے پاس چلا آیا تھا، یہیں رہ کر اس نے بینکاک کے مشہور ٹریننگ کالج میں تعلیم مکمل کی۔

بینکاک میں رہتے ہوئے بھی اس میں خود دیہاتیوں کی طرح کی رہی۔ وہ دیہاتی ہی رہا، اس راہب خانے کے سبھی راہب اور مکین اس دیہی علاقے اسران سے تعلق رکھتے تھے جہاں کا پیا رہنے والا تھا۔ ان کے رشتہ دار شہر آتے تو انہیں ملنے آتے اور کچھ وقت ان کے ساتھ گزارتے، پیا سال میں ایک بار اپنے عزیزوں سے ملنے اسران ضرور جاتا۔ یہ صوبائی دارالحکومت یوبان سے کوئی ایک سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ مرتفع علاقہ ہے۔ اس کے ماں باپ یہیں رہتے تھے۔ والدین کو مقامی بولی میں اولاد کے لیے بڑے درخت کی طرح کی چھتر چھایا کہا جاتا تھا۔ پیا بھی پرائمری کا امتحان نہیں دے پایا تھا کہ اس کے سر سے ماں باپ دونوں کا سایہ اٹھ گیا۔ پیا کی کوئی زمین نہیں تھی۔ گھر گھاٹ بھی نہیں تھا۔ جائیداد کے زمرے میں شمار ہونے والی کوئی چیز اسے میسر نہیں تھی، ہوتی تو شاید اسے اس کی فکر ہوتی۔ اس کا سرمایہ صرف بچنے کی یادیں تھیں۔ چاول کے کھیت، گھنے جنگل، پہاڑ، ندیاں اور نالے خشک سالی، گرما کی گرمی، موسلا دھار بارش، سرما کی سردی، پرندوں کے چھچھاہٹ، اسے اپنا گھر بھی یاد تھا جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ اسران کے دوسرے بچوں کی طرح وہ بھی یادوں میں کھو جایا کرتا۔

جس روز پیا نے سند حاصل کی، چچا نے جس کے پاس وہ بینکاک میں رہتا تھا، پوچھا کہ وہ مزید تعلیم حاصل کرے گا یا کام کرے گا۔ پیا نے کہا کہ یوبان جا کر سکون میں بچوں کو پڑھایا کرے گا۔ چچا نے کہا کہ اچھا ہے لیکن تم یوبان ہی میں رہو گے یا اپنے گاؤں جاؤ گے۔ ”قصبے یا گاؤں میں جہاں جگہ ملے“ وہیں رہ لوں گا۔ اس نے جواب دیا۔ چچا نے کہا کہ ضرور جاؤ، اپنے

گاؤں میں رہو اور اپنے بہن بھائیوں کو پڑھاؤ لکھاؤ۔ خونی رشتہ ہونا ضروری نہیں۔ علاقے کے سبھی بچے تمہارے بہن بھائی ہیں جنہیں تعلیم ملی ہے۔ انہیں دوسروں کو بھی دینی چاہئے۔ اس نے پیا کو نصیحتیں کیں اور بتایا کہ اسے دوسروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔ برسوں کی ریاضت سے اس نے جو علم حاصل کیا ہے۔ اس سے دوسروں کو بھی فیضیاب کرنا چاہئے جس روز پیا کو اسراں جانا تھا۔ چچا نے اسے کچھ پیسے دیئے اور کہا کہ جب تک استاد نہ چن لیے جاؤ اس وقت گزر بسر کرتے رہو۔

.....☆☆☆.....

باب 2

”کہتے ہیں اس بار گزشتہ سال کی نسبت امتحان بہت سخت تھا۔“ ایک نوجوان نے اپنے دوست سے پوچھا وہ ہوٹل کے سامنے ایک چائے خانے میں بیٹھے تھے۔ ایک اور آدمی جو اپنے بیک میں چیزیں سمیٹ رہا تھا بولا ”کیا سوال سخت تھے یا درخواست گزاروں کی تعداد زیادہ تھی۔“ اسامیاں چند ہیں اور درخواست دینے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ سنا ہے کہ رشوت کا بازار بھی گرم ہے۔ بڑی بڑی رقمیں لی اور دی جا رہی ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔“ اور ہر سال روپے پیسے کے لین دین کا سننے میں آتا ہے۔ گورنر اور صوبائی سربراہ زور دے کر کہتے ہیں کہ کسی نے کوئی رقم لی ہے تو ثبوت کے ساتھ اس کی شکایت کی جائے لیکن کوئی سامنے نہیں آتا۔ یہ سب گپیں ہی ہیں“ میں کئی اضلاع میں گیا ہوں اور استادوں کو کہتے سنا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو منتخب کرنے کیلئے روپے دیئے ہیں لیکن ثبوت کوئی نہیں دیتا۔ ایک نوجوان کیون سوہم نام کے شخص کو مخاطب کر کے بولا تم بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے؟ میں تو نہیں مانتا کہ ہر جگہ رشوت چل رہی ہے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ تعلیم کا نظام تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔“ اتنے میں ایک اور شخص چائے خانے میں داخل ہوا۔ سوہم نے کھڑے ہو کر کہا ”آئیے جناب اور پھر اپنے ہی ساتھی کی طرف مڑ کر کہا کہ ”یہ ہیں پلاٹ کوسون ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر پھر آنے والے کی طرف دیکھ کر بولا ”ہم استادوں کے انتخاب کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔“

اس نے اپنے لیے ٹھنڈے مشروب کا آرڈر دیا اور کہنے لگا۔ استاد چننے کیلئے کوئی سرکاری کمیٹی بنائی گئی ہے یا نہیں؟ ”نہیں بنائی گئی“ کیون سوہم نے جو صوبائی حکومت کی تعلیمی انتظامیہ کا رکن تھا کہا ”میرا اندازہ ہے کہ جس طرح گورنر نے اپنے ایک معاون کو مختلف کمیٹیوں کا سربراہ بنایا ہے وہ معاملات کی چھان بین کرنا چاہتے ہیں۔ پلاٹ کوسون نے کہا کہ

میری بیٹی نے اس سال ٹیچر کے طور پر امتحان پاس کیا ہے۔ وہ مزید تعلیم جاری نہیں رکھنا چاہتی۔ اسے کام ملنا چاہئے۔“

”اس نے کس درجے کا امتحان دیا ہے۔“

”اس نے ڈپلوما کیا ہے، ملازمت نہ ملی تو کچھ نہ کچھ تو کرے گی۔“

”ملازمت مل بھی گئی تو کیا وہ قصبے میں تعلیم دینے کی مستحق تسلیم ہوگی۔“ کوئی دشائی کچھ زیادہ خوش نہیں دکھائی دے رہا تھا، اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا کیون سوٹم اور جناب ڈسٹرکٹ آفیسر مجھے معاف کیجئے میں دفتر میں کوئی چیز بھول آیا ہوں۔ پتہ نہیں دفتر بند ہو گیا ہے یا نہیں؟“ یہ کہتے ہوئے اس نے الوداع کہا اور موٹر سائیکل پر صوبائی محکمہ تعلیم کے دفتر کی طرف چل پڑا۔

”وہ کون تھا“ پلاٹ کو سون نے پوچھا۔ ”میں اسے پہچان نہیں سکا۔“ سوٹم نے کہا ”وہ اکران دشائی تھے، نئے صوبائی سپروائزر انہوں نے یونیورسٹی سے استاد کی حیثیت سے ڈپلومہ لیا ہے اور اس سال امتحان پاس کیا ہے۔ اس سے پہلے وہ خیما رت میں پڑھاتے تھے۔ وہ اس بیچ میں تھے، جس میں میں تھا۔ پلاٹ کو سون اصل موضوع کی طرف آئے اور پوچھا کہ ”کیا شہر میں خالی اسامیاں ہیں۔“ سوٹم نے بڑے عجز سے کہا کہ صرف ایک اسامی ہے۔ وہ بھی تو پلاٹ کیلئے۔ جو ہم نے ایک بوڑھے مدرس کے تالوے کے بعد کسی نئے استاد کیلئے خالی رکھ دی تھی۔

”میں تو چاہتا ہوں کہ میری بیٹی کو کوئی جگہ مل جائے۔ میرا نہیں خیال کہ کمیٹی اس میں رکاوٹ بنے گی۔ پلاٹ نے اپنے لیے دوسری پیالی میں چائے ڈالی۔ میرے خیال میں تمہارا ساتھی جو کمیٹی کا ممبر ہے یا کسی افسر سے واقفیت رکھتا ہے اس سال بھی رائے شماری میں حصہ لے گا لیکن میں اپنی بیٹی کا معاملہ تم پر نہیں چھوڑنا چاہتا۔ بہر طور دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔ اس نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکالا اس پر اپنی بیٹی کا نام اور رول نمبر لکھا اور اپنے ساتھی کو پکڑا دیا۔

جب امتحان کے آخری نتائج نکل آئے اور انٹرویو کا مرحلہ طے ہو گیا تو 364 امیدواروں کو اوپر کے ڈپلوموں کی بنیاد پر رجسٹر کیا گیا اور ان میں سے 183 کو خالی اسامیوں کے حساب سے منتخب کیا گیا، پیا خوش قسمتی سے منتخب ہو گیا۔ کامیاب امیدواروں میں اس کا 23 واں نمبر تھا اور ان میں سے کسی کو بھی صوبائی دارالحکومت کے کسی سکول میں تعینات نہیں کیا گیا۔

پیانے سکولوں کی فہرست پر نگاہ ڈالی تو اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کون سا سکول کہاں ہے۔ اس نے ان میں سے ایک ایسے سکول کا انتخاب کیا جس کا نام اسے عجیب سا لگا۔ یہ سکول میڈ ڈاگ سوامپ میں تھا اور بارن لورنگ کا ماذور کے نام سے موسوم تھا۔ یہ عجیب نام ہے۔“ یہ سوچ کر اس نے اس پر صاد کر دیا اور اپنی رائے سے افسران کو مطلع کر دیا۔ ”تقرری کے کاغذات لینے 27 تاریخ کو آؤ اور انہیں ڈسٹرکٹ آفس لے جاؤ۔“ افسرانچارج کو ہون سوہم نے اسے اور دوسروں امیدواروں کو سکولوں کے انتخاب کے دن بتایا۔ ہر امیدوار کے لیے متعلقہ اضلاع کے تعلق سے کاغذات تیار کر لیے جائیں گے۔ ہر ایک کیلئے لازم ہے کہ وہ تمام شرائط کو دھیان میں رکھے اور انہیں پورا کرے۔

پیانے دیکھا کہ شاید کوئی شناسا مل جائے لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ اپنا سکول چن لینے کے بعد پیانے امیدواروں کی ناموں کی فہرست دیکھی لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کا واقف نہیں تھا۔ بس اسے اتنا پتہ چلا کہ 1056 امیدواروں کے نام رجسٹرڈ ہوئے ہیں اور ان میں سے صرف 347 کو منتخب کیا گیا ہے۔ جن 30 استادوں نے اسی ضلع میں جانا تھا جہاں پیانے جانا تھا 23 مئی کو صبح 10 بجے ڈسٹرکٹ آفس میں اکٹھے ہونے کا فیصلہ کیا۔ اس گروپ میں صرف اکارن ایکا چائی واحد گریجویٹ تھا۔ اسے ضلع کے سب سے بڑے پرائمری سکول کیلئے چنا گیا۔ یہ سکول ڈسٹرکٹ آفس کے بالکل سامنے تھے۔ پیاسمیت باقی کے تمام امیدواروں کو اپنے سکولوں کیلئے الگ الگ راستوں پر جانا تھا۔ ان میں سے سولہ نوجوان اساتذہ نے اچھا لباس پہنا ہوا تھا اور لمبے بال رکھے ہوئے تھے۔ چودہ خواتین سیاہ سکرٹوں اور سفید بلاؤزر میں ملبوس تھیں۔ یہ لباس عموماً زیر تربیت امیدوار پہنا کرتے تھے۔ دوسری استانیوں نے رنگارنگ کے شوخ ملبوسات پہن رکھے تھے لیکن ان میں سے ایک سب سے خوش شکل تھی۔ اس نے قیمتی اور پھولدار کپڑے کا بنا ہوا بلاؤزر اور سکرٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں میں اونچی ایڑیوں والے جوتے تھے۔ وہ پہلی قطار میں بیٹھی تھی۔ اکارن ایکا شائی بس سٹیشن سے یوبان قصبے تک کے سفر میں مسلسل اسی پر نظریں گاڑے رہا۔ اکارن ایکا شائی نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے نوجوان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ ”تمہارا نام کیا ہے۔“

میرا نام پیانے ہے۔

”کیا تم نے بھی یوبان ہی سے امتحان پاس کیا ہے۔“
 میں نے بینکاک میں ٹیچر ٹریننگ کالج سے گریجوایشن کی ہے۔“
 اچھا آپ یوبان کے رہنے والے نہیں؟ آپ کہاں سے آئے ہیں؟
 میں یوبان ہی کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہوں لیکن میں تعلیم حاصل کرنے نے بینکاک چلا گیا تھا۔“
 پیا خوش ہوا کہ کسی نے اس سے بات کی ہے۔ ”میں اس ضلع میں آپ سمیت کسی کو نہیں جانتا۔“
 تھوڑی ہی دیر بعد ڈسٹرکٹ آفیسر اور مقامی ایجوکیشن آفس کے سربراہ ہال میں داخل ہوئے
 کہ سب احتراماً کھڑے ہو گئے۔ ڈسٹرکٹ افسر نے فہرست دیکھی اور ہر استاد کی تعلیم اور دوسرے
 کوائف کا جائزہ لیا۔ اس نے ایک ایک کا نام پڑھا۔ جن میں سے پیا کو پانچ نام یاد رہ گئے۔ ان
 میں خاتون کا نام بھی شامل تھا جو سب سے زیادہ خوش پوش تھی۔ اسی کا نام ڈوانگ ڈا تھا۔
 اس کے بعد ڈسٹرکٹ افسر نے ضلع کے جغرافیہ، معیشت، سماجی ترکیب، سیاست، حکومت
 آبادی کی ترقی اور بہبود کے منصوبوں اور دفاع کے بارے میں ایک جامع لیکچر دیا اور کہا کہ
 آپ کو درس تدریس میں کامل دل چسپی لینی اور اپنے فرائض نہایت تندہی سے ادا کرنے
 چاہئیں۔ آخر میں کہا کہ آپ کو اگر کوئی مشکل یا مسئلہ پیش آئے تو اس کی تفصیل ڈسٹرکٹ
 آفس کو لکھ بھیجی جائے۔

وہ اس کے بعد کمرے سے نکل گیا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفس کا سربراہ بھی ان کے ساتھ
 گیا۔ شعبے کے سربراہ کے معاون نے انہیں اساتذہ کی کونسل کی رضا کارانہ رکنیت حاصل
 کرنے کا طریقہ بتایا اور سیونگنز کو آپریٹو (بچوں کی انجمن امداد باہمی) میں شمولیت کی تحریک کی۔
 ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر نے واپس آ کر سرکاری طور طریقوں کی وضاحت کی اور انہیں ان کے
 فرائض عمومی بتائے وہ ڈیڑھ گھنٹے تک اساتذہ کو مختلف امور سے آگاہ کرتے رہے۔ دوپہر کو
 کہیں جا کر ان کی گفتگو ختم ہوئی۔ پیا نے دیکھا کہ ایک چائی ڈوانگ ڈا میں بڑی دلچسپی لے رہے
 ہیں اور جب انہوں نے نوجوان خاتون کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی تو اس نے انکار نہیں
 کیا اور دوسرے اساتذہ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کیلئے کہا۔ اکارن ایک چائی نے کہا کہ ”تم کئی برس
 بینکاک میں رہے ہو۔“ سب نے اپنے اپنے کھانے کا آرڈر دیا۔ اس دوران اکارن ایک چائی
 ہی نے اپنی گفتگو جاری رکھی ”ہاں میں کئی برس بینکاک میں رہا ہوں۔“ پیا اپنے ماضی کے

بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرا گھر المنو رامنارت میں ہے۔ میں خالص دیہاتی ہوں۔ میں شہری نہیں۔ بینکاک میں ایک راہب میرے رشتہ دار ہیں، میں راہب خانے کے خادم کے طور پر ان کے ساتھ رہنے لگا تھا۔

ڈاونگ ڈا نے پوچھا کہ تم نے اپنے لیے کون سا سکول چنا تھا۔“ ڈاونگ ڈا کا لہجہ بڑا شریں تھا، یوں لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو مدتوں سے جانتے ہیں۔ مارن فورنگ مادور کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں کہ یہ کہاں ہے، میں نے یہ نام دیکھا تو مجھے عجیب لگا، میں نے یہی چن لیا۔

اودہ مجھے پتہ ہے کہ میرے چچا وہاں ہیڈ ماسٹر ہیں۔ خاتون نے بتایا اور اپنا ہاتھ مرچوں کے اچار کی بوتل کی طرف بڑھایا۔ اکارن ایک چائی نے تیزی سے بوتل اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دی۔ خاتون نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ پھر پیا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ ”تمہیں اپنی منزل تک پہنچنے کیلئے بیس کلو میٹر تک جنوب کی جانب سفر کرنا پڑے گا۔ میرا راستہ طویل ہے۔ سرحد کے قریب ہے۔ پیا نے کہا کہ مجھے سفر کی مشکل اور صعوبت کا خیال نہں۔ مجھے سکول چاہئے جہاں میں پڑھا سکوں۔

.....☆☆☆.....

باب 3

یہ بل کھاتی سڑک تھی۔ اسے مقامی دیہاتیوں نے تعمیر کیا تھا۔ اس پر ایک چھوٹی سی بس بچکولے کھاتی آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ اس میں اندر مسافر ٹھنسنے ہوئے تھے اور چھت پر بوریاں اور طرح طرح کا سامان رکھا تھا۔ سڑک سے اٹھنے والے گرد و غبار نے پورے منظر کو ڈھانپ رکھا تھا۔ سورج تک اس کی لپیٹ میں آ کر سرخ گولے کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ بس کسی گاؤں کے پاس سے گزرتی تو بچے بالے کھیل کود چھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگنے لگ جاتے۔ سڑک پر ڈھور ڈنگر آ جاتے تو بس ان کے پیچھے مزید آہستہ رفتار سے چلنے لگتی۔ ڈرائیور لاکھ ہارن بجاتا، جانوروں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ وہ اپنی جیسی رفتار سے چلتے جاتے۔

گاؤں کے وسط میں ایک کھلی جگہ بس رکی تو مسافر اس سے اترنے لگے۔ بیا ایک طرف کھڑا مسافر، سینٹ کی بور یوں، بکسوں اور مختلف اشیاء کے کریٹ اترتے دیکھتا رہا۔ لوہے کی چادروں کے دو بندل تھے۔ یہ چادریں چھت ڈالنے کے کام آتی ہیں۔ پیانے ایک درمیانی عمر کے شخص سے پوچھا گیا۔ بس سے اترنے والے سبھی مسافر اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔“ بڑے قد کا ٹھٹھالھے بالوں اور گھنی بھنوں والے اس شخص نے جو پیا کو دیکھ رہا تھا کہا ”یہ زیادہ تر یہیں کے رہنے والے ہیں۔ چند ایک دوسرے دیہات سے بھی ہیں۔ وہ یہیں سے بس لیتے ہیں اور واپسی پر یہیں اتر جاتے ہیں۔ اس گاؤں سے آگے کوئی سڑک نہیں۔“

اس شخص نے آنکھیں جھپکے بغیر پیا پر نظریں گاڑے ہوئے کہا ”تم پہلے کبھی یہاں نہیں آئے؟“ پیا نے کہا کہ ”میں اس گاؤں میں مدرس مقرر ہوا ہوں، کیا آپ مجھے ہیڈ ماسٹر کے گھر کا پتہ بتا سکتے ہیں۔“

وہ شخص کرخت بھاری آواز میں بولا: ”میرے پیچھے چلتے آؤ“ اس نے پیا میں برائے

نام دلچسپی کا بھی اظہار نہ کیا۔ دوسروں کے معاملے میں بھی اس کا کچھ یہی رویہ تھا۔ کئی لوگوں نے جو پاس کھڑے تھے انہیں آپس میں باتیں کرتا سن لیا تھا۔ وہ اب ایک دوسرے سے سرگوشی کرنے اور دونوں کو جاتے دیکھتے رہے۔ سڑکوں کی ایک پگڈنڈی کے پاس سے گزرے۔ راستے میں بطنیں شور مچا رہی تھیں۔ کئی لوگ سروں پر ایندھن کے گٹھے اٹھائے اور عورتیں اپنے کولہوں پر پانی کے مٹکے دھرے جا رہی تھیں۔

ایک بوڑھے نے اپنے گھر کے برآمدے سے پرے صحن میں بیٹھی اپنی بیوی سے جو بانس کی بڑی سی ٹوکری میں ریشم کے کیڑوں کو پتے کھلا رہی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے اچانک ٹوک کر پاس سے گزرتے ہوئے شخص سے پوچھا۔ ”اپنے ساتھ کس کو لا رہے ہو۔“ اس کی نوجوان پوتی بیچ میں بول پڑی وہ ان طالب علموں کی طرح دکھائی دیتا ہے جو پچھلے سال ہمارے گاؤں آئے تھے۔“

کارن کھین نے اپنا گھر گاؤں سے باہر بنا لیا تھا جس سے اس کا گاؤں والوں سے کوئی خاص تعلق نہیں رہا تھا۔ بڑے بوڑھے کسی خطرے کے موقع پر اسے بلاتے تو جب بھی کم ہی دھیان دیتا۔ سنی ان سنی ایک کر دیتا۔ بوڑھا کہتا رہا۔ ”برا وقت آگاہ ہے۔ گاؤں میں اجنبیوں کے آنے پر چوکس ہو جانا چاہئے۔“

”کارن کھین، پیا کو ساتھ لیے بوڑھے کے گھر کے پاس سے گزر گیا۔“

دونوں ایک دوسرے سے بات کئے بغیر چلتے گئے۔ گاؤں کے کچھ دور باہر دونوں رکے۔ کارن کھین بولا: ”وہ ہے ہیڈ ماسٹر کا مکان۔“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ پیا پریشانی کے عالم میں اس کے پیچھے ہولیا حتیٰ کہ بانسوں کے ایک جھنڈ کے قریب کارن کھین سڑک پر مڑا اور شام کے دھندلکے میں کھو گیا۔

پیا ہیڈ ماسٹر کے مکان کی طرف مڑا۔ مکان آم کے درختوں کے جھنڈ میں گھرا ہوا تھا۔ گھر کے سامنے سیڑھیوں کے قریب ناریل کا ایک درخت تھا۔ گھر کے سامنے اتنی کھلی جگہ تھی کہ جہاں بیڈمنٹن آسانی سے کھیلی جاسکتی تھی۔ مکان کے ایک طرف سبزہ تھا۔ مکان میں کپڑے بننے کیلئے کئی کھدیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف جنگل کے پیچھے موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ پیا مکان کے قریب آیا تو اس نے ایک سائن بورڈ دیکھا۔ سبز رنگ کے چوکھٹے پر سفید رنگ سے لکھا تھا۔

”خامامہ کاٹی و سائی“

ہیڈ ماسٹر یارن نورنگ مازور

پیا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ایک معمر خاتون، باورچی خانے سے نکلی۔ اس نے ایک اپرن اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔

”تمہیں کس سے ملنا ہے۔“ خاتون بولی وہ ہیڈ ماسٹر کی بیوی تھی۔ اس کا لہجہ دیہاتی تھا۔ پیا نے جواب دیا: ”میں ہیڈ ماسٹر سے ملنے آیا ہوں۔“ اس نے دونوں ہاتھ سلام کیلئے بلند کر لیے اور کہا: ”میں نیا مدرس ہوں اور سکول میں پڑھانے آیا ہوں۔“ خاتون نے خوشی سے آواز بلند کرتے ہوئے کہا کہ ”اچھا تم نئے استاد ہو۔“ وہ اتنی خوش تھی جیسے اس کا اپنا بیٹا گھر آ گیا ہو۔

خاتون نے بلند آواز میں کہا اسائی جاؤ ہیڈ ماسٹر کو بلا لاؤ۔

اوہ ”لڑکی پانی لینے گئی، ابھی تک واپس نہیں آئی“

تم بیٹھو تھوڑی دیر آرام کر لو، ہمیں اجنبی نہ جانو، یہ کہتی وہ گھر سے باہر نکل گئی۔

یوں لگتا تھا کہ وہ یہ تک بھول گئی تھی کہ اس نے باورچی خانے میں ہنڈیا چڑھائی ہوئی تھی۔ پیا اپنا بیگ پاس رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے برآمدے کے ستون سے سہارا لے لیا اوپاؤں پہار لیے۔ گھر کا فرش برآمدے کے فرش سے اونچا تھا۔ تینوں دیواروں پر مختلف تصویریں آویزاں تھیں۔

عام طور پر مہمانوں کو یہیں ٹھہرایا یا بٹھایا جاتا تھا۔ شاہ اور ملکہ کی تصویروں کے علاوہ تین شہزادوں اور مختلف گروپوں کی تصویریں تھیں، سب کو خوبصورت فریموں میں بڑی نفاست سے لٹکایا گیا تھا۔ بعض تصویریں بہت پرانی تھیں۔ اتنی پرانی کہ ان پر لکھے ہوئے نام تک مدہم پڑ گئے تھے اور بعض تو بالکل ہی اڑ گئے تھے۔ ان تصویروں سے مالک مکان کے بارے میں اندازہ ہوتا تھا کہ اس نے مختلف کانفرنسوں اور ریفریٹر کورسوں میں شرکت کی ہے۔ ان میں سے چھ گروپ فوٹو گراف ایسی ہی تھیں۔ ایک تصویر ایک نوجوان کی تھی۔ جس نے خاکی وردی پہن رکھی تھی۔ یہ تصویر بہت عرصہ پہلے اتاری گئی ہوگی۔ یہ بڑی حد تک ماند پڑ گئی تھی۔ جس کی تصویر تھی۔ اس نے سر کے بالوں کے درمیان مانگ نکال رکھی تھی۔ اس سے اس کی عمر کا بخوبی

اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پیا نے اندازہ لگایا کہ یہ ہیڈ ماسٹر خاما کی نوجوانی کی تصویر ہے۔ بینک کا ایک کیلنڈر بھی لٹکا ہوا تھا۔ یہ خاصے قیمتی کاغذ پر مختلف رنگوں میں چھاپا گیا تھا۔ ایک کیلنڈر کسی دکان نے اپنی چیزوں کی تشہیر کی غرض سے چھاپا تھا۔ اس پر ایک فلم سٹار کی تصویر اور دکان کا پتہ چھپا ہوا تھا۔

مکان خاصا صاف تھا البتہ فرش پر مٹی تھی۔ برآمدے میں بانس کی ٹکڑیوں سے بنا ہوا ایک چوکھٹا تھا۔ جس پر گیلے کپڑے ڈال کر سکھائے جاتے ہوں گے۔ اس سے نیچے ایک لمبوتر سا گملار کھا تھا جس میں دو پودے اگے ہوئے تھے۔ اس میں پیاز بھی اگایا گیا تھا ان کے پاس ہی پانی کے دو مٹکے دھرے تھے انہیں بلند جگہ پر رکھا گیا تھا۔ تاکہ کھڑے ہو کر ان میں سے پانی لیا جاسکے۔ پانی لینے کیلئے ناریل کے خول پیالے کا کام دیتے وہ ان پر چھت سی ڈال دی گئی تھی۔ باورچی خانے کی دیوار پر ایک زنجیر میں کئی پیالیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ایک طرف دھاگے بٹنے کا سامان رکھا تھا۔

پیا کے سامنے دو دروازے تھے جو شاید دو کمروں میں کھلتے تھے۔ گھر کی دیواریں لکڑی کی اور چھتیں لوہے کی چادروں کی بنی ہوئی تھیں۔ درمیانی شہتیر کے ساتھ لوہے کی کھوئی کے ساتھ لائین لٹکائی گئی تھی۔ گھر میں کوئی کرسی اور میز نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے باوجود پیا کا خیال تھا کہ گاؤں بھر میں یہ مکان سب سے اچھا تھا۔ یہ بہت کشادہ تھا۔ کسی بھی گاؤں میں شاید یہی دو یا تین مکان اتنے بڑے ہوں۔ خوشحال دیہات میں ہوتے ہوں تو الگ بات ہے لیکن ایسے خوشحال دیہات ہیں ہی کتنے؟

پیا گھر کا جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ اسے ہیڈ ماسٹر کی بیوی کی آواز آئی۔ ”یہاں جوئے کی کوئی انتہا نہیں۔“ پولیس آئے روز جوار یوں کو پکڑ کر لے جاتی ہے۔ خاتون یہ کہتے ہوئے سیڑھیوں پر نمودار ہوئی۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک شخص آ رہا تھا۔

پیا کو اس کی جوانی کی تصویر یاد آئی جو اس نے کچھ وقت پہلے دیکھی تھی۔ یہ اس کا ہیڈ ماسٹر ہی تھا جس کو سلام کرنے کے لیے اس نے ہاتھ اٹھایا اور کہا آداب! ہیڈ ماسٹر نے بھی اس کو سلام کا جواب دیا اور کہا کہ ”تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا؟“ ”تم یہیں ٹھہرو گے۔ اچھا اب تم نہالو اس کے بعد گپ شپ ہوگی۔ تمہارا بیگ کہاں ہے؟“

پیانے چھوٹے سے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ بس میرا یہی کچھ ہے۔ میں دراصل ہلکا پھلکا سفر کرتا ہوں۔“

کیا تم ”یوبان“ سے ہو؟ گھر کہاں ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے پوچھا دائیں جانب کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا تم یہاں سو سکتے ہو۔ یہاں اور کوئی نہیں۔ بس یہ کمرہ گردوغبار سے اٹا ہوا ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟

”میرا نام پیانہ ہے“ میرا گھر یوبان میں ہے۔ میں امنارٹ میں پیدا ہوا۔ میں اس سے بھی دور دراز کے دیہات میں رہتا رہا ہوں۔ پیانہ ہیڈ ماسٹر کے پیچھے کمرے میں گیا۔ اس میں ہوا کا گزر نہیں تھا۔ فضا بوجھل تھی۔ بند کمروں میں اس طرح کی بو آتی ہے۔ ”کمرے کی بند کھڑکیوں کو کھولنا اور بند کرنا مشکل ہے۔ لکڑی پھول گئی ہے؟“

یہ کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر نے ایک در کھولا جس سے کمرے میں کچھ روشنی آئی۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں سوچ رہا تھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو لیکن تم تو اپنے ہی نکلے۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ جاؤ نہالو غسل خانہ نیچے ہے۔ پچھواڑے کی طرف کی سیڑھیوں کے نیچے اتر جاؤ۔ میں تمہارا بستر لگا دیتا ہوں۔

”آپ کا بہت شکریہ“ پیانہ گہرے احساس تشکر کے ساتھ کہا: ”اس نے محسوس کیا کہ ایک دیہاتی مدرس کو اس سے زیادہ گرم جوشی سے کہاں خوش آمدید کہا جاتا۔

جب وہ شام کا کھانا کھا چکے تو ہیڈ ماسٹر پیانہ کو گاؤں کے کھیا سے تعارف کرانے لے گیا۔ یہاں بھی رواج تھا کہ باہر سے آنے والے گاؤں کے کھیا سے ضرور ملنے جاتے۔ ہیڈ ماسٹر نے کھیا کے گھر کے باہر کے دالان سے آواز دی۔ جناب آپ سو تو نہیں رہے۔“

”نہیں گھر سے آواز آئی۔ کون صاحب ہیں؟ ہیڈ ماسٹر تو نہیں؟ اوپر آجائیے میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔“

اوپر ہیڈ ماسٹر نے پیانہ کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پوچھا: کیوں ملنا چاہتے تھے۔“

”لوگ آکر مجھے بتا رہے تھے کہ کارن کیرن کسی اجنبی کو گاؤں میں لایا ہے۔ مجھے شک تھا کہ کوئی سیاسی کارکن نہ ہو۔ آپ اپنے ساتھ کسے لائے ہیں۔“ کھیا اپنا ریشمی لبادہ اوڑھتے ہوئے اٹھا اور پیانہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ لالین کی جھلملاتی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔“

”یہ نئے مدرس ہیں جو ابھی یہاں پہنچے ہیں۔“
پیانے کھیا کو آداب بجا لایا اور یہاں کے رواج کے مطابق گھٹنوں کے بل جھک کر اس
نے کہا کہ ”محترم میں آج شام ہی بس سے یہاں پہنچا ہوں۔
”اچھا“ وہ تم ہو جسے کارن کیرن اپنے ساتھ گاؤں میں لایا ہے۔
شک دور ہو جانے پر کھیا نے سکھ کا سانس لیا۔
”میں بس سے اتر اتو مجھے وہ معترض ملا۔ میں اس کا نام نہیں جانتا۔“
وہی مجھے ہیڈ ماسٹر کے مکان پر لایا۔ اس نے راستے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔
ہیڈ ماسٹر کے مکان کی طرف اشارہ کر کے وہ آگے چلا گیا۔“
پیانے اس کے بارے میں سوچا اور اس کے بارے میں دلچسپی محسوس کی۔ اس کا نام
کارن کھین تھا۔ پیا کو بچپن میں کھین کہہ کر پکارا جاتا تھا۔
اچھا وہ کارن کھین تھا، پاگل، یہ کہہ کر کھیا قہقہہ لگا کر ہنسا، وہ اچھا آدمی نہیں۔ وہ گاؤں
کے لوگوں کو ”ڈرانے اور صدمہ پہنچانے کا عادی ہے۔ وہ دوسروں کے پاس رہنا پسند نہیں کرتا۔
یہی وجہ ہے کہ اس نے گاؤں سے باہر مکان بنا لیا ہے۔“ سکول کے بالکل قریب اس کا کبھی
اعتبار نہ کرنا۔

.....☆☆☆.....

باب 4

دوسرے روز علی الصبح ہیڈ ماسٹر حسب معمول سکول گیا۔ اس روز طلباء اور دیہاتیوں کو کچھ عجیب سا لگا۔ سکول گاؤں سے جنوب کی طرف ایک ٹیلے پر تھا۔ گاؤں بھی ایک دوسری مرتفع جگہ پر تھا۔ گاؤں اور سکول کے درمیان وادی تھی؛ لیکن عام آبی گزرگاہوں کی طرح سیلابی نہیں تھی۔ بارش کا پانی نزدیک کے دلدلی علاقے میں جا گرتا تھا۔ دلدلی علاقہ سوامپ آف دی میڈ ڈاگ کے نام سے موسوم تھا۔ ہیڈ ماسٹر کی چھوٹی سے موٹر سائیکل کی پھٹ پھٹ کی آواز سے لوگ مانوس تھے لیکن آج تمام بچے اسے عجیب تحیر سے دیکھ رہے تھے۔ اس لیے کہ ہیڈ ماسٹر کے پیچھے موٹر سائیکل پر ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ گزشتہ برس تین ہوتے تھے۔ ایک کا تبادلہ ہو گیا۔ دوسرا سکول چھوڑ گیا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر نے ان دونوں کی جگہ دو نئے آدمی دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب تک ایک ہی دیا ہے۔ دوسرا کیوں نہیں دیا۔ کچھ پتہ نہیں۔“ ہیڈ ماسٹر ہوا کی مخالف سمت موٹر سائیکل بڑھاتے ہوئے اونچی آواز سے کہہ رہا تھا کہ 125 سی سی کی موٹر سائیکل اتنی پرانی ہو گئی تھی کہ اب کباڑ خانے میں ہی ڈالی جاسکتی تھی۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا کو اپنا بیٹا سمجھتے ہوئے بتایا کہ وہ اکیلے ہی ایک ماہ سے تدریس کا فریضہ ادا کر رہے ہیں بلکہ میعاد کو گزرے ہوئے بھی ایک ماہ ہو گیا ہے۔ ہمارے سکول میں کتنے طالب علم ہیں؛ پیا نے پوچھا:

”98 طالب علم ہیں۔“ گزشتہ برس سے تین زیادہ۔“

موٹر سائیکل کی رفتار کم ہونے لگی۔ پھر وہ رک گئی۔ پیا بچھلی نشست سے نیچے اترا۔ یہ مئی کے اواخر کی صبح تھی۔ اس نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا کہ ”دیہی مدرس کی حیثیت سے اپنے پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز کر رہا ہوں۔ سکول کی عمارت کے سائے میں کھیلتے ہوئے بچوں نے پیا کو دیکھا تو یہ جاننے کیلئے وہ کون ہے ایک دوسرے سے سرگوشی میں پوچھنے لگے۔ کسی نے

کہا کہ وہ نئے استاد ہیں، کسی نے کہا کہ وہ ترقیاتی افسر ہیں۔ بعض کے خیال میں وہ ہیلتھ افسر تھے۔ جب گاؤں کے کھیا کے بیٹے کھیکھو نے سب کو فخریہ انداز میں فیصلہ سنایا کہ ”وہ ہمارے نئے استاد ہیں۔ گزشتہ رات وہ ہمارے گھر آئے تھے۔“

پیا نے اپنے ارد گرد کھڑے لڑکوں کو ملے جلے جذبات سے دیکھا۔ اس کے دل میں ہمدردی بھی تھی اور ترس بھی تھا۔ اس کے کمزور جسموں اور بوسیدہ کپڑوں کو دیکھ کر وہ افسردہ ہو گیا۔

کئی بچوں کی صحت سے صاف لگتا تھا کہ انہیں متوازن غذا نہیں ملتی۔

ان کے سفید کپڑے اتنے میلے ہو گئے تھے کہ ان کا رنگ بدل گیا تھا۔ وہ بھورے خاکستری دکھائی دینے لگے تھے۔ اکثر کی قمیص اور جانگے بے رنگ ہو گئے تھے۔ ان پر جگہ جگہ سیاہ دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اجنبیوں کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے لڑکوں کے لب و لہجے میں کڑھکی اور اکھڑپن نمایاں ہو جاتا تھا۔ جیسے وہ انہیں پسند نہ کرتے ہوں۔

جب کھیا کے بیٹے کھیکھو نے یقین کے ساتھ بتایا کہ وہ نئے ٹیچر ہیں تو لڑکوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ پیا کے گرد جمع ہونے لگے۔ ان کے جسموں سے بدبو کے بھکے اٹھ رہے تھے۔ ہیڈ ماسٹر نے موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی کی اور لڑکوں سے کہا کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ پیا کے گرد گھیرا نہ باندھیں۔ لڑکے پیچھے ہٹ گئے اور کھیل کود میں مصروف ہو گئے لیکن ان کی نگاہیں بار بار نئے ٹیچر کی طرف اٹھتی رہیں۔ ذرا بڑی عمر کے لڑکے ابھی تک تھوڑی دور کھڑے تھے۔ باہم چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ کئی طلباء سکول آ رہے تھے۔ طالبات نے سفید بلاؤز اور نیلے سکرٹ پہنے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر پیا نے اپنے دل میں خوشی محسوس کی۔

پیا، ہیڈ ماسٹر کے پیچھے پیچھے سکول کی عمارت میں داخل ہوا۔ لکڑی کی بنی ہوئی عمارت کئی برس گزر جانے کے بعد بھی نامکمل تھی۔ لمبائی میں 27 میٹر اور چوڑائی میں سات میٹر تھی۔

چھت کو چوبی ستون سہارے ہوئے تھے۔ ستونوں پر نشان لگائے گئے تھے۔ جن سے عیاں تھا کہ فرش کو ان تک اونچا کیا جانا مقصود تھا۔ فرش گول پتھروں سے بنایا گیا تھا۔ عمارت میں نہ کوئی دروازہ تھا نہ کوئی کھڑکی تھی۔ اس لیے کہ اس کی دیواریں ہی نہیں تھیں۔ البتہ تین اطراف میں لکڑی کے بالے کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ یہ عارضی دیواروں کا کام دیتے تھے۔

اور طلباء کو دھوپ اور بارش سے بچاتے تھے۔ چار جماعتوں کیلئے حد بندی کر دی گئی تھی۔ اندر لکڑی کی لمبی میزیں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک ستون کے ساتھ بلیک بورڈ لگا ہوا تھا۔ استاد کیلئے بھدی سی کرسیاں رکھی تھیں۔

یہ کسی نوآموز کارگر نے بنائی تھیں۔ درجہ چہارم کے عقب میں ایک بہت بڑی اکادمی تھی۔ الماری، میز، کرسیاں، طلباء کے ڈیسک لکڑی کے بڑے بڑے شہتیر کاٹ کر بنائے گئے تھے۔ پیا نے ان سب چیزوں کو دیکھا اور اندازہ کر لیا کہ گرد و نواح کے جنگل اس لکڑی کے ذخیرے ہیں۔

”ہمارا سکول ایک راہب خانے میں تھا۔ میں نے گاؤں کے لوگوں سے کہا کہ وہ کسی کی مدد کے بغیر اپنے طور پر سکول بنائیں چنانچہ پانچ برس پہلے یہ سکول بنا۔ لوگوں نے لکڑی کاٹنے اور چیرنے اور سکول کا ڈھانچہ تیار کرنے میں بڑی مدد کی۔ جب دیکھا کہ یہاں تعلیم کا سلسلہ قائم ہو سکتا ہے تو انہوں نے کام روک دیا۔“ ہیڈ ماسٹر نے پیا کو سکول بنائے جانے کا مختصر احوال بتا دیا۔

”سکول کا چوبی ڈھانچہ جیسا تیسرا بن گیا لیکن گاؤں کے لوگوں نے تعلیم میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ ہم نے شعبہ تعلیم کے سربراہ سے مالی امداد فراہم کرنے کیلئے کہا لیکن انہوں نے کچھ عرصہ انتظار کرنے کے کیلئے کہا: مناسب وقت پر سب کام ہو جائیں گے۔“

پیا نے محسوس کیا کہ ہیڈ ماسٹر سکول کی عمارت کے نامکمل رہ جانے کا سارا الزام گاؤں کے لوگوں پر دھرنا چاہتا ہے۔ اس نے پوچھا کہ ”جتنا کچھ کام ہو چکا ہے کس نے کیا ہے؟“ اس نے چھت کی طرف دیکھا جس میں کئی ایک سوراخ تھے۔

”یہ کام گاؤں کے لوگوں اور استادوں نے مل کر انجام دیا۔“ زیادہ تر کام کھدر پوست ہارن نے کیا۔ یہاں سے تبدیل ہونے سے پہلے کھدر پوست ہارن نے دیہاتیوں سے کہا کہ گھروں سے ٹکلیں اور سکول کی تعمیر میں اس کا ساتھ دیں۔ یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ انہی کا کیا ہوا ہے۔ اس کے یہاں سے تبدیل ہو جانے کے بعد کام رک گیا۔ یہ کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر نے الماری کھولی اور اس سے دو رجسٹر نکال کر پیا کو دیئے اور کہا کہ میں پرائمری کی پہلی اور دوسری جماعت لے لیتا ہوں اور تم تیسری اور چوتھی جماعت لے لو۔ انہیں پڑھانا آسان ہوگا۔

”میں کوئی سی جماعت بھی پڑھا سکتا ہوں۔ پھر اس نے رجسٹر میں درج کیا کہ تیسری میں بائیس طلباء ہیں اور چوتھی میں اٹھارہ، وہ ہیڈ ماسٹر سے پوچھنا چاہتا تھا کہ انہوں نے گاؤں کے لوگوں کو سکول مکمل کرنے کیلئے کیوں نہیں کہا لیکن اس نے یہ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ ”میں نئے تربیت یافتہ اساتذہ سے چھوٹی جماعتیں پڑھانے کیلئے کہنا مناسب نہیں سمجھتا۔ تم تیسری اور چوتھی جماعت پڑھاؤ۔ پہلی اور دوسری پر اتنی محنت کرنے کی ضرورت نہیں۔ تعلیم کے شعبے میں کچھ اس نوع کا نظریہ عام ہے۔

مئی کی صبح پونے نو بجے کے قریب جب سورج پوری آب و تاب سے چمکنے لگتا ہے۔ خاصی گرمی ہو جاتی ہے اور بے سکونی محسوس ہونے لگتی ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے رسی سے بندھے ہوئے لوٹے کے کلزے کو زور زور سے بجانا شروع کیا۔ اس کی آواز تانبے کی گھنٹی کی آواز کی طرح سریلی نہیں تھی، تاہم لڑکوں نے کھیلنا بند کر دیا اور حواج ضروریہ سے فارغ ہونے کیلئے جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ لڑکیاں بھی ادھر ادھر پھیل گئیں۔ کسی شہری کو گاؤں کے سکول کا یہ منظر کچھ عجیب سا لگا ہوگا لیکن دیہات میں اس پر کسی کو اچنبھا نہیں ہوتا۔ استاد طلباء سے کہا کرتے ہیں کہ کلاس میں آنے سے پہلے وہ اس طرح کا کام کر لیا کریں تاکہ تعلیم میں بار بار رخ نہ پڑے۔ طلباء اور طالبات یکسوئی سے پڑھ لکھ سکیں۔ لیکن اس کے باوجود پہلی جماعت کے طلباء استاد سے اکثر شکایت کرتے نظر آتے کہ انہیں باہر جانے کی ضرورت پیش آرہی ہے۔

ہیڈ ماسٹر نے لوہے کے ڈنڈے پر دو اور ضربیں لگائیں۔ طلباء نے جلدی سے قطار بنالی اور جھنڈے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ فلیگ پول نیچے سے سیدھا تھا لیکن اوپر سے سکول کی عمارت کی طرف جھک گیا تھا۔ یہ پول درخت کے جس حصے سے بنایا گیا تھا، وہ تھا ہی ایسا۔ نچلے حصے سے سیدھا، اوپر سے ایک طرف جھکا ہوا لڑکے ایک قطار میں کھڑے تھے اور لڑکیاں دوسری قطاریں، لڑکیاں بائیں طرف تھیں اور لڑکے دائیں جانب، پرائمری اول کے طلباء ان سب سے آگے تھے۔ اس کے بعد دوسری، تیسری اور چوتھی جماعتوں کے طلباء تھے۔

پیا باہر آیا اور اس نے بچوں کو قطار بناتے دیکھا۔ وہ ان کے منظم انداز سے خاصا متاثر ہوا۔ گھنٹی بجنے کے بعد ہیڈ ماسٹر نے باہر آ کر ان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ بچے قطاروں میں کھڑے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ صرف کھیتویہ دیکھنے کیلئے قطاریں صبح نہیں ہیں۔ ادھر سے

ادھر اور ادھر سے ادھر آ جا رہا تھا۔ ایک چھوٹا سا لڑکا دوڑا دوڑا کلاس روم میں گیا اور الماری سے جھنڈا نکال لایا اور فلگ پول کے رے سے باندھ دیا۔ ایک چھوٹی لڑکی فلگ پول کے پاس کھڑی جھنڈے کے آنے اور اس سے باندھے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ جھنڈا نیا تھا۔ اس کا رنگ چمک رہا تھا۔ اور کہیں سے بھی اڑا ہوا نہیں تھا۔ جب تیار ہو گیا تو دونوں بچوں نے اسے لہرا دیا۔

ہیڈ ماسٹر نے ایک گھنٹی اور بجائی اور بلند آواز سے بولا۔ ”قومی جھنڈے کا احترام کرو! قطاریں سیدھی رکھو! کھیتو پر انمیری چار کے سامنے کھڑا ہو گیا اور قومی ترانہ گانے لگا۔ آواز اچھی تھی۔ تلفظ صحیح نہیں تھا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا تاہم اتنا عیاں تھا کہ یہ تھائی لینڈ کا قومی ترانہ تھا۔ لڑکے لڑکیاں اس کے ساتھ قومی ترانہ گا رہی تھیں۔ جب تک جھنڈا اونچا ہو کر لہرانے نہیں لگا۔ ترانہ گایا جاتا رہا۔ پیا خوش تھا کہ اس کے نئے طلباء نے قومی ترانہ بڑی خوش الحانی سے گایا۔ اس کا یہ شک دور ہو گیا کہ جھنڈا لہرانے اور قومی ترانے کا یہ عمل روزمرہ کا معمول تھا یا اس روز نئے استاد کی آمد پر اس کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔

پرچم کشائی ہو چکی قومی ترانہ گایا جا چکا تو ہیڈ ماسٹر نے فلگ پوسٹ کے پاس کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا۔ ”مجھے آپ کو اچھی خبر سنانا ہے۔ ہمارے سکول میں نئے استاد آئے ہیں۔ کھیروپیا ان کا نام ہے۔ یہ ہمارے صوبے سے ہی آئے ہیں اور ہمارے لہجے میں ہماری ہی بولی بولتے ہیں۔ انہوں نے کئی برس تک بینکاک میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ وہ جماعت تین اور چار کو پڑھائیں گے۔ طلباء نے یہ سن کر اظہار تشکر کیا۔ پہلے ان کی آواز بلند ہو گئی پھر آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔

ہیڈ ماسٹر نے پیا کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ پیا آپ طلباء سے کچھ کہنا چاہیں گے۔ پیا نے طلباء کی قطاروں کے سامنے آ کر مسکراتے ہوئے چند الفاظ کہے:

پیارے طلباء میں خوش ہوں کہ مجھے آپ کو پڑھانے کا موقع ملا ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے مجھے تیسری اور چوتھی جماعت کو پڑھانے کیلئے کہا ہے۔ میں آپ سب کو پڑھاؤں گا۔ سب کی رہنمائی کروں گا۔ آپ سب کو اپنا بھائی اور بہن جان کر پیار کروں گا۔

ہیڈ ماسٹر نے کسی دوسری کلاس کے سامنے بلیک بورڈ پر سوال لکھے اور ان کا حل بتایا۔ اس

کے بعد انہوں نے جماعت اول کو سبق دیا کہ وہ کس طرح پڑھا کریں۔ انہوں نے بلیک بورڈ پر دس الفاظ لکھے۔ ان کا تلفظ بتایا اور انہیں اپنی اپنی سلیٹ پر لکھ لینے کیلئے کہا۔ یہ کام ختم ہوا تو ہیڈ ماسٹر نے اپنی جیب سے تمباکو کی کتریں نکالیں اور انہیں بڑے سوکھے پتے میں رکھ کر بڑی مہارت سے سگریٹ بنایا اور ایک پرانے سگریٹ لائٹر کو اپنے انگوٹھے کی مدد سے روشن کر کے سگریٹ سلگایا۔ جلد ہی سفید دھوئیں کا بادل اٹھا۔ جو اس کے سر پر لہرانے لگا۔ سگریٹ ختم ہوا تو وہ تیسری اور چوتھی کلاس میں گئے جہاں پیا طلباء اور طالبات کے بارے میں فرداً فرداً پوچھ رہے تھے۔ ”آپ کو انہیں زیادہ پڑھانا نہیں پڑے گا۔ کچھ پڑھائی اور چند سوال ایک دو سوال بلیک بورڈ پر لکھیے کھیتو سے کہئے کہ وہ انہیں حل کرے۔ اب آئیں کچھ کھاپی لیں۔ پیا نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ صبح کے دس بجے تھے۔

”آج جمعہ ہے، کل لنگ کارن کرن پارٹی دے رہے ہیں۔ اساتذہ کو اس میں ضرور جانا چاہئے۔ وہاں جامے چلیں گے۔ ہم ذرا جلدی پہنچ جائیں تو مجھے ان سے آپ کا تعارف کرانے میں آسانی رہے گی۔

پیا نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ آپ چلیں میں بچوں کی دیکھ بھال کر لوں گا اور بعد میں بارہ بجے کے قریب پارٹی میں آ جاؤں گا۔

”چلئے میں پہلے چلتا ہوں میں آپ کا کارن سے تعارف کرانا چاہتا ہوں۔

چچا کارن کرن گاؤں کی بہت اہم شخصیت ہیں۔ یہ کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھے۔ سائے میں کھڑی تھی۔

ہیڈ ماسٹر چلے گئے تو پیا چاروں جماعتوں کے طلباء اور طالبات سے بات چیت کرنے کیلئے مڑے۔ دوپہر کو وقفہ ہوا تو وہ بچوں کو اپنے ساتھ لایا ہوا کھانا کھاتے دیکھنے لگا۔ طلباء کا ایک گروہ کلاس روم میں بیٹھا چاول اور شوربہ سے کھانا کھانے میں مصروف تھا جو طلباء درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے تھے۔ وہ چاول کے ساتھ مرچوں اور پیاز کی چٹنی کھا رہے تھے۔ کچھ طلباء اور طالبات سے وہ پوچھنا چاہ رہے تھے کہ وہ متوازن غذا کیوں نہیں کھاتے۔ ان کی خوراک میں کیڑے مکوڑے اور سرخ چیونٹیوں کے انڈے شامل تھے۔ کئی ایک طلباء چاول کے ساتھ بھنی ہوئی مکڑیاں کھا رہے تھے۔

وہ چل پھر کر بچوں کو کھاتے دیکھتے رہے اور سوچتے رہے کہ وہ کہاں جا کر کیا کھائیں
پہیں گے۔ اس سوال کا پیا کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ ہیڈ ماسٹر موجود نہیں تھے۔ ایسے میں
دو پہر کے وقت سخت گرمی میں گاؤں جانا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر جا کر کھانا کھانا پیا کو اچھا نہیں لگا۔
ایک بجے پڑھائی دوبارہ شروع ہوئی۔ ہیڈ ماسٹر نہیں آئے تھے۔ نوجوان ٹیچر نے چاروں
جماعتوں کی دیکھ بھال اپنے ذمے لے لی۔ تربیت کے دوران انہیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ اس
طرح کی صورتحال سے کیسے نمٹا جاسکتا ہے۔ پیا نے جماعت سوم اور چہارم کو پڑھنے پر لگا دیا۔
جماعت دوم کو سوال حل کرنے کیلئے کہا اور خود جماعت اول کو تدریس کے طریقے سمجھانے لگا۔
ایک گھنٹے کے بعد انہوں نے چاروں جماعتوں کو یکجا کر لیا اور مختلف موضوعات پر باتیں کرنا
شروع کر دیں۔ سیاسی نظام عام شہری کے فرائض، صحت و صفائی، ماحول کو صاف ستھرا رکھنے اور
حسن فطرت کی حفاظت کرنے کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد گانا ختم ہوا، دو ٹیمیں
بنادی گئیں اور ان کے درمیان دوڑ کا مقابلہ شروع کرایا گیا۔ پیا نے طلباء کو 3 بجے تک پڑھنے
لکھنے، کھیل کود اور شغل میلے میں لگائے رکھا۔ ہیڈ ماسٹر ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ پیا نے
چھٹی کا اعلان کیا اور لڑکوں کو گھروں کو جانے کیلئے کہا۔ طلباء نے اپنے بستے سینے بغل میں
دبائے اور سکول کی گراؤنڈ میں سے اچھلتے کودتے اور دوڑتے بھاگتے گھروں کی راہ لی۔ نئے
استاد انہیں پسند آئے۔ پیا نے دیوار سے لگی ہوئی الماری میں سامان رکھتے ہوئے ٹائم ٹیبل پر
نظر دوڑائی ”اوہ آج جمعہ کا دن تھا“ چھٹی کرنے سے پہلے دعا کرائی جانی چاہئے تھی لیکن اب تو
سکول بند ہو چکا تھا۔

2 بجے کے قریب ہیڈ ماسٹر نے درختوں کے جھنڈ میں سب سے اونچے درخت کے نیچے
موٹر سائیکل کھڑی کی، کچھ ہی فاصلے پر چند افراد بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے ان میں سے
تھٹ پھون بولا، ہیڈ ماسٹر صاحب آج جلد آگئے ہیں؟ کیا سکول بند ہو گیا ہے؟ وہ جانتے تھے کہ
ہیڈ ماسٹر بند کر کے ہی آیا کرتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر سوال کرنے والے کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ کہنے
لگے میں آج آنا نہیں چاہتا تھا۔ دو پہر کو چچا کارن کیرن کے پاس چلا گیا تھا، میں اس کی خانہ
سازے کا ایک آدھ جرمہ چکھنا چاہتا تھا۔ ”تھٹ پھون نے بانس کے بنے ہوئے گلاس میں
اٹلی کے بیجوں کو ہلایا اور پھر انہیں کپڑے کی ایک صافی پر الٹ دیا، جوئے کی بازی لگ گئی، ایک

نے دس کے تین نوٹ رکھے دوسرے نے بھی اتنے ہی نوٹ دکھائے۔ پانسہ پھینکا گیا، مہروں کا کالا رخ اوپر کی طرف آیا۔ ہیڈ ماسٹر بازی جیت گئے، جنہوں نے برابر برابر کا داؤ لگایا تھا وہ بھی جیت گئے، اگر ”مہروں کا کالا رخ اور دو کا سفید رخ اوپر آتا تو باری برابر کی چھوٹ جاتی۔ ہیڈ ماسٹر حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کی بنا پر بڑھ چڑھ کر بازی لگاتے رہے، کبھی دو کا لے اوپر آ جاتے، کبھی دو سفید تو بازی برابر کی تسلیم ہوتی۔ کبھی سفید یا کبھی کالے آتے تو جب بھی اسے جیت میں شمار کیا جاتا، جو ختم ہوا تو بانسری بجا کر اس کا باضابطہ اعلان کیا گیا۔ پانسہ مہرے، کبھی کچھ سمیٹ لیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر نے چاروں بازیاں جیت لی تھیں، جو ہار گئے وہ بڑبڑاتے رہے، اب اگلی بازی کی تیاری تھی۔

بچے سکول سے چلے گئے تو پیا کرسی کی پیٹھ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، اسے بھوک اور پیاس لگ رہی تھی، کئی بچے آس پاس گھوم پھر رہے تھے، پیانے کچھ کو پہچان لیا اور کہا کیو تم گئے نہیں؟ یہیں ہوا! سبھی لڑکے میرے پاس آ جائیں۔ کھیولڑکوں کو پیا کے پاس لے آیا، ان میں ایک دھان پان لڑکا تھا، اس کا رنگ اتنا سیاہ تھا کہ اس کے سفید دانت اور آنکھوں کی سفیدی صاف نمایاں تھی۔ پیانے اسے پہچان لیا، وہ تیسری جماعت کا طالب علم تھا۔

”پیانے کہا، بچوں میں تم سب کے نام نہیں جانتا، مجھے یاد نہیں رہے، اس لئے ایک بار بتاؤ، اس دفعہ میں تمہارے نام یاد رکھوں گا۔ سب سے پہلے کا کھیو نے اپنا نام بتایا، اس کے بعد بومی نے، سب سے آخر میں سیاہ رنگ والے لڑکے نے، پیانے بچوں کو محبت اور شفقت کی نظروں سے دیکھا لیکن کچھ بول نہ پایا۔

کا کھیو نے کہا ”یاک سیاگ“ گھبراؤ نہیں، تم اپنا نام بتاؤ، وہ نام جو سکول میں درج ہے وہ نہیں جس سے تم گاؤں میں پکارے جاتے ہو۔

پیانے اپنا بازو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا ”اچھا سیاگ، تمہارا نام ہے“ پیانے اس کے بعد چاروں لڑکوں سے سکول کے بارے میں پوچھا، اسے معلوم ہوا کہ گزشتہ برس سکول میں تین استاد تھے، ایک ہیڈ ماسٹر ”دوسری کھورونیکا“ وہ ایک پولیس مین کی بیوی تھی، وہ دو برس تک بچوں کو پڑھاتی رہی، اس کی صحت خراب ہو گئی، اس پر اس نے ریٹائرمنٹ لے لی۔ کھوروسا تھرن کا تقررتین برس پہلے ہوا تھا۔

آغاز میں انہوں نے جوڑ کے پڑھانے شروع کئے تھے اب وہ درجہ چہارم میں پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے ہی سکول کی تعمیر میں بھی حصہ لیا، یہ ان کی دلچسپی، ذہانت اور قوت کار کا اثر تھا کہ جو کام بھی انہیں سونپا گیا انہوں نے عمدگی سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا، ان کی صلاحیت کی بنا پر ہی ان کا تبادلہ اس سکول میں ہوا تھا۔

پیانے لڑکوں سے پوچھا ”تم شروع سے ہی اس سکول میں ہو، بتاؤ تمہیں ان برسوں میں کون سا استاد سب سے اچھا لگا، کھو اپنے دوسرے ساتھیوں سے پہلے بول پڑا مجھے کھورو ستھارن سب سے اچھے لگتے ہیں۔“

”اور سیانگ تمہیں؟“

سیانگ نے نظریں چراتے ہوئے کہا ”کھورو ستھارن“

”تم سب کو کھورو ستھارن ہی کیوں اچھے لگتے ہیں؟“

پیانے کھورو ستھارن کا نام کئی بار سنا تھا، وہ ان کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔

”وہ بہت اچھے ہیں، کاؤ کھیاؤ نے کہا انہوں نے ہمیں کبھی نہیں مارا“

”وہ ہمیں گیت بھی سکھاتے رہے ہیں اور کھیلوں میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔“

بومی نے کہا ”کھورو ستھارن بدروحوں اور بھوتوں سے نہیں ڈرتے“ وہ کسی سے بھی نہیں

ڈرتے، لام نے اپنے پرانے استاد کے بارے میں بتایا۔

”وہ بڑے نرم دل ہیں، وہ چھوٹے بچوں سے پیار کرتے ہیں، سیانگ بولا۔“

پیانے لڑکوں کو ساتھ لیکر آگے بڑھے، پس منظر میں سکول کی عمارت تھی، جنوب کی طرف جنگل تھا، دو تین کلومیٹر آگے جنگل بہت گھنا ہو گیا تھا۔ مغرب کی جانب دلدل تھی، جو بارش کے موسم میں جمیل کی شکل اختیار کر لیتی۔ مشرق میں کھیت تھے، ان کی مینڈھوں پر بلند وبالا درخت تھے، جو دور سے جنگل کا سماں پیش کرتے۔ ان کھیتوں میں بھی کبھی جنگل تھا۔ لوگوں نے چھوٹے چھوٹے درخت کاٹ لئے، بڑے درخت رہنے دیئے۔ یوں کھیت بن گئے۔ گاؤں سکول سے شمال کی جانب تھا۔ سکول سے گاؤں تک کا فاصلہ ایک کلومیٹر کے لگ بھگ تھا۔ کھیتوں میں سے گزرتے ہوئے سکول آسانی سے نظر آتا تھا۔ اسی طرح سکول سے کھیتوں کا نظارہ کیا جاسکتا تھا۔ جھاڑ پھونس میں سے گزرتے ہوئے انہوں نے کئی قسم کے جنگلی پھول دیکھے۔ پیا کو ان

میں سے کسی کا بھی نام نہیں آتا تھا۔ گھاس بھی ایک طرح کی نہیں تھی، کہیں اس کی کئی شاخیں بن گئی تھیں اور کہیں وہ ایک شاخ تھی۔ گھاس میں چھپکلیاں ریگ رہی تھیں، لوگوں کو آتے دیکھ کر وہ ادھر ادھر بھاگ گئیں۔ سکول اور دلدل کے درمیان ایک جھونپڑا تھا، جس میں کوئی نہیں رہتا تھا، پیا نے پوچھا ”یہ جھونپڑا کس کا ہے“

کاکیو بولا ”کھور و ستھارن نے پچھلے سال یہ جھونپڑا بنایا تھا، وہ اس میں ایک برس رہا، پھر اس کا تبادلہ ہو گیا، اس کے بعد سے جھونپڑا خالی پڑا رہا، اس کی چھت، تندوتیز ہوا میں اڑ گئی، دن میں چر دے، بھینسوں کو چرانے آتے ہیں تو کچھ وقت یہاں آرام کر لیتے ہیں۔ پیا نے ایک اور مکان کے بارے میں پوچھا، جو سکول اور دلدل کے درمیان کھیتوں کے پاس بنایا گیا تھا۔

”یہ مکان پاگل کارن کیرن کا ہے۔“ کاکیو بومی اور لام نے بیک آواز کہا۔
ہیڈ ماسٹر 5 بجے کے قریب گھر واپس آئے، وہ گائے کا گوشت لائے تھے، جو انہوں نے بانس کی چھڑی کے ساتھ لٹکا رکھا تھا۔ انہوں نے موٹر سائیکل کے پیچھے ایک برتن رکھا ہوا تھا، جس میں خون بھرا ہوا تھا۔ ہیڈ ماسٹر کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی، انہوں نے اپنی بیوی کو آواز دی ”کیا پیا واپس آیا ہے“
”ہاں آ گیا ہے، کیا تم پھر جو اُکھلتے رہے ہو، بیوی نے اپنے میاں کو گھر کی سیڑھیاں چڑھتے دیکھ کر کہا، پھر پیا کی طرف مڑی جو لکھتے لکھتے سو گیا تھا، اس نے پیا سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ یہ جوا اُکھلتے رہے ہیں۔“
پیا تذبذب میں پڑ گیا کہ کیا کہے، اسے علم نہیں تھا کہ ہیڈ ماسٹر سکول سے نکل کر کہاں چلے گئے تھے۔

”اللہ کی بندی، شکوے شکایت کرنے بند کرو، گوشت پکڑو، اس کا قیمہ بناؤ اور سب کیلئے بھون لو، کیا چاول پک چکے ہیں، گوشت کہاں سے لائے ہو، بیوی نے دھیمے لہجے میں پوچھا،“
”میں نے چچا کارن کیرن سے لیا ہے، میرے پاس دام کم تھے، بہر حال سودا ہو گیا؟“
انہوں نے پیا سے پوچھا کہ کیا وہ کچا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ اسے پسند تو نہیں تھا، تاہم بولا کہ کھانے کی کوشش کرے گا۔ ہیڈ ماسٹر نے خود ہی کھانا پکایا۔ انہوں نے گوشت کا قیمہ

بنایا، پھر سبزیوں کے ساتھ ملا کر پکنے کیلئے رکھ دیا، جب پک چکا تو اسے ایک بڑی سی رکابی میں انڈیل دیا اور اس پر اوجھڑی سے نکلنے والی سبزی چھڑک دی۔ جانور اس سبزی سے طاقت حاصل کرتے ہیں۔ قیے اور سبزی کو اچھی طرح ملا کر ایک ڈش میں ڈال دیا گیا۔ اس پر کئی طرح کے مصلے چھڑکے گئے۔ باریک کٹی ہوئی مرچیں، پیاز، لیموں کا رس اور چاول کو ملا کر ایک آمیزہ سا تیار کر لیا گیا۔ پودینہ اور خون کو آخر میں ملایا گیا۔ قیمہ بناتے جو وقت لگا سولگا، ورنہ تمام دوسری تمام اشیاء پہلے سے تیار تھیں، اس لئے ہیڈ ماسٹر کو کھانا پکانے اور تیار کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ہیڈ ماسٹر نہانے کیلئے چلے گئے۔ نہانے کے بعد انہوں نے کمر کے گرد ایک ریشمی کپڑا لپیٹ لیا اور برآمدے میں پڑی ہوئی چٹائی پر بیٹھ گئے، وہیں دسترخوان لگ گیا، جس میں پیا کا، گھر کی ملازمہ نے ہاتھ بنایا، ہیڈ ماسٹر نے ایک پیالی میں شراب ڈالی، جس میں کئی طرح کی بوٹیاں شامل کی گئی تھیں، انہوں نے ایک پیالی پیا کی طرف بڑھائی اور کہا کہ لو پیو، اس سے تمہیں کھل کر بھوک لگے گی۔ اس میں شہد اور کئی دوسری چیزیں شامل ہیں۔

پیانے آنکھیں بند کیں اور آدھی پیالی منہ میں انڈیل لی، اسے منہ سے گلے تک آگ لگتی ہوئی محسوس ہوئی، جس کی تلخی کم کرنے کیلئے اس نے کچھ شوربہ پیا لیکن تلخی کم نہ ہوئی۔ بہر حال ہیڈ ماسٹر پر اپنے اعتماد کے اظہار کا یہی طریقہ تھا کہ جو شراب پیش کی جائے اسے کسی تامل کے بغیر ایک ہی گھونٹ میں پی لیا جائے، اس سے انکار کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ شراب پیش کرنے والے کا احترام نہیں کیا گیا۔

ہیڈ ماسٹر نے گوشت کا لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا ”پیا کھاؤ، بڑا مزیدار ہے۔ اس نے گوشت کھانا شروع کیا، اس کا خیال تھا کہ شاید یہ گلا ہوا نہ ہو لیکن وہ بہت نرم تھا، البتہ اس میں بھی کچھ تلخی ضرور تھی، پیانے ہر لقمے کے ساتھ شوربہ پینا شروع کر دیا۔ اس کے بغیر شاید وہ اسے گلے سے نیچے اتار نہ سکتا۔ اسے پکا یا ہی اس طرح جاتا ہے کہ اس میں تلخی رہ جاتی ہے۔ یہ اس کی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ یہ تلخ تو ہے لیکن لذیذ بھی ہے۔ نئے زمانے کے نوجوان تلخ چیزیں پسند نہیں کرتے، کڑوی چیزیں کھانے سے جی چراتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ان کا استعمال صحت کیلئے کتنا اچھا ہے۔

کھانے میں شریک سبھی افراد خاموش ہو گئے تھے، ان کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ مطمئن ہیں۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ جنہیں آرام کرنا ہو یہیں کر لیں۔ پیانے دیوار سے لگی ہوئی تصویر کو دیکھتے ہوئے ہیڈ ماسٹر سے پوچھا کہ آپ کے بچے کہاں ہیں؟

”میرے دو بیٹے ہیں، بڑا تو ابھی پڑھ رہا ہے، چھوٹا ثانوی سکول میں ہے۔ دونوں یو بان میں اپنے چچا کے پاس رہتے ہیں، گھر کم ہی آتے ہیں۔ چھٹیوں میں چار پانچ دنوں کیلئے آجائیں تو آجائیں۔ وہ شہر کی آسائشوں کے رسیا ہیں۔ یہاں آ کر انہیں شہر یاد آتا ہے۔ خدا جانے ان بچوں کو کیا ہو گیا ہے، جیسے جیسے وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ دیہات سے دور بھاگنے لگتے ہیں۔“

ہیڈ ماسٹر کی بیوی بولی، دو بچوں کی پرورش کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ ہم ہر مہینے انہیں سینکڑوں روپے بھیجتے ہیں، اگر زیادہ بچے ہوتے تو ہمارے لئے آنکھیں اور منہ کھولنا بھی مشکل ہو جاتا۔

”کیا یہ آپ کا کھیت نہیں؟ پیانے یہ سوچتے ہوئے پوچھ لیا کہ اکثر ہیڈ ماسٹر اپنی آمدنی بڑھانے کیلئے کھیتی باڑی بھی کر لیا کرتے ہیں۔“

ہماری اتنی توفیق کہاں، ہیڈ ماسٹر کی بیوی نے کہا، اگر تمہارے بہت سے بچے اور پوتے ہوں تو شاید کھیتی باڑی اور ان کا پیٹ پالنے کا سامان کر سکو، پہلے ہمارے پاس کھیت تھی، جنہیں آباد کرنے کیلئے مزدوروں سے کام لیا کرتے لیکن یہ سب کچھ چلا نہیں اس لئے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ دوسروں پر انحصار کرنا اچھی بات نہیں۔ مزدوروں کے علاوہ ان کے سربراہوں کو بھی خوش کرنا پڑتا ہے جو ہرگز آسان نہیں۔

پیانے اپنے مصارف کا ذکر چھیڑ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ کسی خاندان پر بوجھ بن کر رہنا اچھا نہیں، طے پایا کہ پیا ہر ماہ ڈیڑھ سو روپے دیا کرے گا اور گھر میں جو کچھ کپکے گا اسی پر گزارا کرے گا۔

کھانے پینے کا مسئلہ ہمیشہ ہی مشکل رہا ہے، جب کھوروں سا تھرن ہمارے ساتھ رہتا تھا تو ہمارا ہاتھ بٹاتا، مچھلیاں پکڑ کر لاتا، چھوٹے موٹے کام بھی کر دیا کرتا۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ ہمیں وہ اکثر یاد آتا ہے، وہ اچھا آدمی تھا، جو پکتا صبر شکر کر کے کھا لیتا۔ گاؤں والے بھی اس سے خوش تھے۔ پیا کو لگا کہ وہ اس کا کھوروں سا تھرن سے موازنہ کر رہے ہیں، اس نے ٹھان لی کہ وہ اس سے بہتر ثابت ہوگا۔

شادی پر نہایت پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر جاننے والے کو اس میں مدعو کیا اور دل کھول کر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کسی کو صاحب خانہ پر کم وسیلہ اور کتوس ہونے کا گمان تک نہ گزرے اسے بھی اپنی حیثیت منوانے کا اس سے بہتر موقع اور کب ملتا ہے۔ کارن کیرن علاقے کا سب سے خوشحال شخص تھا اس کی زندگی کے کئی برس راہب خانے میں گزرے تھے وہاں سے نکلا تو تجارت کرنے لگا اس میں اس نے خوب کمایا وہ جنگل سے ملنے والی اشیاء اونے پونے داموں پر خرید کر شہر میں لیجا کر مہنگے داموں فروخت کرتا کچھ ہی عرصے بعد اس نے آڑھت شروع کر دی۔ یہ ایک عام سی بات ہے جب کسی کو عام لوگوں کا اعتماد حاصل ہو جاتا ہے تو وہ دیانتداری پر قائم نہیں رہتا بے ایمانی کرنے لگتا ہے۔ ایک اچھے تھائی کو فیاض اور سخی مانا جاتا رہا ہے لیکن اب یہ خصوصیات موقوف ہو گئی ہیں ان کی جگہ لالچ اور خود غرضی نے لے لی ہے۔

کارن کیرن بھی کچھ اس طرز کا آدمی تھا اس کا کاروبار بڑھا اور اسے کم عرصے میں زیادہ دولت سیٹھنے اور امیر بننے کا موقع ملنے لگا تو اس نے اپنے گاؤں والوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا کم تولتا کم مانتا سود پر قرض دیتا املاک کے عوض جو رقم دیتا اس سے کئی گنا زیادہ وصول کرتا وہ کھڑی فصل کا سودا کر لیتا۔ عام کسان غریب اور کم وسیلہ ہوتے وہ چاول کی کھڑی فصل بہت کم دام پر کارن کیرن کے ہاتھ فروخت کر دیتے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کیلئے اس کے سوا ان کے پاس چارہ ہی کیا تھا۔ وہ کام چور تھے جوا کھیلنے کے رسیا اس لئے انہیں کارن کیرن سے قرض لینے کی احتیاج رہتی۔ وہ دھان خریدتے اور اگلی فصل آنے پر مع سود قرض چکانے کا وعدہ کر لیتے۔

اگر کوئی مئی کے مہینے میں ضرورت کا دھان لیتے تو دسمبر میں اس سے کئی گنا زیادہ واپس کرنے کے پابند ہوتے۔ کارن کیرن ان حیلوں سے گاؤں کا سب سے امیر شخص بن گیا۔ اس نے ایک چھوٹی سی رائس مل لگا رکھی تھی جو کچھ عرصے بعد درمیانے درجے کی مل بن گئی اس کی ایک بس بھی تھی جو گاؤں اور شہر کے درمیان دیہاتیوں کی آمد و رفت کا واحد وسیلہ تھی اس کے کھیت اور باغات بھی تھے اس نے مویشی بھی پال رکھے تھے اس نے اپنے لڑکے کی شادی پر ایسی شاندار دعوت کی جو مدتوں یاد رکھی گئی لیکن اس پر ناپ تول کر خرچ کیا گیا البتہ دکھاوے کا

عنصر نمایاں رکھا گیا۔

ہفتے کی صبح پیا اور ہیڈ ماسٹر، کارن کیرن کے گھر پہنچے تو وہاں برق لباس پہنے لوگوں کا جگمگنا دیکھا، ایک درخت پر دو لاؤڈ سپیکر بندھے تھے، جن سے تھائی موسیقی نشر ہو رہی تھی، راہب بھی موجود تھے، وہ دعائیہ کلمات پڑھنے میں مصروف تھے۔ ہیڈ ماسٹر اور پیا اس شامیانے میں پہنچے جہاں دولہا، دلہن اور کارن کیرن بیٹھے تھے۔ لوگ باگ پہلے تو چپ سادھے بیٹھے تھے، پھر آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے بولنے لگے، یوں کھسر پھسر شروع ہو گئی، سب کو پیا کے بارے میں کرید تھی کہ وہ کون ہے اور یہاں کیسے آیا ہے، جب انہیں پتہ چلا کہ یہ گاؤں کے سکول کا نیا استاد ہے تو سب مطمئن ہو گئے۔

دولہا، پیا کی عمر کا نوجوان تھا۔ وہ شکل و صورت سے بد معاش لگتا تھا، جب راہبوں کو نذرانے گزارے جا چکے تو دولہا نے پیا کو کچھ ایسے انداز سے دیکھا، جیسے وہ اسے پہلی ملاقات سے ہی اپنا دشمن سمجھ بیٹھا تھا، لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو جانتے تک ہی نہیں تھے۔ دلہن 8 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک بڑے گاؤں کی رہنے والی تھی۔ دولہا کا خاندان اس کے خاندان سے زیادہ امیر تھا۔ دعوت دولہا کے گھر ہو رہی تھی اور وہ مسلسل دلہن کو دیکھتا جا رہا تھا۔

راہب نذرانے وصول کر کے رخصت ہوئے، اب دوسری رسوم کا آغاز ہوا، ایک بہت بڑی طشتری لائی گئی، اس میں پھول، زیبائشی اشیاء، ابلے ہوئے چاول، انڈے، شراب کی بوتلیں اور دو لہا اور دلہن کی کلائیوں کو باہم باندھنے کیلئے مقدس دھاگہ دھرے تھے، شادی کی رسم ادا ہونے لگی۔ ایک عمر رسیدہ شخص نے مقدس کلمات پڑھنے شروع کئے۔ دولہا اس کے سامنے مودب بیٹھا تھا، اس کے عزیز واقارب، دوست اور مہمان اس کے پیچھے دائرہ باندھے، ہاتھوں کو دعا کے سے انداز میں اٹھائے ہوئے تھے۔ نکاح خواں نے سب دیویوں اور دیوتاؤں کو پکارا اور کہا کہ دولہا اور دلہن شادی کے بندھن میں بندھ گئے ہیں، ان کا خاندان پھلے پھولے گا اور زندگی کی مسرتیں سمیٹے گا۔ سبھی تو اس دعا میں شریک ہو گئے، ان کی آواز گونجنے لگی، پیا کو اپنا بچپن یاد آیا، جب سات آٹھ برس کی عمر میں وہ ڈوبتے ڈوبتے بچا تھا تو اس کی ماں نے اس خوشی میں دعوت کا اہتمام کیا تھا اور اس طرح کی دعائیں پڑھی گئی تھیں، نکاح خواں نے طباق میں سے ایک انڈا اٹھایا، اس کے دو ٹکڑے کئے اور دولہا کو دیئے کہ ایک دلہن کو کھلائے اور ایک خود کھا

لے۔ پہلے وقتوں میں دولہا اور دلہن کی کلائیوں کو صرف دھاگہ باندھتا جاتا تھا لیکن اب دس بیس بلکہ ایک سو تک کی مالیت کے بینک نوٹ بھی باندھے جاتے ہیں جس کو جتنی توفیق ہو اسی کی رعایت سے بینک نوٹ باندھ لئے جاتے ہیں۔ یہ سب پیسے دولہا اور دلہن ہی کے پاس رہتے ہیں والدین کو نہیں ملتے نہ وہ شادی کے مصارف کے طور پر لینے کا حق جتاتے ہیں۔ دھاگے باندھنے کی رسم شروع ہوئی تو پکارا جانے لگا آئیے دھاگے باندھیے مہمان ایک ایک کر کے آگے بڑھنے لگے کوئی صرف دلہن کی کلائی پر دھاگہ باندھتا، کوئی دونوں دولہا اور دلہن کو پیا بھی ہیڈ ماسٹر سے دھاگہ لیکر آگے بڑھا، دلہن پسینے میں نہائی ہوئی تھی اس کی پیشانی سے پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھیں پیا نے دلہن کی کلائی پر دھاگہ باندھتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں کہا ”آپ کو خوشیاں مبارک ہوں“ آنے والے دنوں میں آپ کو مزید خوشیاں ملیں آپ کی قسمت اچھی ہو دلہن نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا آپ کا شکریہ دونوں کو علم نہیں تھا کہ دولہا دونوں کو شک بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

اب باورچی خانے سے کھانے کی طعتریاں برآمد ہونا شروع ہوئیں مہمان چار چار اور پانچ پانچ کے گروپ میں بیٹھ کر کھانے لگے۔ پیا ہیڈ ماسٹر اور کھیا ایک گروپ میں بیٹھے وہ دولہا اور دلہن اور میزبانوں کے گروپ سے کچھ زیادہ دور نہیں تھے۔

ہیڈ ماسٹر نے میزبانوں سے پیا کا تعارف کرایا پیا نے احتراماً کہا مجھے اپنا بیٹا سمجھیں۔ کارن کیرن نے کہا ”تم کسی قسم کا فکر نہ کرو یہاں سبھی لوگ آپ سے محبت کریں گے تھٹ کارن بولا امید ہے کہ آپ طویل عرصے تک ہمارے ساتھ رہیں گے؟ لیکن ہم سے پہلے آنے والے استادوں میں سے کوئی بھی زیادہ عرصہ یہاں نہیں ٹھہرا۔

دعوت زور پکڑتی گئی پیا کو ایک کے بعد دوسرا جام پیش کیا جاتا رہا۔ مہمان جی بھر کر شراب پی رہے تھے کئی ایک مدہوش ہو گئے۔ بظاہر یہ دوستی کا اظہار تھا لیکن پیا نے سوچا یہ خودکشی نہیں تو اور کیا ہے۔ پیا کی آنکھیں بند ہونے لگیں تو اس نے الوداع کہی اور وہاں سے نکل گیا۔ ہیڈ ماسٹر بھی پیچھے ہی رہ گیا۔

باب 5

تقرر کے بعد کے دس ہفتوں میں پیا نے محسوس کیا کہ سکول سے متعلق ساری ذمہ داریاں اس کی ہو کر رہ گئی ہیں۔ ہیڈ ماسٹر یا تو ڈسٹرکٹ آفس گیا ہوتا یا مقامی ہیڈ ماسٹروں کے اجلاس میں شرکت کر رہا ہوتا یا کوئی اور مصروفیت نکل آتی اور وہ سکول سے غائب ہو جاتا یا پھر تاش کی بازی لگ جاتی، جس میں اس کا جانا ضروری سمجھا جاتا۔ ایک دن کھیو بولا ”ہیڈ ماسٹر ہمیں کچھ زیادہ نہیں پڑھاتے، ماضی میں ساتھرن اور نیفا پڑھاتے رہے ہیں لیکن ہیڈ ماسٹر یا تو ضلعی دفتر گئے ہوتے ہیں یا تاش کھیل رہے ہوتے ہیں، کبھی کسی نے انہیں دیکھا ہے؟ ہاں میں نے دیکھا ہے سکول کے پاس تو جوا کھیلا جاتا ہے۔ وہاں تو اندھے کو بھی ہیڈ ماسٹر نظر آ جاتا ہے۔ پیا نے یہ سن کر کیا سوچا اس کا کسی کو علم نہیں۔

پیا نے ناشتہ جلد کر لیا، اس نے ہیڈ ماسٹر کا انتظار نہیں کیا، اس نے بطخ کے انڈے ابا لے، انہیں مچھلی کے گوشت میں اچھی طرح ملایا اور پھر چاول کے ساتھ یہ سالن چسکے لے کر کھایا۔ دوپہر تک اس کا پیٹ بھرا رہا۔ ناشتہ کرتے ہی وہ سکول کی طرف بھاگا، سات بجے کے قریب وہ سکول پہنچا تو اس وقت تک کئی طالب علم وہاں آچکے تھے، اس نے انہیں سکول کے گرد کی گراؤنڈ صاف کرنے پر لگایا۔ کمروں سے ردی کا غذا اور دوسری گری پڑی چیزیں اٹھوائیں، کرسیاں اور ڈیسک صاف کرائے، یہ سارا کوڑا کرکٹ، پہاڑی سے نیچے گرا دیا گیا۔ صفائی ہو چکی تو اس نے لڑکوں کو اکٹھا کیا، انہیں بیٹھنے کیلئے کہا اور انہیں کہانیاں سنانے لگا۔ یہ اس کا روز کا معمول بن گیا تھا۔ وہ لڑکوں کو کہتا اب جاؤ کھیلو کو دو۔

پیا نے محسوس کیا کہ کہانیاں سننے کے شائقین لڑکوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، کئی لڑکے جو صفائی کرنے سے گھبراتے، وہ کہانیاں سننے کے وقت آ موجود ہوتے۔ کہانیوں کے دور ختم کرنے کے

بعد پیا نے طلباء کو گانے پر لگانا شروع کیا پہلے پہل وہ اپنی پسند کے گیت گاتے رہے پھر نئے گیت سیکھتے گئے۔ انہوں نے سر سے سر ملا کر گانا شروع کر دیا۔ اس سے عجب سماں بندھ جاتا۔ پیا نے انہیں کئی کھیل بھی سکھا دیئے۔ کھیلنے کے بعد سب لڑکے ہاتھ منہ دھوتے اور پرچم کشائی کی رسم ادا کرنے کیلئے قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ ہفتے عشرے میں بچے صبح کی دلچسپیوں میں شرکت کیلئے سکول جلد آنے کے عادی ہو گئے پیا کو بچوں کا اس کی سکھائی ہوئی دھن میں اکٹھے گانا اچھا لگتا گیت بچوں کو آپس میں پیار کرنا لوگوں کے کام آتا ملک کی بہتری کا دھیان رکھنا سکھاتے۔ پیا نے بچوں کو سلیقے سے اٹھنا بیٹھنا اور اچھے اطوار اختیار کرنا بھی سکھا دیئے۔ ایک صبح ہیڈ ماسٹر نے اس سے کہا کہ تم جیسا استاد پاکر مجھے بہت اطمینان ہو گیا ہے۔ اس کے لہجے میں وہی شفقت تھی جو باپ کو اپنے بیٹے سے ہوا کرتی ہے۔ ہمارے گاؤں کے بچے بڑے ہونہار ہیں۔ وہ بلاوجہ سکول سے غیر حاضر نہیں ہوتے تم انہیں اپنے ڈھب پر لے آئے ہو کوشش جاری رکھو اس کا اچھا نتیجہ نکلے گا۔ پیا نے کہا کہ کہ بچے جلد سکول آنے لگے ہیں اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ ان کا کھیل کود میں دلچسپی لینا تعلیم سے ان کی رغبت بڑھانے کا وسیلہ بن رہا ہے۔ ان کے ماں باپ بھی خوش ہیں کہ ان کی اولاد پڑھنے لکھنے میں مشغول ہو گئی ہے۔ وہ چھٹی کے بعد جب گھر جاتے ہیں تو اپنے ماں باپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہفتہ اور اتوار کو بھی سکول جانا چاہتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا سے کہا کہ وہ اس کا سائیکل لیکر اس کی ضروری مرمت کرائے یہ سائیکل اس نے مدرس بننے وقت خریدا تھا بعد میں موٹر سائیکل خرید لیا تو اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اس کا فریم اچھی حالت میں ہے۔ ٹائر ٹیوب چاہئے ہوں گے۔ پیا نے ہیڈ ماسٹر کا شکریہ ادا کیا وہ کئی دنوں سے سائیکل دیکھ کر اسے کام میں لانے کا سوچ رہا تھا لیکن ہیڈ ماسٹر سے کہتے ہوئے جھجک محسوس کرتا تھا۔

پیا نے سائیکل کے نئے ٹائر ٹیوب خرید لئے، کاٹھی بھی نئی لے لی، بریک بھی ٹھیک کرا لئے اب اسے پیدل چلنے یا ہیڈ ماسٹر کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں رہی تھی اس کے پاس اپنا سائیکل تھا۔

پیا کو اکثر ایک آدمی سکول کی گراؤنڈ کے قریب کھڑا نظر آتا ایک صبح پیا نے بچوں سے پوچھا کہ وہ اس آدمی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟ بچوں نے کہا کہ جناب یہ کارن کیرن ہے لوگ اسے پاگل کہتے ہیں۔ بچے گیت گانے میں مصروف رہے جیسے ہی انہوں نے گانا بند

کیا کارن کیرن وہاں سے چلا گیا اور درختوں کے جھنڈ کے پیچھے غائب ہو گیا۔ آٹھ بجے کے بعد ہیڈ ماسٹر آیا، اس نے موٹر سائیکل کھڑا کیا اور کہنے لگا، ہمارے ہاں نئی استاد آرہی ہے، پیانے پوچھا وہ کون ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ وہ میری بھتیجی ہے، وہ بھی شاید تمہارے ساتھ ہی امتحان دیکر کامیاب ہوئی ہے۔ اسے ایک سرحدی گاؤں کے سکول میں بھیجا گیا، اس کے باپ نے اس کے تبادلے کی درخواست کی، جس پر اسے یہاں بھیج دیا گیا ہے۔ پیانے سوچا اچھا ایک استانی آرہی ہے، اس نے اپنی آمد کی اطلاع بس ڈرائیور کے ذریعے بھجوائی تھی لیکن ڈرائیور مجھے دینا بھول گیا۔ آج ہی پتہ چلا ہے کہ وہ آرہی ہے۔ پیانے دن بھر پریشان رہا کہ استانی کے آنے کے بعد وہ کہاں رہے گا، استانی کو تو اپنے چچا کے ہاں ہی ٹھہرنا ہوگا۔ گھر میں ایک ہی فاضل کمرہ تھا جس میں پیارہا تھا، جواب استانی کو مل جائے گا۔ ظاہر ہے پیانے کو اپنے رہنے کیلئے کوئی اور انتظام کرنا ہوگا، اگر اسے ہیڈ ماسٹر ہی کے ہاں رہنا پڑا تو وہ باہر برآمدے میں سویا کرے گا۔ یہ ناممکن تو نہیں تھا لیکن مشکل ضرور تھا۔

ایک لڑکا بولا، انسان کیلئے وہ کون سی چار چیزیں ضروری ہیں؟ پیانے نے کہا کہ بیماری سے بچنے کیلئے خوراک، کپڑے، مکان اور دوائی دارو چاہئے ہوتا ہے۔

ان میں سے کون سی چیز سب سے زیادہ ضروری ہے؟

میں یہ نہیں بتاؤں گا، تم خود سوچو کہ کون سی چیز سب سے ضروری ہے۔ پیانے چاہتا تھا کہ بچوں میں غور و خوض کی عادت پیدا ہو اور وہ خود سوچ کر فیصلہ کریں کہ کون سی چیز ضروری ہے اور کون سی غیر ضروری یا کم ضروری۔

”دوائیں“ ایک بچے نے کہا،

”وہ کیوں“ پیانے نے پوچھا

”اس لئے کہ میری ماں بیمار ہے“

پیانے سوچا کہ اصل ضرورت، سر پر سائے کی ہے۔

دو پہر کو کھانے کا وقفہ ہوا تو پیانے نے ہیڈ ماسٹر سے اپنی رہائش کا مسئلہ چھیڑا اور کہا کہ آپ کی بھتیجی آرہی ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ رہیں گی، میرے لئے بہتر یہی ہے کہ رہائش کا کوئی متبادل انتظام کر لوں، کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں سکول ہی میں سویا کروں؟

ہیڈ ماسٹر الجھن میں مبتلا ہو گیا، تم سکول میں کیسے رہ سکتے ہو یہاں تو کوئی کمرہ بھی نہیں، تم میرے گھر، میرے ساتھ ہی رہو، مسئلے کا کوئی حل نکال لیں گے۔

پیا نے ساتقرن کے جھونپڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہاں کوئی نہیں رہتا، بس وہاں رہ لوں گا۔ بچوں نے مجھے بتایا کہ ساتقرن نے یہ کمرہ بنایا تھا لیکن اس کا تبادلہ ہو گیا، جس سے یہ ویران پڑا ہے، اس کی چھت ڈالنا پڑے گی اور ایک دیوار چھنا ہوگی، یہ میں کرالوں گا۔ یہ کمرہ ہے بھی سکول کے قریب، یہاں رہ کر میں سکول کیلئے بہتر کام کر سکوں گا۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ تم کہیں اور رہنے کا سوچو اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ ایک الجھن میں ڈال لو۔

میں خود بھی، آپ کے پاس بڑے آرام سے رہ رہا ہوں، مجھے آپ کے پاس رہ کر جتنا آرام ملا ہے اتنا شاید اپنے گھر میں بھی نہ ملتا۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں ساتقرن کا کمرہ ٹھیک کرانے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں لیکن یہ بستی سے الگ تھلگ اجاڑ جگہ ہے۔ رات کے اندھیرے میں تمہیں یہاں رہتے ہوئے ڈر لگے گا۔ ہیڈ ماسٹر چاہتا تھا کہ پیا کہیں اور رہنے کا خیال دل سے نکال دے۔

چھٹی ہوئی تو پیا اپنے سائیکل پر لنگ کارن کیرن کی دکان پر پہنچا، جہاں سے اس نے کچھ کیل اور تار خرید لئے، ہیڈ ماسٹر کے گھر سے ہتھوڑا، چھت ڈالنے کیلئے سر کے بنڈل لئے، پھر ہیڈ ماسٹر اور لڑکوں کے تعاون سے چھت ڈالنی شروع کی، پانچ بجے تک انہوں نے کام مکمل کر لیا۔ بس آج اتنا ہی کافی ہے، باقی کام کل کر لیں گے، چلو گھر چلتے ہیں۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا سے کہا، لیکن وہ بولا میں رات یہی رہوں گا۔ ”کیا کہا“ یہاں رہو گے، ہیڈ ماسٹر نے حیرت سے کہا، مجھے یہاں رات بسر کیلئے کسی نجومی سے پوچھنے اور فال نکلوانے کی ضرورت نہیں۔ بس ایک گدا، ایک سرہانہ درکار ہے۔ ہاں یہاں سو سکتا ہوں، پیا نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

اچھا تمہاری مرضی، ہیڈ ماسٹر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ گھر تو چلو کچھ کھاپی لو، واپس آتے ہوئے گدا اور سرہانہ لیتے آنا، تمہیں اور بھی بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوگی۔

”پیا نے ہیڈ ماسٹر سے اتفاق کرتے ہوئے کہا جب تک میں کھانے پینے کا انتظام نہیں کر لیتا، کھانا آپ کے ہاں کھا سکتا ہوں؟

باب 6

ہر کارے نے راہب خانے کے باہر صدا لگائی کہ خط آیا ہے لے لیں، یہ مورنگ لنگ کے نام تھا، اس میں پیانے اپنے قابل احترام چچا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا ”میں یہاں بہت مصروف رہا، بے تحاشا کام کرنا پڑا، رہنے کا مسئلہ تھا لیکن اب آرام سے رہنے لگا ہوں، سکول کے پاس ہی ایک جھونپڑا تھا میں نے اس کی مرمت کر لی ہے، یہاں ہی رہتا ہوں، کھانا بھی خود ہی پکا لیتا ہوں۔ ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے۔ بطخ کے انڈے، مچھلی اور دوسری چیزیں دیہاتیوں سے خرید لیتا ہوں۔ چاول، مرچ، مصالحے، سبزی، سبھی کچھ میسر ہے۔ مرغیاں پالنے کا ارادہ ہے، گاؤں والوں کے ساتھ میرے تعلقات بہت اچھے ہیں، یہاں کے لوگ امن پسند ہیں۔ تعلیم میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابھی تک کسی سے کوئی اختلاف یا تنازع نہیں ہوا۔ ہمارے سکول میں ایک نئی استانی تعینات ہوئی ہے۔ اس طرح تین کا عملہ ہو گیا ہے۔ نوے طلباء اور طالبات کیلئے اتنے ہی استاد چاہئیں، میں درس تدریس میں پورے انہماک کے ساتھ مصروف ہوں۔ بچوں کی تعلیم اور تربیت بھی کرتا ہوں اور انہیں اچھے اور برے کی تمیز بھی سکھاتا ہوں، انہیں اچھا شہری بنانے کا ارادہ ہے۔ مجھے پہلی تنخواہ مل گئی ہے جو میری ضرورت کیلئے کافی ہے۔ کچھ بچ بھی جایا کرے گی۔ جولائی کے اواخر میں بنکاک آؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اور راہب خانے کے دوسرے ارکان خوش و خرم ہوں گے۔

بہت سے احترامات کے ساتھ آپ کا بھتیجا پیا

اس وقت نو جوان استاد اپنے جھونپڑے کے پاس کی زمین کو ہموار کرنے میں لگا ہوا تھا، وہ یہاں سبزیاں اگانا چاہتا ہے، کیا اس ریتلی زمین میں سبزیاں اگ سکیں گی، کسی نے پیچھے سے کہا، اس نے مڑ کر دیکھا تھٹ مسکرا رہا تھا۔ سبزیں پلاسٹک کی نہیں بنتیں، انہیں پانی بھی

چاہئے ہوتا ہے۔ میں بس شوقیہ طور پر سبزیاں بونا چاہتا ہوں، یہ اگتی ہیں یا نہیں، اس کا مجھے علم نہیں لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی تو اچھا نہیں، کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہئے۔ ”ہاں ہاں تم کرتے رہو لیکن میرا نہیں خیال کہ تمہاری محنت سے کچھ حاصل ہوگا، تم کامیاب ہوئے تو واجب احترام تسلیم ہو گئے، یہ کہتے ہوئے تھٹ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

دیہاتی، پیا کی کوششوں کا نتیجہ دیکھنے کے خواہشمند تھے۔

پیانے سکول کی بنیادوں سے نکلنے والی مٹی کو ہموار کر لیا تھا، وہ رہتی ضرورتی لیکن پیا نے آس پاس کے کھیتوں کی مٹی اور مال مویشی کے گوبر ڈال کر زمین کو سبزیاں اگانے کیلئے تیار کر لیا تھا، اب مسئلہ پانی کا تھا، گاؤں کے دو کنویں تھے، ایک کارن کیرن کے گھر کے قریب سڑک کے کنارے اور دوسرا گاؤں سے باہر دوسری جانب تھا۔ یہ سکول سے کوئی آدھا کلومیٹر فاصلے پر تھا۔ پیا کے جھونپڑے سے تین سو میٹر دور وہاں سے پانی لانا خاصا مشکل کام تھا۔ پیا نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے جھونپڑے کے قریب نیا کنواں کھودے گا لیکن وہ اکیلے یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ پرانے دتوں میں گاؤں کے لوگ مل کر یہ کام کیا کرتے تھے، اس طرح کے کام کرنے والوں کو یقین ہوتا تھا کہ وہ نیکی کر رہے ہیں۔ اکثر کہا جاتا کہ کنواں کھودنا اور سرانے تعمیر کرنا لوگوں کی خدمت کرنے کے مترادف ہے۔

اس علاقے میں تین قسم کے کنویں بنائے جاتے ہیں۔ ایک میں کوئی پانچ میٹر کھدائی کی جاتی ہے، جب پانی آجائے تو کھدائی روک دی جاتی ہے، ان کنویں کا دہانہ دو میٹر ہوتا ہے۔ بارش کے دنوں میں مٹی بہہ کر ان کنویں کو بند کر دیتی ہے۔ دوسری طرز کے کنویں میں مٹی کا بہاؤ روکنے کیلئے لکڑی کے تختے کھڑے کئے جاتے ہیں۔ یہ کنویں تادیر کام دیتے ہیں۔ تیسری قسم کے کنویں میں سیمنٹ کے بنے ہوئے سلنڈر استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ پانی کی سطح سے لیکر اوپر تک ہوتے ہیں۔ دیر پا ہونے کے باعث کنویں کو بند نہیں ہونے دیتے۔

پیا کے جھونپڑے کے قریب جو کنواں کھودا گیا وہ پانچ میٹر گہرا تھا اور اس میں لکڑی کے تختے لگائے گئے تھے۔ بارش کے دنوں میں اس میں پانی اوپر تک آ جاتا لیکن خشک موسم میں تہہ تک رہ جاتا، بس یوں سمجھ لو گھٹنے گھٹنے پانی رہتا۔ پانی بھرنے کیلئے آنے والوں کو اپنی باری کا خاصا انتظار کرنا پڑتا، پانی نکالنے کیلئے ڈول استعمال کیا جاتا، اس کا استعمال بھی مہارت کا طالب تھا،

ورنہ ڈول کنویں میں ہی رہ جاتا۔ ایک شام پیا پانی لینے کنویں پر آیا وہاں موجود نو جوان لڑکیوں نے اسے دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا، ایک عورت جو ذرا پرے کھڑی تھی کہنے لگی تم اکیلے رہتے ہو تمہیں کسی ساتھی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، عورت نے اسے بڑا بھائی کہہ کر پکارا، پیا مسکرا دیا۔ وہ لڑکیوں سے کبھی گھلا ملا نہیں تھا، اسے ہنسا دیکھ کر سبھی لڑکیاں کھل کھلا کر ہنسنے لگیں۔

میں چاہتا ہوں کہ کوئی میرے لئے پانی بھر لائے مجھے کھانا پکا دے لیکن اس ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں میرے ساتھ کون رہنا پسند کرے گا؟ اس نے لڑکیوں کو چھیڑتے ہوئے کہا، تم جیسی خوبصورت لڑکیوں کیلئے لکڑی کے بنے ایسے گھروں میں رہنا ہی اچھا لگتا ہے، جن کی چھتیں پختہ ہوں اور لوہے کی چادروں سے بنائی گئی ہوں، میرے ساتھ گھاس پھوس کے جھونپڑے میں رہنا پسند کرنے والی کوئی بھلی مانس ہی ہوگی، مجھ غریب استاد پر اس کا بڑا کرم ہوگا۔

تم لوگوں کو پانی بھرنے اتنی دور آنا پڑتا ہے، کیا ایک نیا کنواں کھودنا بہتر نہ ہوگا، پیا نے لڑکیوں سے پوچھا۔

وہ بولیں گاؤں کے پاس کا کنواں کبھی صاف نہیں ہوا، ہر طرح کے مال مویشی، کتے بلی، بطنخیں اسے خراب کرتے رہتے ہیں۔

پیا نے کہا اس کا پانی نہ پیئیں، سبزی اگانے کیلئے استعمال کر سکتے ہیں۔

لیکن ہمارے بڑے اس کی اجازت نہیں دیتے، ایک لڑکی بولی۔

پیا نے اپنے ڈول کنویں کے کنارے لادھرے، ہر کنویں کی طرح وہاں بھی کچڑ ہو رہا تھا، پیا نے دیکھا کہ ایک پتلی کمر والی دھان پان سی لڑکی نے پانی کا ایک بڑا سا ڈول آسانی سے ہینچ لیا، وہ اپنی باری لینے آگے بڑھا تو اس خوش شکل لڑکی نے کہا ”لاؤ میں تمہیں پانی بھر دیتی ہوں“ کل تم نے اپنا ڈول کنویں میں ہی کھود دیا تھا، اسے نکالنا آسان نہیں ہوتا، یہ کہتے ہوئے لڑکی نے ڈول کنویں میں لٹکا دیا، لڑکی کی سہیلیاں یہ دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ انہوں نے کہا کہ دونوں کی جوڑی اچھی رہے گی، پانی نکالنے والی لڑکی کے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑ گئی، اس نے ایک کے بعد دوسرا ڈول کنویں میں ڈال دیا۔ پیا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے گرد جمع ہونے والی لڑکیوں کو دیکھ کر مسکرانے لگا، اس نے ایک ایک کر کے سب کے نام گنوا دیئے۔ وہ حیران تھیں کہ چند ہی دنوں میں اس نے ان کے نام معلوم بھی کر لئے اور یاد بھی پانی بھر کر دینے والی لڑکی

ناپورم کو اپنا نام سن کر عجب سا لگا تھا لیکن جب پیا کے منہ سے دوسری لڑکیوں کے نام سنے تو اسے قدرے اطمینان ہو گیا۔

پیا نے پانی کے بھرے دونوں ڈول پیٹگی پر لٹکا کر کندھے پر رکھ لئے اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا، کئی برسوں کے بعد اسے ایسی مشقت کرنا پڑ رہی تھی اس لئے وہ چلنے میں دشواری محسوس کر رہا تھا۔ بچپن میں وہ گھر کے قریب کھیتوں میں پانی ڈالتا رہا تھا لیکن اب وہ بھول گیا تھا۔

جب وہ دور جا چکا تو لڑکیاں اس کے بارے میں باتیں کرنے لگیں۔ ایک بولی میرا خیال ہے کہ پیا کی کوئی گرل فرینڈ ضرور ہے۔ دوسری نے کہا کہ ہم نے کسی استاد کو اس طرح پانی بھرتے نہیں سنا، گاؤں کے لوگ کسی استاد کو مشقت کرتے اچھا نہیں سمجھتے۔ استاد سرکاری افسر ہوتے ہیں ان کیلئے جسمانی مشقت کرنا مناسب نہیں۔ اسے کام کرتے دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ وہ کسی شاگرد کو اپنے پاس ٹھہرا لے روزمرہ کے کام کاج سے تو اسے نجات مل جائے گی، کم سے کم وہ اس کیلئے پینے اور نہانے کیلئے پانی تو لے آیا کرے گا۔ سرخ گالوں، لمبے کالے بالوں والی لڑکی ناپورم نے کسی کی طرف دیکھے بغیر اس رائے کا اظہار کر دیا۔

پھر تم کیوں جا کر اس کی خدمت نہیں کرتیں۔ ایک لڑکی نے ناپورم سے کہا، شرم کرو کیا باتیں کرنے لگی ہو یہ کہہ کر اس نے پانی کے ڈولوں کی پیٹگی کندھے پر دھری اور کہا چلو اندھیرا ہو رہا ہے۔

ہیڈ ماسٹر کی بھیجی ڈانگ ڈانگ ڈانگ کے آنے کے بعد پیا کیلئے پڑھانا قدرے آسان ہو گیا، اب اس کیلئے چاروں جماعتوں کی دیکھ بھال کرنا ضروری نہیں رہ گیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے ڈانگ ڈانگ کو دوسری جماعت کا چارج دے دیا۔ پیا تیسری اور چوتھی جماعت پڑھاتا رہا، اب اسے پہلی اور دوسری جماعت کی فکر نہیں رہی تھی۔

ایک روز ڈانگ ڈانگ نے ڈسٹرکٹ سنٹر جانے کا عندیہ ظاہر کیا، جس پر پیا نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس ہفتے اپنے گھر میں جائے گی۔ اس نے بتایا کہ گاؤں کے سکول میں اس کا تقرر عارضی ہے۔ مجھے شہر تبادلہ کرانا ہے، میں کئی برسوں تک اس دیہی علاقے میں نہیں رہ سکتی۔ ہفتے کی شام ہیڈ ماسٹر اور پیا گاؤں کے کھیا کے گھر ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائے

بیٹھے تھے اور ہیڈ ماسٹر نے تمباکو پتہ لیکر اس کا سگریٹ بنایا اور لالٹین سے لگا کر اسے سلگا لیا۔ وہ چاند رات تھی، اس لئے روشنی کا اضافی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ کھیا نے پیا سے کہا کہ تم کو سکول کے قریب جھونپڑے میں رہتے ہوئے ڈر نہیں لگتا، بدروہیں تو تمہیں نہیں ستاتیں، لیکن جب سے موٹر گاڑیوں کا شور ہوا ہے بدروہیں جنگلوں کی طرف بھاگ گئی ہیں۔ دیہاتی ایک ایک کر کے آرہے تھے۔ کھیا گھر کے اوپر سے لوگوں کا نام لے لیکر پکارتا، بھیی اوپر آتے جاؤ۔ گھٹی ایک بار پھر بجائی گئی، مطلب یہ تھا کہ گاؤں والے جلد آ پہنچیں، آدھا گھنٹہ گزر گیا، پانچ سے زیادہ آدمی جمع نہیں ہوئے۔ کل ملا کر پچیس افراد تھے، ان میں زیادہ تر تعداد خاندانوں کے سربراہوں کی تھی۔ کھیا نے پوچھا کیا کارن کیرن آگئے ہیں؟ وہ نہیں آئے تو پھر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، نہیں آئے تو پھر نہیں آئیں گے لیکن میں نے اسے کار میں جاتے دیکھا ہے وہ شاید صوبائی دفتر گیا ہے۔ کھیا نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ گاؤں میں کیا ہے کہ سیامنگ کورن اکثر یہاں آتا رہتا ہے۔ یہ سیامنگ کورن کون ہے، پیا نے ہیڈ ماسٹر سے سرگوشی میں پوچھا۔

وہ ایک امیر سوداگر ہے اس کے کئی کاروبار ہیں۔ ہوٹل ہیں، ملیں ہیں اور خدا جانے اور کیا کچھ ہے، آج کی میٹنگ دو تین معاملات طے کرنے کیلئے بلائی گئی ہے، سب سے اہم مسئلہ سکول کی عمارت تعمیر کرنے کا ہے۔ ہیڈ ماسٹر اور پیا نے مجھ سے میٹنگ بلانے کیلئے کہا تھا، جب سے سکول راہب خانے سے منتقل ہو کر یہاں لایا گیا ہے اس کی عمارت بنانے کا معاملہ لڑکا ہوا ہے۔ اس پر خاصا روپیہ اور وقت ضائع کیا جا چکا ہے، اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سکول کی عمارت تعمیر کرے۔ ہیڈ ماسٹر کو بھیجا جائے کہ وہ جا کر حکومت سے کہے کہ عمارت کی تعمیر کیلئے ضروری ساز و سامان اور سرمایہ درکار ہے، دوسرے دیہات میں حکومت نے سکولوں کی عمارتیں بنوائی ہیں، سکول کی عمارتیں تعمیر کرانا اساتذہ کی ذمہ داری ہے۔ سکول ان کیلئے وہی درجہ رکھتے ہیں جو چاول کے کھیت کا شکاروں کیلئے ہیڈ ماسٹر سے پوچھیں کہ ان کی کیا رائے ہے، اگر وہ نہیں بتانا چاہتے تو پیا سے پوچھیں۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ دراصل یہ خیال پیا کا ہی ہے۔ پیا سنہل کر بیٹھ گیا اور دھیمے لیکن واضح لہجے میں بولا، دوستو آپ نے جو کچھ کہا صحیح ہے لیکن یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ سکول نہ تو استادوں کی ملکیت ہے اور نہ کسی ایک شخص کی۔ یہ دیہات میں رہنے والے سبھی لوگوں کی ملکیت ہے، ان کے بچوں اور ان کے بعد آنے والے

بچوں کو یہیں لکھنا پڑھنا سیکھنا ہے۔ استادوں کا رویہ بچوں کے معاملے میں غیر جانبدار ہوتا ہے۔ سکول کی عمارت اچھی ہو تو بچے آسودگی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ استادوں کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے لیکن سکول وہیں رہتے ہیں رہا ان کی تعمیر کا معاملہ تو یہ ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے۔ حکومت کی امداد بھی ضروری ہے لیکن اس میں برسوں لگ جاتے ہیں انتظار میں بیٹھے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پیر چلائیں۔ ایک آواز آئی، اگر سب کام ہم ہی کو کرنے ہیں تو حکومت کا کیا کام ہے اس پر بحث چھڑ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ آخر میں کھیا بولا ”لگتا ہے کہ ہم سکول کی عمارت تعمیر کرنے پر متفق نہیں، وہ نئے بجٹ کے آنے تک کا انتظار کریں گے۔ اس دوران جیسا تیسرا سکول میسر ہے اسی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ دریں اثنا ہیڈ ماسٹر خاموش بیٹھا رہا، وہ نہ بولا نہ کسی رائے کا اظہار کیا۔ پیا مایوس تھا، اس کی درخواستیں بے اثر ثابت ہوئی تھیں اس نے اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ وہ دیہی استاد کی حیثیت میں اپنے فرائض پوری دیانتداری اور تندہی سے ادا کرتا رہے گا۔

.....☆☆☆.....

باب 7

جولائی کا مہینہ ختم ہونے کو آیا لیکن بارشیں نہیں ہوئیں، پودے مرجھانے لگے تھے، بہت سے کاشتکاروں نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے فصل ابھی تک نہیں بوئی تھی، ان میں سے کئی ایک لوگ اپنی روزمرہ کی غذائی ضرورت پوری کرنے کیلئے کارن کیرن سے چاول مانگنے پر مجبور ہو گئے تھے ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا کہ اگلی فصل آنے تک وہ قرض ادا کر سکیں گے یا نہیں۔

گاؤں والوں نے سکول کی عمارت تعمیر کرنے سے معذوری ظاہر کر کے پیا کو بہت بدل کر دیا۔ اس نے اپنی تمام تر توجہ سبزیاں اگانے پر مرکوز کر لی۔ اسے زراعت پر چھپی کتابوں سے نئی اقسام کی سبزیاں اگانے کا خیال آیا، چنانچہ اس نے مزید زمین تیار کی، اس میں بیج ڈالے، جب وہ بوئے اور نئے پودے کھلے تو وہ انہیں بڑی دلچسپی سے دیکھتا، کئی پودے گرمی کی شدت برداشت نہ کر سکے اور مرجھا گئے، جو بیج گئے انہیں کیڑے مکوڑوں نے کھا لیا۔ پیا کو اپنی محنت رائیگاں جانے پر سخت مایوسی ہوئی، اس نے پانی کی کمی دور کرنے کیلئے کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ دور سے پانی لانا مشکل تھا، اس لئے سوچا قریب ہی کنواں کھود لیا جائے، کسی کو یقین نہیں آتا تھا کہ ایک تنہا شخص کنواں کھود سکتا ہے لیکن جنہوں نے پیا کو بچوں کی تربیت کرتے دیکھا تھا انہیں یقین تھا کہ وہ اکیلے ہی کنواں بھی کھود لے گا۔ پیا نے بچوں کو کھیل کود میں حصہ لینے، گیت گانے اور اچھے کام کرنے پر آمادہ کرنے میں جو کامیابی حاصل کی وہ اس کے عزم اور اسٹہاک کی آئینہ دار تھی، بارش کا موسم شروع ہونے والا تھا، بڑے بوڑھوں کو ایسے موسم میں کنواں کھودنے میں کوئی حکمت نظر نہیں آتی تھی۔ کارن کیرن واحد شخص تھا جس نے پودوں کو مرجھاتے دیکھ کر پیا کو مشورہ دیا کہ وہ ضرور کنواں کھودے، لوگوں کی باتوں میں نہ آئے۔

پیا نے اگلی صبح کئی لڑکوں کو کنواں کھودنے میں مدد کرنے کیلئے اکٹھا ہوتے دیکھا۔ ایک

لڑکا کھدے ہوئے گڑھے میں اتر گیا اور مٹی نکالنے لگا، وہ مٹی ایک ٹوکری میں ڈالتا جاتا جسے باہر کھڑے 3 افراد اوپر کھینچ لیتے۔ پیانے لڑکوں سے کہا کہ جو کام کرتے تھک جائے وہ خوشی سے اپنے گھر چلا جائے، ان کے ماں باپ کو شکایت ہے کہ استاد ان سے کام کراتے ہیں۔

ڈانگ ڈانے پیانے سے کہا کہ سکول کے سارے بچے تم سے پیار کرتے ہیں، تم اپنے لئے سبزیاں اگاتے ہو، اپنے لئے کنواں کھودتے ہو لیکن بچے اس سارے کام میں تمہارا ہاتھ بٹاتے ہیں، ان کی تم سے یہ محبت اور رفاقت دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔

”ڈانگ ڈا“ رشک کرنے کی کیا بات ہے، مجھے کئی چیزیں میسر نہیں جو تمہیں حاصل ہیں، پیانے یہ کہتے ہوئے ہیڈ ماسٹر کی طرف دیکھا، جس نے کہا تم کیا کہہ رہے ہو میں نہیں جانتا تمہیں کس بات کی تلاش ہے۔

مجھے مسرت چاہئے، اپنے لئے بھی اور دوسروں کیلئے بھی۔

ہیڈ ماسٹر نے موضوع بدلتے ہوئے کہا پیا شام ہونے کو آئی ہے میرے ساتھ گھر چلو کچھ کھاپی لینا۔ قریبی سکولوں کے تین استاد بھی آرہے ہیں۔ ہم اکثر ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ استانی ڈانگ ڈا بولی، آؤ پیا کھانا میں پکاؤں گی، پیانے کہا کہ تم چلو میں آتا ہوں، تھوڑی سی اور کھدائی ہوئی تو پانی آجائے گا۔

سورج غروب ہو رہا تھا، دلدلی پانی پر اس کی سرخ روشنی عجب نظارہ پیدا کر رہی تھی۔ پیا نے اپنا سائیکل لیا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر جانے کیلئے نکل پڑا، جب وہ پہنچا تو ہیڈ ماسٹر نے کہا ہم تمہارے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا کا دوسرے سکولوں کے استادوں سے تعارف کرایا، پیا انہیں سلام کرتے ہوئے ان کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا، سامنے شراب اور سوڈے کی بوتلیں پڑی تھیں، اسی اثنا میں ڈانگ ڈا باورچی خانے سے باہر آئی پیا کو دیکھ کر مسکرائی اور اسے خوش آمدید کہا، ہمارے لئے کیا پکا ہے، پیانے پوچھا، جواب ملا، ابھی نہیں بتاؤں گی، جو پکا ہے سب اس کے سامنے آجائے گا۔ یہ کہتے ہوئے وہ باورچی خانے میں واپس چلی گئی۔

ہیڈ ماسٹر نے بتایا کہ بھنا ہوا گوشت ہے، اس کا کچھ قیمہ بنا لیا ہے اور کچھ کو بھون لیا ہے۔ ڈانگ ڈا طشتری میں چائیں لیکر آئی اور بولی یہ سب کچھ میں نے پکایا اور تیار کیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر بولا، آج کل نوجوانوں کو اس میں کم ہی دلچسپی ہے کہ ان کی بیویاں کیا اور کیسا پکاتی ہیں، وہ تو صرف

یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں خوبصورت ہوں، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے پیا؟

پیا نے ایک چانپ اٹھائی اور اسے دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہا ”میں نے اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں سوچا، نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ بیوی کا انتخاب کس طرح کرتے ہیں۔

چانپ بہت لذیذ ہے۔ ایک مہمان نے گلاس میں شراب اور سوڈا ڈالا اور استانی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا یہ آپ کو پسند آئے۔ ڈانگ ڈا نے کہا میں بیڑ تو پی لیتی ہوں شراب سخت ہے، اس لئے اس سے اجتناب ہی کرتی ہوں۔ میرے والد گھر میں بیڑ رکھتے ہیں۔ ڈانگ ڈا نے تھوڑے سے تکلف کے بعد گلاس پکڑ لیا اور اپنے سامنے رکھ لیا۔ اسی دوران باہر موٹر سائیکل کی آواز آئی، جس کے بندہ ہوتے ہی ایک نوجوان گھر میں داخل ہوا، یوں لگتا تھا کہ وہ پہلے بھی آتا جاتا رہتا تھا، اس لئے اسے کہیں رکنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ ہیڈ ماسٹر نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا آؤ سم بیٹ، کئی دنوں بعد ملاقات ہو رہی ہے۔ سم بیٹ عام کمپاؤنڈر تھا لیکن لوگ اسے ڈاکٹر کہہ کر پکارتے اور اس کے علاج کو مفید بتاتے، اسے امیر بھی سمجھتے لیکن سم بیٹ کا کہنا تھا کہ وہ امیر ہوتا تو پرانی موٹر سائیکل کی جگہ اس کے پاس موٹر کار ہوتی۔ پیا کی ڈاکٹر میں دلچسپی بڑھ گئی، گاؤں کے غریب لوگ اس پر اعتماد کرتے، اس سے ادھار دوائی لیتے، ہیڈ ماسٹر نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ اکثر یہاں آتا جاتا ہے۔ مریض دیکھنے آتا ہے یا اس کے آنے کا کوئی اور سبب بھی ہے؟ بعض کا خیال تھا کہ ڈاکٹر کے کسی لڑکی سے تعلقات ہیں لیکن وہ کون ہے؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا، پیا پر نیند کا غلبہ دیکھ کر ہیڈ ماسٹر نے پوچھا کیا وہ گھر جانا چاہتا ہے، پیا نے اثبات میں جواب دیا اور مہمانوں کو الوداع کہنے کیلئے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے، پھر باورچی خانے کی طرف دیکھ کر بولا ڈانگ ڈا میں جا رہا ہوں تم نے بہت اچھا کھانا پکایا اور میں نے سیر ہو کر کھایا۔ وہ باہر آئی اور برآمدے میں کھڑی ہو کر پیا کی سائیکل کو جاتے دیکھنے لگی۔

پیا آٹھ بجے اپنے جھونپڑے میں پہنچا، اس نے سوچا گھر کے پاس کنواں اور پانی میسر آ جانے سے وہ بہت کچھ کر سکے گا، کپڑے دھو سکے گا، کھانا پکا سکے گا، لڑکوں کو بھی آسانی سے پانی ملنے لگے گا۔ سب سے بڑھ کر وہ اپنے چھوٹے سے باغ کی آبیاری کر سکے گا، اس نے ایک کنکر اٹھا کر کنویں میں پھینکا، اسے پانی کے اچھلنے کی آواز آئی، ظاہر تھا کہ پانی آ گیا تھا، وہ کسی دوسرے کو بھی بتانا چاہتا تھا کہ پانی آ گیا ہے لیکن اس وقت وہاں کوئی دوسرا نہیں تھا۔

اس نے جھونپڑے کے دروازے کا تالا کھلا ہوا دیکھا، کسی نے اسے کھولا تھا، اندر جا کر دیکھا تو چیزیں الٹ پلٹ ضرور ہوئی تھیں لیکن کوئی چیز غائب نہیں ہوئی تھی، چور نقدی کی تلاش میں ہوگا لیکن پیا نے کوئی نقدی یا قیمتی چیز کمرے میں نہیں رکھی تھی۔ پیا جھونپڑے کے باہر پڑے لکڑی کے بیچ پر بیٹھ گیا، یہ اس نے خود بنایا تھا، جس پر وہ اکثر بیٹھ کر صبح کی تازہ ہوا کھاتا، کارن کیرن کے مکان کی طرف سے موسیقی کی آواز آرہی تھی، کارن کیرن کو موسیقی کے ساز بجانے کی بڑی مہارت تھی، پیا اپنے دروازے اور ٹوٹے ہوئے تالے کو بھول گیا، اس نے سوچا کہ وہ کسی کو نہیں بتائے گا کہ کسی نے اس کے گھر کا تالا توڑا ہے اور اس کے کمرے کی تلاشی لی ہے۔ اسے خیال آیا کہ اس کے پاس بھی موسیقی کا کوئی ساز ہوتا تو وہ اسے بجاتا اور یوں اپنی تنہائی کا احساس کم کر لیتا۔

.....☆☆☆.....

باب 8

تین دن بعد کنواں تیار ہو گیا اور پیا اپنی ضرورت کا پانی اس سے لینے لگا، کنویں کی کھدائی دو میٹر تک ہوئی تھی کہ پانی کا چشمہ ابل پڑا، اب مزید نیچے جانے کی گنجائش نہیں تھی، پیا نے رنگا رنگ پھول اگائے وہ جگہ جو بالکل اجاڑ دکھائی دیتی تھی اب پھولوں سے خوبصورت ہو گئی۔ ڈانگ ڈانے پھول کھلے دیکھ کر پیا سے پوچھا کہ کیا اسے پھول اچھے لگتے ہیں، پیا نے کہا ہاں بہت اچھے لگتے ہیں۔ ڈانگ ڈانے اسے مشورہ دیا کہ وہ ایسے پھول اگائے جو کم پانی سے بھی تادیر زندہ رہ سکیں اور ان کی افزائش ہوتی رہے۔

اس بار بارش نہیں ہونی تھی زیادہ تر دیہاتی چاول اگاتے، بارش کے موسم میں ان کا مطالبہ ہوتا کہ سکول کچھ دنوں کیلئے بند کر دیا جائے تاکہ ان کے لڑکے چاول کی بوائی میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں، اس روز پیا صبح جلد جاگ اٹھا اور سبزیوں کا پلاٹ دیکھنے باہر نکلا، لڑکے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں سکول کی طرف آ رہے تھے، پیا نے انہیں سکول جلد آنے کا عادی بنا دیا تھا، پیا انہیں کہانیاں سناتا، سب مل کر گیت گاتے اور دھوم مچاتے، پیا نے لڑکوں سے پوچھا بارش کیوں برسی ہے؟ ایک لڑکا بولا، آسمان روتا ہے تو بارش برسی ہے، دوسرے نے کہا کہ دیوتا روتے ہیں تو زمین پر بوندیں ٹپکتی ہیں، میرے بابا نے مجھے یہی بتایا ہے۔

اور کوئی بتائے کہ بارش کیسے ہوتی ہے؟ ایک لڑکا اٹھا اور کہنے لگا مجھے نہیں معلوم کہ بارش کیوں اور کیسے ہوتی ہے۔ پیا نے کہا میں بتاتا ہوں، بارش آسمان پر چھائے بادلوں سے گرنے والے پانی کو بارش کہتے ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ پانی کہاں غائب ہو جاتا ہے؟ کچھ زمین میں جذب ہو جاتا ہے کچھ بخارات بن کر ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ ندی نالوں، جوہڑوں، کنوؤں، گھروں میں رکھے ہوئے برتنوں سے پانی اڑتا رہتا ہے۔ یہی پانی بادلوں کی شکل میں دکھائی

دیتا ہے۔ بادل ٹھنڈے ہونے لگیں تو ان میں سے پانی بارش کی صورت میں گرنے لگتا ہے جہاں جنگل ہوتے ہیں وہاں کی فضا خوشگوار اور ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت جنگل کاٹنے سے منع کرتی ہے اور زیادہ سے زیادہ درخت لگانے کا کہتی ہے تاکہ سارا موسم اچھا رہے۔ درختوں سے جو پتے گرتے ہیں انہیں گڑھوں میں بھر دیا جائے تو ان سے کھاد بن جاتی ہے جو نئے درخت اگانے میں کام آتی ہے۔ پیانے ہیڈ ماسٹر سے کہا کہ بچوں کو درسی کتابیں پڑھانے کے ساتھ اس طرح کی معلومات بھی فراہم کرنا چاہئیں تاکہ وہ اپنے ماحول کو خوبصورت اور خوشگوار بنانے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔

پیا، سہ پہر کو کارن کیرن کے مکان پر گیا، وہ اس کا قریبی ہمسایہ تھا، وہ لکڑی کے بنے ہوئے خوبصورت مکان میں رہتا تھا۔ مکان میں ایک خاندان آسانی سے رہ سکتا تھا لیکن وہ ایک آدمی کیلئے بہت بڑا تھا، اس کی چھت پر گھاس لگائی گئی تھی، دیواروں کے ساتھ بانس لگائے گئے تھے، پیانے اس سے پہلے بانس کے بنے دروازے، کھڑکیاں نہیں دیکھی تھیں، دروازوں اور کھڑکیوں کی چوٹیں سخت لکڑی سے بنائی گئی تھیں۔

کارن کیرن بانس کی ٹوکریاں بنا رہا تھا۔ ایک طرف ایک سے ایک ٹوکری دھری ہوئی تھی۔ یہ ٹوکریاں چاول رکھنے کے کام آتی ہیں۔ مچھلیاں پکڑنے کے راڈ بھی تھے اور مینڈک پکڑنے کی کھچیاں بھی تھیں۔ سب بہت اچھی اور متوازن اشیاء تھیں اور ان کے سامنے صنعتی اور دستکاری کا جیتا جاگتا نمونہ تھیں۔ میزبان نے پیا کو اندر آنے کی دعوت دی، بہت گرمی پڑ رہی تھی، مکان میں جانے کے بجائے باہر رہنا شاید بہتر ثابت ہوتا لیکن پیانے میزبان کا کہا مانا اور بیڑھیاں چڑھنے لگا، بیڑھیوں کی دونوں جانب شیر کے سر رکھے تھے، ایک طرف پانی کے برتن رکھنے کا چبوترہ بنا تھا، مکان نہایت صاف تھا، برتن، فرنیچر، ساز و سامان، ہر شے قرینے سے رکھی تھی، کسی پر کوئی داغ دھبہ نہیں تھا۔ مکان کا مالک خود بہت اچھا کاریگر تھا، اس کی اس خوبی کا اظہار یہاں کی ہر شے سے ہو رہا تھا۔

”میزبان نے پوچھا تمہارے کنویں سے خاصا پانی مل جاتا ہوگا؟ میزبان کارن کیرن کو لوگ پاگل کہتے لیکن اس کی کسی بات سے اس کے پاگل ہونے کا شبہ نہیں ہوتا تھا، اس کا سلیقہ اور قرینہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اکیلا رہنے والا کوئی شخص اتنا سلیقہ شعار بھی ہو سکتا ہے، کارن کیرن

باتیں کرتا رہا اس نے ایک بار بھی پیا سے نہ پوچھا کہ وہ کیوں آیا ہے۔ پیا نے کہا کہ اگلی رات آپ کو ساز بجاتے سنا تو مہبوت ہو کر رہ گیا اتنی مہارت واہ کیا بات ہے۔

کیا آپ مجھے ساز بجانا سکھا دیں گے؟

تم نے کبھی پہلے کوئی ساز بجا یا ہے؟ تمہیں شوق ہے تو تم سیکھ سکتے ہو۔

”میں نے گٹار بجائی ہے کوئی ایسا ساز نہیں بجا یا جس میں سانس سے کام لیا جاتا ہے۔

”بہر حال تمہیں جو ساز بجانا پسند ہے تم اسے بجانا سیکھ لو۔

”لیکن مجھے نہیں پتہ (ساز) کہاں سے ملے گا؟

یہ ساز بیچنے کیلئے نہیں بنایا جاتا ہر کوئی اپنی ضرورت اور ذوق کے مطابق خود بنا سکتا ہے اگر تمہیں واقعی دلچسپی ہے تو فن میرے پاس ہے تم لیکر بجا لیا کرو تمہیں اس کی تلاش میں نکلنے کی ضرورت نہیں۔

پیا کارن کیرن کی باتوں سے بہت متاثر ہوا وہ حیران تھا کہ ایسے ہنرمند اور فنکار کو لوگ پاگل کیوں کہتے ہیں؟

کارن کیرن کمرے سے ساز لایا اور پیا کے حوالے کرنے سے پہلے اسے بجا کر دکھایا ایسی کوئل اور مدھر سراس نے اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

پیا نے پوچھا یہ کون سی دھن ہے؟

مجھے دھن کا پتہ نہیں جب محبت کرنے والا کوئی جوڑا جنگل سے گزرتا ہے تو ایسے موقع پر موسیقار بھی دھن بجاتا ہے اسے سیکھنا مشکل نہیں کوشش کرو گے تو تم بھی سیکھ جاؤ گے۔ تمہارے کئی شاگرد اسے سیکھنے میرے پاس آتے ہیں تم تنہائی میں اسے بجاؤ گے تو تمہیں بہت اچھا لگے گا۔

پیا اپنے گھروندے کی طرف جانے لگا تو وہ بھول چکا تھا کہ اسے کچھ کھانا بھی ہے وہ ساز میں کھو گیا تھا اس نے اسے بجانا شروع کیا تو پتہ چلا کہ اسے بجانا کوئی زیادہ مشکل نہیں۔

اس دن بہت گرمی تھی دو پہر ہوتے ہوتے جس بڑھ گیا تھوڑی ہی دیر بعد ہوا چلنے لگی جو آہستہ آہستہ تیز ہوتی گئی بارش ہونے لگی بادل گر بنے اور بجلی چمکنے لگی بارش اتنی تیز تھی کہ اس سے پہلے شاید ہی کبھی اتنی تیز ہوئی ہو پیا نے اپنی چھت دیکھی اسے ڈر تھا کہ کہیں اڑ ہی نہ گئی ہو

لیکن وہ موجود تھی، البتہ جگہ جگہ سے چپک رہی تھی، خوش قسمتی سے اس کا بستر گیلیا نہیں ہوا تھا، اس نے کبل لپیٹا اور بستر پر دراز ہو گیا۔ وہ خوش تھا کہ بارش سے سوکھا ختم ہو گیا ہے، کسان اب فصل بوسکیں گے۔

دوسری صبح پیا جلد جاگ پڑا، وہ سکول کے پچھواڑے میں دلدل کی طرف گیا، وہاں پانی ٹھائیں مار رہا تھا، ایک روز پہلے یہاں چاول کی فصل بوئی گئی تھی، جس کے کامیاب ہونے کی اب ضمانت مل گئی تھی، اس کی اپنی سبزیوں کا برا حال تھا، اس کا سلاد اور بند گوبھی سب پانی میں بہہ گئی تھیں۔

پیانے اپنا ٹوتھ برش لیا اور کنویں کی طرف گیا، یہاں اسے دوسرا دھچکا لگا، بارش کے پانی نے کنویں کا منہ بند کر دیا تھا، آس پاس کی مٹی بہہ کر کنویں میں بھر گئی تھی، کنواں تین میٹر گہرا تھا، اب بمشکل ایک میٹر رہ گیا تھا، اس کے سب کئے کرائے پر پانی پھر گیا تھا۔ کنواں اب بالکل قابل استعمال نہیں رہا تھا۔ تھٹ نے جو ادھر آ نکلا تھا، کہا میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم عناصر فطرت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، بارش ہوئی تو ریتلی زمین میں بنایا جانے والا کنواں مٹی سے بھر جائے گا، تمہاری ساری کوشش رائیگاں چلی جائے گی، تھٹ یہ کہتا دلدل کی طرف چل دیا۔

.....☆☆☆.....

باب 9

ہیڈ ماسٹر نے پیا اور ڈانگ ڈا کو بتایا کہ فیصلہ ہوا ہے کہ موجودہ میعاد پیر کو مکمل ہو جائے گی اور سکول یکم ستمبر کو پھر سے کھل جائے گا، ہمیں صرف پچیس دنوں تک سکول بند رکھنا ہوگا، اس سال ایک سو پچیس روز پڑھائی کی جائے گی۔

ہم پیر کا کیوں انتظار کریں؟ بارشیں شروع ہو گئی ہیں، چاول کے کھیتوں میں پانی بھر گیا ہے، ہم سکول کل یا ایک دن بعد بند کر سکتے ہیں، نہیں اصول یہی ہے کہ سکول جمعہ کے روز بند کیا جائے اور چھٹیاں پیر کے دن سے شروع کی جائیں۔ اس طرح ہمیں ہفتہ اور اتوار کے دو دن زائد مل جائیں گے۔ چھٹیوں کا آخری دن جمعہ ہونا چاہئے۔ اس طرح چھٹیوں کے شروع اور آخر میں دو دن اضافی مل جائیں گے، ہیڈ ماسٹر نے وضاحت کی۔

پیا نے کہا کہ ہم چھٹیوں کے معاملے میں اتنے حساس کیوں ہیں۔ استادوں کو ہر سال تین مہینوں کی چھٹیاں ملتی ہیں، ہفتہ اور اتوار کی چھٹیاں الگ ہیں۔

ڈانگ ڈا اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکی بولی پیا ہر کوئی زیادہ چھٹیاں لینا چاہتا ہے۔ ”میں ان چھٹیوں میں دوسرے صوبوں میں جانا چاہوں گی، ابھی یہ طے نہیں کیا کہ اس دورے کیلئے اپنے ابا سے کچھ پیسے لوں یا نہیں۔

ہیڈ ماسٹر نے پیا سے پوچھا کہ کیا تم بنکاک جانا چاہتے ہو، میں پہلے اپنے گھر جاؤں گا، وہاں سے بنکاک کا دورہ کروں گا، چند روز کے بعد واپس یہاں آ جاؤں گا۔

تم اتنی جلد کیوں واپس آنا چاہتے ہو، کیا تم لڑکیوں کو سبزیاں اگانا سکھانا چاہتے ہو، ڈانگ ڈا نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر موضوع بدلتے ہوئے کہا کہ تمہاری سبزیوں کا کیا حال ہے، بارش کا ان پر اچھا اثر ہوا ہوگا۔ ”سبزیاں تو اچھی ہیں لیکن میرا کنواں تباہ ہو گیا ہے۔ بارش کے

موسم میں کنواں کھودنے کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے اگر سہارے کا بندوبست ہو جائے تو الگ بات ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا کہ بارشوں کا موسم ختم ہونے کے بعد پھر سے کنواں کھود لیں گے اس مرتبہ اس میں سیمنٹ کا پائپ ضرور ڈالیں گے۔

پیانے پوچھا کہ اس روز شیعے کے سربراہ سے جو بات چیت ہوئی اس سے سکول کے بارے میں کسی فیصلے کا پتہ چلا؟ سکول کی عمارت تعمیر کرنے کیلئے ہم نے سرمایہ فراہم کرنے کا جو مطالبہ کیا ہے اسے تسلیم کیا گیا ہے یا نہیں؟ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ میں آپ کو بتانا بھول گیا، رقم مختص ہو گئی ہے۔ اکتوبر تک عمارت کی تعمیر کا ٹھیکہ دے دیا جائے گا۔

پیا اور ڈانگ ڈایہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ سکول کی نئی عمارت بن جائے گی۔ پیانے سوچا کہ جب نئی عمارت بن گئی تو وہ بچوں کیلئے نئی مصروفیات کا اہتمام کر سکیں گے۔ ڈانگ ڈا دوسرے استادوں کی طرح چاہتی تھی کہ وہ اچھے ماحول میں کام کر سکے۔ پیانے ہیڈ ماسٹر سے کہا کہ نئی عمارت میں بچوں کیلئے ٹائلٹ کا ضرور انتظام ہونا چاہئے۔ عام طور پر دیہی سکولوں میں ایسا انتظام نہیں ہوتا جس کے باعث بچوں کو رفع حاجت میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ جھنڈا لہرانے کیلئے نیا پول بھی ہونا چاہئے جس کے گرد پھول اگانے کا بندوبست ہو ڈانگ ڈا نے مسکراتے ہوئے تجویز کیا ”لیکن تم تو شہر تبادلہ کرانے کا سوچ رہی تھیں پیانے کہا ”ہاں“ میں شہر تبادلہ کراؤں گی تمہاری طرح مرتے دم تو یہیں رہنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔

وہ تعلیم اور تدریس کے بارے میں باتیں کرتے رہے خاص طور پر اساتذہ کی تربیت کے متعلق سرکاری پالیسی زیر بحث رہی۔ تعلیم کے کیا مقاصد ہونے چاہئیں شہریوں کے کردار کی تعمیر کے ضمن میں تعلیم سے کیا کام لینا چاہئے اس کا زیادہ تر انحصار اساتذہ کے علم ان کی قابلیت اور تدریس کے طریقوں اور سب سے بڑھ کر اساتذہ کے سچے عزم اور جذبے پر ہے۔

پیا کو اپنے غیر ملکی استاد کی وہ سب باتیں یاد تھیں جو اس نے درس و تدریس کے اصولوں اور طریقوں کے بارے میں بتائی تھیں۔

اصولوں کی حقیقت آلات کی ہے جو حصول مقاصد کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ تعلیم کے نتائج مرتب کرنا استاد کی ذمہ داری ہے۔

تعلیم اور تدریس کے دو اہم پہلو ہیں اولاً یہ کہ استاد پڑھاتا ہے یا نہیں اگر وہ نہیں پڑھاتا

تو اس کی حیثیت ایک ستون کی ہے جو ایک جگہ قائم رہتا ہے اگر وہ پڑھاتا ہے تو پوچھنا چاہئے کہ وہ کیا پڑھاتا ہے کیا وہ صرف بتا کر لکھ یا یاد کر کے سمجھ لیتا ہے کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا یا وہ عملی طور پر پڑھاتا ہے۔ طلباء کی قوت خیال کو بیدار کرتا ہے اور حرکت میں لاتا ہے کیا وہ پڑھانے کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بناتا ہے کیا وہ کتابیں پڑھاتا ہے یا لوگوں کو پڑھاتا ہے۔

پیارے وضاحت طلب کی تو پروفیسر نے کہا کہ لوگوں کو پڑھانے کیلئے مفید اور نافع ہے ان کے علم میں اضافے کا موجب ہے ان کی قابلیت بڑھاتا ہے اور ان کے اور دوسروں کیلئے یکساں طور پر مفید ہے۔ کتابیں پڑھانے کا مطلب جو کچھ کتابوں میں ہے وہ پڑھا دیا جائے علم کو عمل میں ڈھالنے کی تدبیر نہ کی جائے پیارے اچھی طرح یاد تھا کہ پروفیسر نے کہا تھا کہ جب ہم نے پڑھانا شروع کیا تو ہم کتابیں نہیں پڑھاتے تھے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔

پیارے دو مہینوں میں طلباء کے علم اور صلاحیت میں اضافے کیلئے ہر ممکن کوشش کی اور انہیں کہا کہ وہ اپنے تجربے سے سیکھیں پیارے کی رہنمائی میں انہوں نے درخت لگانے سیکھ لئے گڑھا کھودنا مٹی تیار کرنا صحیح پودوں کا انتخاب کرنا اس سلسلے کی کڑی تھا۔ بچے پودوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے ہیڈ ماسٹر ڈانگ ڈا کے پڑھانے کا اپنا طریقہ تھا وہی جو ملک کے استادوں کی اکثریت نے اختیار کر رکھا تھا وہ طلباء پر زور دیتے کہ انہیں جو کچھ پڑھایا جائے اسے اپنی کاپی میں درج کر لیا کریں اور اسے دہراتے رہا کریں تاکہ جب امتحان ہو تو صحیح جواب آسانی سے دے سکیں۔

دو پہر کا کھانا تینوں استادوں نے پیارے کے کمرے میں کھایا وہ سبزیوں پر مشتمل تھا اور خاصا لذیذ تھا کھانے کے بعد ڈانگ ڈا نے اپنی جماعت کو فیاضی کے موضوع پر لیکچر دیا۔ طلباء کیلئے یہ لیکچر سمجھنا مشکل تھا وہ فیاضی فراغ دلی اور خوش طبعی کی اصلاحات سمجھنے سے قاصر تھے۔

استانی بتا رہی تھی کہ ہمیں وسیع النظر ہونا چاہئے دوسروں سے اچھا برتاؤ کرنا چاہئے ہمیں لالچ نہیں کرنا چاہئے اور صرف اپنے ہی فائدے کا نہیں سوچنا چاہئے جو سخی اور فیاض نہیں ہوتا اس کے دوست بھی نہیں ہوتے اس کے بعد اس نے فیاضی کی تعریف بورڈ پر لکھی اور طلباء سے کہا کہ وہ اونچی آواز میں اسے پڑھیں اور یاد کریں اپنی کاپیوں میں لکھ لیں اور باتیں کرنا بند کر دیں۔ وہ اساتذہ کے تربیتی کورس کے مطابق پڑھا رہی تھی اسی دوران ایک لڑکا پکارا ”مس“

ایک لڑکے نے میری پنسل توڑ دی ہے، استانی نے وہ پنسل ہیڈ ماسٹر کو یہ کہتے ہوئے دے دی کہ آپ اسے بنادیں۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ اس کے پاس پنسل تراش نہیں، جو تھا بالکل کند اور بے فائدہ تھا، میں نے پھینک دیئے۔ نیا پنسل تراش کب ملے گا، کچھ نہیں کہہ سکتا، رہی پنسلیں تو آج کل نہایت نکمی مل رہی ہیں، کسی کام کی نہیں، ان کا سکھ فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر سے جس طرح بن پڑا اس نے پنسل تراش دی، جسے لیکر ڈانگ ڈا جب جماعت میں آئی تو ہر لڑکا مطالبہ کر رہا تھا کہ اس کی پنسل بھی تراش دیجئے۔ استانی کو یہ صورتحال ناگوار لگی لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی، غصے کا اظہار کرتی تو فیاضی اور فراخ دلی کے بارے میں اس کی باتوں کی نفی ہو جاتی۔

اس نے طلباء سے کہا کہ وہ اپنا کام کر چکے ہوں تو باہر جا کر کھیلیں، وہ اس بات کے منتظر تھے وہ چلاتے، شور مچاتے باہر بھاگ گئے، کچھ لڑکے پیا کا کنواں دیکھنے لگے، جو ایک روز پہلے بارش کے باعث تباہ ہو گیا تھا، کچھ لڑکے درختوں پر چڑھنے لگے، خدشہ تھا کہ کہیں گر نہ پڑیں اور ہاتھ پاؤں کی ہڈی نہ تڑوا بیٹھیں۔

پیا نے بلند آواز سے کہا ”لڑکو کیا کر رہے ہو، درختوں سے فوراً نیچے اتر آؤ اور زمین کو صاف اور ہموار کرنے میں اس کا ہاتھ بٹاؤ، پیا نے سوچا کہ ڈانگ ڈا کو اپنے شاگردوں کا ذرہ برابر بھی دھیان نہیں رہتا۔

ہیڈ ماسٹر کتاب سے ہی پڑھاتا، صبح پرائمری کے طلباء کو ریاضی اور سہ پہر خوش خطی سکھائی جاتی اور بس، عام طور پر بچوں کو بلند آواز سے پڑھنے کی تاکید کی جاتی، اس ضمن میں کسی بچے کو دوسروں کی رہنمائی کرنے پر لگا دیا جاتا۔

پیا کا طریقہ مختلف تھا، وہ چوتھی جماعت کے طلباء کو ایک ایک میٹر گہرے گڑھے کھودنے پر لگاتا، بعد میں دوسری جماعتوں کے طلباء کو بھی اس مہم میں شریک کر لیتا، جب سب تھک جاتے تو انہیں ذرا دیر سستانے کی اجازت دے دیتا۔

پیا کا کہنا تھا کہ اس طرح بچوں میں مل جل کر کام کرنے، ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے اور ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ وہ لڑنا بھڑنا بھول جاتے ہیں اور یہ ان کی اخلاقی تربیت ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ وعظ نصیحت کرنے سے زیادہ بہتر اور مؤثر ہے۔

ہم درخت لگانے کیلئے گڑھے کھودتے ہیں، ان میں پتے اور گھاس پھوس ڈالتے ہیں، پھر درخت لگاتے ہیں، اس طرح وہ آسانی سے جڑ پکڑ لیتے ہیں اور اچھی طرح پنپنے لگتے ہیں، جس طرح آدمیوں کو خوراک چاہئے ہوتی ہے درختوں کو بھی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ پتوں کی کھاد انہیں خوراک دینے کیلئے ہی بنائی جاتی ہے۔ ہمارے گاؤں کی مٹی ریتلی ہے، اس میں پودوں کی افزائش کرنے کی صلاحیت نہیں، اس لئے درخت لگانے سے پہلے زمین تیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔

.....☆☆☆.....

باب 10

مکان بہت پرانا ہے، بہت سستے سے سامان سے بنایا گیا تھا، دیواروں میں بانس لگائے گئے، چھت پر گھاس ڈال دی گئی، یہ عارضی رہائش کیلئے بنایا گیا تھا یا پھر کسی بہت ہی غریب نے اپنے لئے تعمیر کیا تھا۔ پیا نے ایک عورت سے پوچھا یہ گھر کس کا ہے؟ یہ مائی خام کا ہے سنا ہے وہ بیمار ہے، میں اسے دیکھنے آیا ہوں۔ عورت نے گھر کی طرف منہ کر کے زور سے آواز دی ”کوئی آپ سے ملنے آیا ہے؟ پیا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور مکان میں داخل ہو گیا، سامنے وہ خوبصورت لڑکی نایورم کھڑی تھی، اس نے ایک روز پیا کو پانی بھر کر دیا تھا، نایورم نے پیا کا خیر مقدم کیا، اس نے پیا کے بیٹھے کیلئے زمین پر چٹائی بچھا دی، گھر کی دوسری جانب ایک ضعیف شخص بیٹھا تھا، لڑکی نے اسے بلایا اور کہا کہ گاؤں کے سکول کے نئے استاد آئے ہیں، پیا نے بوڑھے کو سلام کیا، لڑکی نے بتایا کہ بزرگ ڈاکٹر ہیں اور اس کی ماں کے علاج کیلئے آیا کرتے ہیں۔ بستر پر ایک عورت لیٹی ہوئی تھی، اس کی عمر 40 برس کے لگ بھگ تھی، وہ خاصی کمزور دکھائی دیتی تھی، اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا، اس کے ایک طرف ہتھیل کی بڑی سی طشتری میں موم بتی، چھوٹے چھوٹے برتن اور پھول پڑے تھے، وہ نایورم اور سیا نگ کی ماں تھی، پیا نے کہا مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ بیمار ہیں، میں آپ کو دیکھنے چلا آیا۔ امی آپ کو کیا تکلیف ہے؟ پیا نے پوچھا، بیمار خاتون نے کہا کہ یہ تو پتہ نہیں کہ کیا بیماری ہے لیکن ایک طویل عرصے سے اس طرح بیمار پڑی ہوں، ڈاکٹر نے ایک جڑی بوٹی کو پتھر کی سل پر کھرل کرتے ہوئے کہا کہ اسے پانی میں ملا کر پینے سے شفا ہو جاتی ہے، اکثر بیماریاں اس سبب سے دور ہو گئی ہیں۔ بیمار نے کہا کہ آج درد زیادہ ہی ہوا، اس لئے میں نے بیٹے سیا نگ سے کہا کہ وہ آج سکول نہ جائے، گھر پر میرے پاس ہی رہے۔ پیا کو اس کے غیر حاضر ہونے سے ہی اس کی ماں کے بیمار پڑنے کا علم ہوا اور وہ

اسے دیکھنے چلا آیا۔ پیا کو دیسی حکمت پر یقین نہیں تھا لیکن ایک پڑھے لکھے استاد کو اپنی بیوی کا دیسی علاج کرانے پر اسے حیرت ہوئی تھی۔

حکیم یا ڈاکٹر نے اپنے تھیلے میں سے ایک اور بوٹی نکالی اور اسے پینا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ کوئی مریض مجھ سے مایوس نہیں گیا، بیماری چاہے کتنی ہی پیچیدہ ہو میں بیمار کا علاج کرنے میں کامیاب رہا۔ پیا خاموشی سے سنتا رہا اس نے دخل دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس دوران سیا نگ پانی لیکر گھر میں داخل ہوا، اپنے استاد کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا، مائی خام بولی ”سیا نگ بیٹے آؤ اپنے استاد کی تعظیم کرو“ سیا نگ نے استاد کو سلام کیا اور کہا کہ کیا میں آپ کے گھر سو سکتا ہوں؟ رات کو مچھلی پکڑنے کیلئے جو کانٹے لگاؤں گا، انہیں رات میں آسانی سے دیکھ سکوں گا۔ ماں اور بہن دونوں ہی کو سیا نگ کی یہ بات اچھی نہ لگی، پیا نے کہا کہ میں اپنے شاگردوں سے کام کراتا رہتا ہوں، وہ اب میرے دوست ہیں، ان کی موجودگی میں مجھے تنہائی کا احساس نہیں ہوتا لیکن سیا نگ کو اپنی بیمار ماں کے پاس ہی رہنا چاہئے۔ شاید اسے کسی وقت اس کی ضرورت پڑ جائے۔ ماں نے کہا کہ بیٹا تم اپنے استاد کے ساتھ جاؤ، مچھلیاں پکڑنے کیلئے کانٹے لگاتے وقت یہ بات دھیان میں رکھنا کہ کنارے کے ساتھ ہی رہنا ہے، دور نہیں جانا، کہیں ڈوب ہی نہ جانا، پیا نے محسوس کیا کہ سیا نگ کی ماں غذائی کمی کا شکار ہے، اگر اسے مناسب غذا ملنے لگے تو اس کی کمزوری دور ہو جائے اور وہ چلنے پھرنے لگے گی۔

مائی خام نے نرم لہجے میں کہنا شروع کیا، ہم تین افراد ہیں، پہلے ہمارے پاس زمین تھی، ہمیں چاول خریدنے کی ضرورت نہیں تھی، بعد میں ہم نے یہ زمین کارن کیرن کے پاس رہن رکھ دی، ہمارے پاس پیسے نہیں تھے کہ زمین کا رہن ختم کرا سکتے۔ میں نے نایورم کو دوسرے لوگوں کے ہاں کام کرنے کیلئے بھیجنا شروع کر دیا، وہ فصل کی کٹائی کے موقع پر کچھ چاول لے آتی، جس سے ہم اپنا پیٹ بھر لیتے، میں بیمار پڑ گئی ہوں، جسم درد سے بھر گیا ہے۔ غریبی نے ہمارے ہاں ڈیرہ ڈال لیا ہے لیکن ہم نے ہمت نہیں ہاری، آپ میرے بیٹے سیا نگ کو پڑھا دیں اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنا دیں۔

پیا نے کہا غریبی یا مشکل کے وقت میں ہمیں ایک دوسرے کا ساتھ دینا چاہئے۔ ایک

دوسرے کے کام آنا چاہئے۔ طیب نے پیا سے مخاطب ہو کر کہا میں نے سنا ہے کہ تم بہت باہمت اور حوصلہ مند ہو، تم لڑکوں سے درخت لگانے کیلئے گڑھے کھدواتے ہو، کچھ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ تم ان کے بچوں سے کام لیتے ہو، تمہیں انہیں قائل کرنا چاہئے کہ تمہارا ارادہ نیک ہے، تم بچوں کی تربیت کر رہے ہو کہ وہ ملکر کام کرنا سیکھ جائیں۔ طیب نے مریضہ سے کہا کہ وہ گھبرائے نہیں، ایک دو روز میں بھلی جنگی ہو جائے گی۔

پیا نے رخصت چاہی، سیا نگ کو اپنے ساتھ سائیکل پر بٹھایا اور گھر کا راستہ لیا، ہیڈ ماسٹر کے گھر کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے ڈانگ ڈاکو کو برآمدے میں بیٹھے دیکھا، وہ ایک کتاب پڑھ رہی تھی، پیا تیزی سے نکل جانا چاہتا تھا، اس کی کوشش تھی کہ ہیڈ ماسٹر یا ڈانگ ڈاکو سے نہ دیکھ سکے لیکن ڈانگ ڈان نے اسے دیکھ لیا۔

گھر پہنچ کر پیا نے چولہا گرم کیا اور چاول ابلانے کیلئے رکھ دیئے۔ سیا نگ نے مچھلیاں پکڑنے کے کانٹے ایک طرف رکھے اور زمین کھود کر کچھوے نکالنے شروع کر دیئے۔ کچھوے کانٹوں پر لگاتے ہی مچھلیاں انہیں کھانے کیلئے لپکتی ہیں اور پھنس جاتی ہیں۔ سیا نگ نے کانٹے تیار کر کے انہیں پانی کے کنارے رسیوں سے باندھنا شروع کر دیا۔ یہ کام مکمل ہوا تو وہ واپس آیا، ہاتھ منہ دھویا اور کھانے کیلئے تیار ہو کر بیٹھ گیا۔

پیا نے پوچھا تم نے کانٹے کہاں باندھے ہیں؟

سکول کے پچھواڑے میں، سیا نگ نے جواب دیا۔

کھانا کھانے کے بعد چل کر دیکھیں گے کہ کوئی مچھلی پھنسی ہے یا نہیں، پھنسی ہوتی تو اس کی جگہ نئی مچھلی پکڑنے کیلئے کچھوالگا دیں گے۔ کھانا ختم ہوا تو سیا نگ اٹھا، ہاتھ دھوئے، پانی پیا اور بولا آئیے دیکھیں کہ کوئی مچھلی پکڑی گئی ہے یا نہیں۔

کئی کانٹوں پر مچھلیاں لگ چکی تھیں، انہیں نکال کر ایک طرف رکھ دیا گیا اور ہر کانٹے پر نیا کچھوالگا دیا گیا۔

ایک باری میں 12 مچھلیاں پکڑی گئیں اور 8 چھوٹی، ایک ہی دفعہ اتنی مچھلیاں پکڑی جانا

اچھا شکار تھا۔

سردی بڑھنے لگی تھی، پیا نے سیا نگ کو اپنی جینز اور شرٹ دی اور کہا کہ یہ بڑی تو نہیں لیکن

تمہیں سردی سے بچائیں گی اس لئے پہن لو۔
پیا اور سیا نگ ایک بار پھر شکار دیکھنے گئے اس بار تیس مچھلیاں پکڑی گئی تھیں صبح تک
مزید بیس مچھلیاں پکڑی گئیں پیا نے دس مچھلیاں اپنے لئے رکھ لیں اور باقی سیا نگ کو دیں کہ گھر
لے جائے اور پکا کر اپنی ماں کو کھلائے تاکہ وہ جلد صحت یاب ہو جائے۔

.....☆☆☆.....

باب 11

ہیڈ ماسٹر نے اعلان کیا کہ سکول جمعہ کو بند ہوگا اور پیر کے روز کھلے گا۔ یہ سنتے ہی ڈانگ ڈاؤ لینڈ اور میں یوبان روانہ ہوگئی، پیا نے بنگاک جانے کا فیصلہ کیا لیکن اس سے پہلے امارت کیرون میں اپنے رشتہ داروں سے ملنے کو ضروری سمجھا۔

پیانایورم اور سیانگ کو یہ کہنے کیلئے گیا کہ اس کے باہر جانے کی صورت میں اس کے جھونپڑے پر نگاہ رکھیں۔ اسے مائی خام کو دیکھنے کا بھی موقع مل گیا، اس کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر تھی، اس کو بھوک لگنے لگی تھی، وہاں سے نکلا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر پہنچا، اسے یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ بنگاک جانے سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو ملنے جائے گا، وہ زیادہ دیر باہر نہیں رہے گا، دس دن میں واپس آ جائے گا۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا اس کی عدم موجودگی میں اس کے جھونپڑے کی دیکھ بھال کی جاتی رہے گی۔

اتوار کی صبح پیا نے پہلے شہر تک جانے کیلئے بس پکڑی، وہاں سے اپنے صوبے کا سفر اختیار کیا، شام کو وہ اپنے گاؤں پہنچا، خاندان کے لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوئے، ہر کوئی پوچھ رہا تھا کہ وہ اب شادی کرے گا اور اپنا گھر بسائے گا، پیا کا ایک ہی جواب تھا کہ ابھی کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔

ایک بوڑھی عورت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ تم اب ہزاروں کما رہے ہو گے، اس نے جواب دیا نہیں بڑی بی ایسی کوئی بات نہیں، بوڑھی اماں نے اصرار کیا کہ مہینے میں کیا کمایتا ہے، پیا نے بتایا کہ اسے ایک ہزار روپے مہینہ ملتا ہے۔ بوڑھی نے کہا کہ کیا یہ کم ہیں، اتنے پیسے کہاں خرچ کرتے ہو گے۔

مجھے پانچ، چھ روپے دو میں اس سے پان اور سپاریاں خرید لوں گی، پیا نے اسے دس

روپے دیئے، بڑھیا خوش خوشی چل دی، یوں لگتا تھا کہ اسے دس نہیں ہزاروں روپے مل گئے ہیں۔
تین روز بعد وہ بنکاک روانہ ہو گیا، وہاں وہ اس راہب خانے میں ٹھہرا، جہاں اس نے
دس برس گزارے تھے۔

یوبان کے ریستوران میں محکمہ تعلیم کا سربراہ اور اس کے چند ساتھی بیٹھے تھے۔ وہ سکول
کیلئے جگہ دیکھنے جانے کا ذکر کر رہے تھے لیکن وہاں تو سکول بند ہے، ہم گئے بھی تو وہاں ہمیں
خوش آمدید کہنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ممکن ہے ہیڈ ماسٹر وہیں ہو۔

سکول کی تعمیر کا یا کم سے کم اس کیلئے لکڑی کی فراہمی کا ٹھیکہ سیا کو ملے گا، سیا کا سیکشن افسر
سے پرانا تعلق تھا، لیکن دونوں ملکر لکڑی کا ٹاکرے تھے۔ آہستہ آہستہ سیا نے ترقی کر لی، وہ ٹھیکہ
لیتا، لاکھوں میں کھیلنے لگا تھا۔

اس نے سیکشن افسر کو یقین دلایا کہ وہ اس کے مفاد کا خیال رکھے گا۔

ایکا چائی یہ سن کر ڈانگ ڈاچھیوں میں یوبان آئی ہوئی ہے وہاں پہنچا، وہ اس سے دوبارہ
مل چکا تھا، دوبارہ دونوں نے اکٹھے بس میں سفر بھی کیا تھا، ایک بار اکٹھے بنیا بھی دیکھے گئے، ایک
چائی نے ڈانگ ڈا کے مکان کے دروازے کے سامنے موٹر سائیکل کھڑا کیا، ڈانگ ڈا نے اسے
دیکھا تو پکار کر آجائے۔ اس نے بتایا کہ ہیڈ ماسٹر نے بتایا تھا کہ تم چھٹی پر گھر آتی ہو۔

ہیڈ ماسٹر تمہیں کہاں ملا تھا، آج صبح ہی ملاقات ہوئی تھی، پیا اور وہ دونوں اکٹھے تھے۔ پیا
کا نام لیتے ہوئے اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔

تم اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے؟ ڈانگ ڈا نے پوچھا، ”میں نے نئی موٹر سائیکل خریدا
ہے، سڑک بھی پہلے سے بہتر ہے، اس لئے یہاں جلد پہنچ سکا ہوں۔“

وہ تھوڑی دیر ٹھنڈا پانی پیتے اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ ایک چائی نے یک
دم رک کر کہا ڈانگ ڈا میں تمہیں دوپہر کے کھانے پر لے جانے کیلئے آیا ہوں، تم کہاں جانا پسند
کرو گی۔

یہ تم پر ہے، جہاں بھی لے چلو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نوجوان خاتون نے اپنا لباس بدلا
گالوں پر پاؤ ڈر لگایا، ملازموں اور چھوٹے بہن بھائیوں سے کہا کہ وہ باہر جا رہی ہے اور گھر کا
خیال رکھیں، اس کے بعد وہ ایک چائی کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی، کہاں چلیں، اس نے اپنی

پسند کی جگہ کا نام لیا۔

وہ بچپن سے ہی اپنی بات منوانے کی عادی تھی۔ کالج کے دنوں میں اس کے کئی بوائے فرینڈ تھے، ایک لڑکے نے تو اس سے اظہار محبت بھی کر دیا لیکن وہ سرد اور خاموش رہی، ایک چائی اس کے بارے میں کیا سوچتا تھا لیکن وہ اس سے لاتعلق تھی۔

تم کب تک اپنا تبادلہ شہر کراسکوگی، ایک چائی نے پوچھا، چاہے کچھ بھی ہو میں اس دیہی سکول میں تا دیر نہیں رہ سکتی۔

پیا بنکا ک سے واپس آ گیا، اور گٹار لایا، وہ وہی گٹار لانا چاہتا تھا جس پر اس نے اسے بجانا سیکھا لیکن اس کے ایک چچا زاد نے کہا کہ پرانی گٹار مجھے دے دو، خود نئی خرید لو، پیا مان گیا۔ پیا صرف اس روز باہر رہا تھا، واپس آیا تو ہر شے ویسی کی ویسی تھی، کچھ نہیں بدلا تھا، ہر روز بارش ہوتی رہی۔ سیا نگ مچھلیاں پکڑتا رہا، اس کی بہن مچھلیاں بیچتی اور گھر کا کام کرتی رہی، پیا ماں اچھی ہو گئی تھی، اپنے طور پر اٹھ کر بیٹھنے لگی۔ پیا نے بھی مچھلیاں پکڑنا سیکھ لیں، وہ کانٹے سے مچھلیاں پکڑتا، دیہاتیوں سے اس نے دوسرے طریقے سیکھ لئے۔

فصل کی بوائی کے موقع پر گاؤں پر خاموشی چھا جاتی، کئی کسان اپنے مال مویشی کھیتوں میں لے جاتے، دن رات وہیں گزارتے، فصل کی بوائی کے بعد ہی گھروں کو واپس لوٹتے، لڑکے جاتے اور بہت بوڑھے ہی گھروں کی حفاظت کیلئے پیچھے رہ جاتے۔

پیا سائیکل پر گاؤں کی طرف گیا، اسے خیال تھا کہ کوئی نہ کوئی مل جائے گا لیکن وہاں تو سناٹا تھا، گاؤں میں اس کا کوئی شناسا نہ ملا۔ وہ مائی خام کا حال احوال پوچھنے چلا گیا، وہ اکیلی گھر پر تھی، اس کی لڑکی ناپورم کھیتوں میں کام کرنے گئی ہوئی تھی سیا نگ پانی لینے نکلا ہوا تھا۔

اماں، کیسی ہو، میں تمہارے لئے دوائی لایا ہوں، اس سے تمہیں بھوک لگنے لگے گی، وہ مائی خام سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا، اسی دوران سیا نگ پانی لیکر واپس گھر آ گیا۔ پیا نے اس سے پوچھا کہ کل وہ مچھلیاں پکڑنے آئے گا، سیا نگ نے ہاں میں جواب دیا۔

صبح ہوئی تو پیا سکول کے پاس کے کھیت دیکھنے لگا، عورتیں اور مرد چاول کی پیڑی لگا رہے تھے، لڑکے مینڈک پکڑنے میں مصروف تھے۔ بوائی ختم ہوئی تو کسان اپنی بھینسوں کو اونچی جگہ پر لے گئے، یہی ان کی چراگاہ تھی، کبھی کبھی کوئی بھینس رسہ تڑا کر کھیتوں میں آ جاتی اور

چاول کے نوخیز پودے چرنے لگتی۔ ایک عورت نے ناپورم سے کہا کہ جاؤ استاد کو پیڑی لگانا سکھاؤ، ناپورم نے سر اٹھایا اور پیا کو دیکھ کر مسکرائی اور کہا کہ کیا تم پیڑی لگاؤ گے؟ نہ ہی لگاؤ تو اچھا ہے ورنہ تم کچڑ سے لت پت ہو جاؤ گے۔ پیا نے اپنے جوتے اتارے اور خود کھیت میں اتر آیا۔ اس نے پیڑی کا ایک گچھا ہاتھ میں پکڑ لیا تھا اور پھر ایک ایک پودا الگ الگ لگانے لگا تھا، سبھی شوق سے دیکھنے لگے کہ نوجوان استاد کس طرح پیڑی لگاتا ہے۔

”میں بچپن میں یہ کام کرتا رہا ہوں اب بھی کر سکتا ہوں“۔ وہ ہر پودے کے درمیان فاصلہ رکھتے ہوئے انہیں قطار میں لگانے لگا، دوپہر ہوئی تو سب نے پیا سے کہا کہ وہ اب ان کے ساتھ ہی کھانا کھائے گا، چلے بہت ہو چکا، منہ ہاتھ دھوئے اور کچھ کھاپی لیجئے، اس روز دوپہر کے کھانے میں دو چیزیں تھیں، دونوں لذیذ اور قوت بخش، ایک میں کھمبیاں تھیں، دوسری میں مچھلی، سبزیاں اور مصالے تھے۔ اس میں لحمیات تھے لیکن عام کسان اس سے ناواقف تھے۔ وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ جو کچھ پکایا جائے صاف ہو، اس میں کسی قسم کی آلودگی نہ ہو، وہ سب چٹائی پر دائرے میں بیٹھ گئے۔ پیا کو سخت بھوک لگ رہی تھی شاید اس لئے اسے خوراک مزیدار لگی۔ ناپورم نے سب سے پہلے کھانا ختم کیا، ایک خاتون بولی ناپورم کا جی شاید اس لئے بھر گیا ہے کہ پیا پیڑی لگانے آیا ہے، پیا بولا میرا دل بھی بھرا ہوا ہے۔

ناپورم کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

اس شام نوجوان استاد بیٹھا اپنے پودوں کے بارے میں سوچتا رہا، اس نے مرچیں، ادراک اور کئی سبزیاں اگائی تھیں، کھانے کے بعد اس نے گٹار نکالی اور اس پر ایک نئی دھن بجانی شروع کی، پھر اس نے صن پر ایک مقامی راگ الاپا۔ سیا نگ اس شام نہیں آیا۔ پیا حیران تھا کہ وہ مچھلیاں پکڑنے کیلئے کانٹے لگانے کیوں نہیں آیا، کہیں اس کا مچھلیاں پکڑنے سے جی تو نہیں بھر گیا۔ بارش ہونے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے موسلا دھار شکل اختیار کر لیا۔ پیالٹ گیا اور بارش کی آواز سننے سننے گہری نیند سو گیا۔

.....☆☆☆.....

باب 12

مائی خیام کی طبیعت بظاہر سنبھل گئی تھی لیکن وہ صحت یاب نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز جب سبھی لوگ کھیتوں میں کام کرنے میں مصروف تھے، سیانگ ہانپتا ہوا پیا کے جھونپڑے میں آیا اور کہنے لگا جناب آئیے دیکھئے میری ماں سخت تکلیف میں ہے۔

پیانے پریشان ہو کر پوچھا، انہیں کیا تکلیف ہے، انہیں درد ہو رہا ہے اور وہ آپ کو بلا رہی ہے۔ پیانے سائیکل نکالا اور سیانگ کو ساتھ بٹھا کر تیزی سے اس کے گھر پہنچا۔ مائی خیام درد سے کراہ رہی تھی اور بوڑھی اسے دلا سہ دے رہی تھی۔ پیانے مائی خیام سے پوچھا اماں کہاں درد ہو رہا ہے۔ بڑھیا نے سیانگ سے کہا کہ دوڑ کر جائے تھا کام کو بلا لائے پہلے اسے گھر میں دیکھے وہاں نہ ملے تو کھیتوں میں جا کر دیکھے وہاں ضرور مل جائے گا۔ بڑھیا، مائی خیام کی ٹانگیں دبائے گی، اس کا درد بڑھتا ہی جا رہا تھا، سیانگ چھتری یا کوئی دوسری چیز لئے بغیر بارش میں باہر نکل گیا، تھا کام کو گاؤں والے سیانا مانتے تھے اور عام بیماریوں میں اس سے علاج کراتے تھے۔ سیانگ اور بوڑھا سیانا بارش میں بھیگتے آگئے۔ بڑھیا نے اس سے کہا آؤ دیکھو مائی خیام کو سخت درد ہو رہا ہے۔ طبیب اس کے پاس بیٹھ گیا اور پوچھنے لگا، کہاں درد ہو رہا ہے۔ مائی خیام نے اپنے گھٹنے کی طرف اشارہ کیا۔ طبیب نے کچھ دوائیں ایک کٹورے میں ڈالیں اور سیانگ سے کہا جاؤ اس میں پانی بھر لاؤ، اس نے کٹورا ہاتھ میں لیا، اسے تین مرتبہ اپنے سر سے اونچا اٹھایا، ساتھ ہی وہ کچھ زیر لب پڑھتا رہا، پھر اس نے تھوڑا سا پانی اپنے منہ میں لیا اور مریضہ کے گھٹنے پر پھوار کی صورت میں ڈالا۔ اس نے تین مرتبہ ایسا کیا اور کہا کہ درد کا فور ہو جائے گا۔ یہ کوئی جادو تھا یا مائی خیام کا اعتقاد کہ درد واقعی کم ہو گیا۔ پیا یہ سب کچھ ہوتے دیکھتا رہا، وہ بھی کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن کیا کرنا چاہتا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ مائی خیام کی حالت سنبھل گئی، درد

ختم ہو گیا تو پیا اپنے گھر چلا گیا۔

اس شام وہ گاؤں گیا، ہیڈ ماسٹر کے گھر گیا، اس نے ہیڈ ماسٹر سے پوچھا کہ دفتر کی طرف سے کوئی ہدایت موصول ہوئی ہے یا نہیں۔ ڈانگ ڈا کے بارے میں کوئی فیصلہ ہوا یا نہیں؟ ہیڈ ماسٹر کوئی قطعی جواب نہیں دے سکا۔ پیا وہاں سے نکلا اور مائی خیام کے گھر پہنچا، ناپورم اور سیانگ کھانا کھا رہے تھے۔ پیا کو دیکھا تو اسے کہا آئیے کچھ کھا لیجئے۔ انہوں نے بتایا کہ مائی خیام نے پھر سے درد کی شکایت کی ہے۔ ناپورم ابھی نہ کر بیٹھی تھی، اس نے اگلے کپڑے پہن رکھے تھے، وہ مطمئن تھی کہ پیا کے آنے سے پہلے ہی وہ بن سنور کے بیٹھی ہوئی تھی۔ پیا نے پوچھا کیا پکایا ہے؟ ناپورم نے بتایا کہ چاول اور بانس کے پتے پکائے ہیں۔ سیانگ مچھلی پکڑ کر نہیں لایا۔ بانس کے پتے باریک کاٹ کر پانی میں ابال لئے ہیں، جب نرم ہو جائیں تو پانی نکال کر گرا دیا جاتا ہے اور پتوں میں مرچ مصالحے ڈال دیتے ہیں۔ چاول پکا کر اس میں ملا لئے جاتے ہیں اور یوں لذیذ کھانا تیار ہو جاتا ہے۔ بس اس میں ایک ہی کسر ہوتی ہے یہ کہ گوشت نہیں ہوتا۔

پیا کھانا کھا کر آیا تھا، اس نے اور کھانے سے معذرت کر لی اور بیٹھ کر ناپورم اور سیانگ سے باتیں کرنے لگا۔ بارش ہونے والی تھی، وہ اب نکل جانے کی سوچنے لگا کہ مائی خیام نے درد کے مارے کراہنا شروع کر دیا۔ اس مرتبہ درد دائیں گھٹنے میں ہو رہا تھا، وہ چیخنے لگی، ہمسائی نے سنا تو دوڑتی آئی، کئی اور لوگ بھی آ گئے، ان کا یہی مشورہ تھا کہ بوڑھے طبیب کو دوبارہ بلایا جائے۔ پیا نے یہ ذمہ داری اپنے سر لے لی، وہ سائیکل پر گاؤں کی طرف چل دیا اور پوچھتا پوچھتا طبیب کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے طبیب سے بوڑھی مائی خیام کی بیماری کا ذکر کیا اور کہا کہ چل کر اس کا علاج کیجئے، طبیب نے کہا بارش ہو رہی ہے تم پہلے اندر آؤ، پیا نے کہا کہ نہیں میں ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ موٹر سائیکل پر چلیں میں آپ کے پیچھے سائیکل پر آ جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ بارش میں ہی چل دیا۔ اسے یقین تھا کہ طبیب ضرور آئے گا۔ اس کے بارے میں لوگوں کی رائے تھی وہ واجی سی فیس لیکر ان کا علاج کیا کرتا تھا۔

پیا مائی خیام کے گھر پہنچا تو اس نے طبیب کو وہاں موجود پایا وہ اس سے پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ ”میں نے مریضہ کو نیکہ لگایا ہے اور وہ سو گئی ہے“ طبیب نے بتایا۔

ناپورم پیا کی بہت ممنون تھی کہ اتنی رات گئے بارش میں گاؤں جا کر وہ طبیب کو بلا لایا۔ پیا نے کہا کہ مائی خیام سو گئی ہیں رات بہت ہو گئی ہے اب میں بھی چلتا ہوں۔ ناپورم بولی پیا آپ کو بلا لائے۔ طبیب نے کہا کہ مجھے پتہ چلا کہ تمہاری ماں تکلیف میں ہے تو میں خود چلا آتا۔ میں تو روز آنے کو تیار ہوں شرط یہ ہے کہ کسی کو اعتراض نہ ہو۔ کہیں پیا تو ناراض نہ ہو کہ طبیب روز ہی مائی خیام کو دیکھنے کے بہانے اس کے گھر آ جاتا ہے۔ ناپورم تم ایک خوبصورت لڑکی ہو ہر کوئی تمہیں چاہتا ہے۔ ناپورم بولی پیا میرے لئے بڑے بھائی ہیں میرا چھوٹا بھائی سیانگ انہی کے پاس سوتا ہے۔ طبیب نے الوداع کہی اور اگلی صبح کو پھر آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا اب وہ ہر روز آنے لگا۔ وہ ناپورم سے دیر تک باتیں کرتا رہتا۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ مریضہ کو دیکھنے نہیں آتا اس کی خوبصورت جوان لڑکی سے باتیں کرنے آتا ہے۔

ناپورم خوش تھی کہ اس کی ماں کی حالت سدھرنے لگی ہے۔ طبیب دل ہی دل میں خیال کرتا کہ ناپورم کے ساتھ رہ کر وہ زندگی کا لطف اٹھا سکتا ہے۔ وہ کئی لڑکیوں سے ملا تھا لیکن ناپورم میں اسے جو بات نظر آئی وہ کسی اور میں نہیں تھی۔

.....☆☆☆.....

باب 13

ایک ماہ کی چھٹیوں کے بعد سکول دوبارہ کھل گیا۔ چھٹیوں میں لڑکوں نے فصل کی بوائی میں اپنے ماں باپ کا ہاتھ بٹایا تھا اور کئی استادوں نے خود اپنی فصل اگائی تھی۔ ڈانگ ڈانگ ڈاؤں واپس آگئی تھی وہ موٹر سائیکل لائی تھی ایک چائے نے اس کے لانے میں اس کی مدد کی تھی اب وہ بھنورے کی طرح اس کے گرد منڈلانے لگا وہ نہیں جانتا تھا کہ ڈانگ ڈا کے اعصاب پر سوار ہو گیا ہے۔

ڈانگ ڈا موٹر سائیکل پر سکول آئی تو لڑکوں اور لڑکیوں نے اسے گھیر لیا۔ انہوں نے نہ تو پہلے موٹر سائیکل اور نہ کسی عورت کو اسے چلاتے دیکھا تھا۔ وہ طرح طرح کی باتیں کرتے رہے۔ ڈانگ ڈا نے ہیڈ ماسٹر سے پوچھا کہ نیا سکول کب بنے گا؟ بنا تو میں اپنا کمرہ سجاؤں گی۔ پیا کے کمرے سے زیادہ خوبصورت پینچ میں بولا میرے ساتھ مقابلہ کیوں؟ اس لئے کہ تمہیں اپنا کمرہ سجا کر رکھنے کی عادت ہے۔ آج بھی جب فرش کچا ہے تمہارا کمرہ سب سے زیادہ چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ ڈانگ ڈا نے جواب دیا اس نے جماعت سوم اور چہارم کے کمروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ انہیں پیا اور لڑکوں نے مل کر خوبصورتی سے سجا دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے فنون لطیفہ کا مطالعہ کیا ہے۔ پیا نے کہا کہ بس میں بھی اتنا ہی کچھ جانتا ہوں جتنا ہر کوئی جانتا ہے۔ کمرے کو سجانا مقصود نہیں تھا اصل بات شاگردوں کی تربیت کرنا تھی۔

ہیڈ ماسٹر درمیان میں بول پڑا سا تھرن کا تبادلہ ہو گیا ہے اس کی جگہ نیا استاد آئے گا۔ یہ پتہ نہیں کہ وہ مرد ہوگا یا کوئی خاتون ہوگی۔ ڈانگ ڈا نے کہا کوئی خاتون ہوئی تو اچھا ہے مجھے ساتھی مل جائے گا۔ پیا بولا مرد ہو یا عورت اس سے فرق نہیں پڑتا اصل بات یہ ہے کہ وہ نیک نیت ہو۔

نئے استاد کا تقرر اکتوبر میں ہوا، وہ پاپ موسیقار گروپ کا کوئی رکن لگتا تھا، بس صرف اس کے بال چھوٹے تھے، ورنہ چال ڈھال میں وہ البیلا دکھائی دیتا۔ اس کا نام فسٹ تھا اور دوسرے صوبے اور علاقے سے آیا تھا۔ استاد اس لئے بنا کہ اس سے بہتر کچھ اور نہیں بن سکتا تھا، اس نے پہلی رات ہیڈ ماسٹر کے گھر گزاری، دوسرے روز ہیڈ ماسٹر اسے کھیا کے گھر لے گیا، جہاں اسے الگ کمرہ مل گیا۔ اس کے ساتھ ہی غسل خانہ بھی تھا۔ ہیلتھ انسپکٹر نے استادوں اور اس درجے کے سرکاری ملازموں کی رہائش کیلئے ایسے ہی کمرے موزوں قرار دیئے تھے۔ پیا جس طرح کے جھونپڑے میں رہ رہا تھا وہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔

فسٹ پہلے روز سکول گیا تو شکایت کی کہ سکول بہت فاصلے پر ہے۔ گاؤں سے یہاں تک پہنچنے میں دشواری ہوتی ہے، اس لئے موٹر سائیکل لینا ہوگا لیکن جب تک نہیں لے سکتا ڈانگ ڈا کیا تم مجھے اپنے موٹر سائیکل پر لے آیا کرو گی؟ ڈانگ ڈا کو اس کی اس بے تکلفی پر حیرت ہوئی، وہ اس کا ہم عمر تھا لیکن اسے آئے اور اس سے ملے صرف ایک دن ہوا تھا۔ وہ بولی میں نے لڑکیوں کو مردوں کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھے دیکھا ہے کسی مرد کو لڑکی کے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھے کبھی نہیں دیکھا، اگر تم اتنے ہی ست الوجود ہو تو پھر ہیڈ ماسٹر سے جا کر کہو کہ تمہیں سکول لانے لے جانے کا کوئی بندوبست کر دے۔

”نہیں میں تو محض مذاق کر رہا تھا، فسٹ نے کہا، ایک دو مہینے گزر لینے دو، تنخواہ ملے گی تو موٹر سائیکل خرید لوں گا، پھر تم میرے ساتھ بیٹھ کر آیا کرنا۔“

ڈانگ ڈا بولی، ”اگر تم مجھے کچھ دو بھی تو تمہارے ساتھ موٹر سائیکل پر نہیں بیٹھوں گی۔“ پیا نے بات بگڑتی دیکھی تو مداخلت کرتے ہوئے بولا محترمہ تم جو بیچ یوبان سے لائی تھی میں نے بوئے تو بڑے خوبصورت پودے بن گئے، جن پر رنگ رنگ کے پھول بھی نکلنے لگے ہیں۔ کہاں تمہارے گھریا فلیگ پوسٹ کے پاس، ڈانگ ڈا نے موضوع بدلتے دیکھ کر پوچھا ”میرے گھر کے سامنے فلیگ پوسٹ کے گرد پھول اگلے ہفتے کھلیں گے۔“

اگلی پیر کی صبح وہ پرچم کشائی کیلئے جمع ہوئے تو پھول کھل گئے تھے، ان کا رنگ شونخ اور تازہ تھا۔ پودوں کے پتے گہرے سبز تھے۔ صبح کے سورج کی کرنوں میں وہ عجب بہار دے رہے تھے۔

استاد اور بچے انہیں دیکھ کر خوش تھے کہ ان کی محنت رنگ لائی تھی۔ پیا نے سب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ یہ ڈانگ ڈا کی محنت کا ثمر ہے۔ یہ پودے اور پھول ان کی دلچسپی اور توجہ کے مظہر ہیں۔ ڈانگ ڈا نے کہا کہ میں تعریف کے قابل نہیں، یہ سب کچھ پیا کا کیا ہوا ہے وہ کچھ نہ کچھ کر گزرنے کے جذبے سے سرشار رہتے ہیں۔ یہ پودے یہ پھول اس کا ثبوت ہیں۔ کچھ ہی دیر بعد فٹ موٹر سائیکل خرید لایا، اس کے بعد وہ ہر ہفتے اور اتوار کو شہر جانے لگا، اس کا حلقہ احباب خاصا وسیع تھا۔ وہ ہر ایک سے اس کی حیثیت اور مرتبے کی رعایت سے تعلق بناتا اور رکھتا تھا۔ ایک چائی اس کے ہمراہیوں میں شامل تھا، دونوں اکٹھے اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے، ایک چائی، ڈانگ ڈا سے ملنے آ جاتا اور اسے پکنک پر لے جاتا، ہیڈ ماسٹر، پیا اور فٹ اس کے مہمان ہوتے۔ سارا خرچ ایک چائی خود کرتا، دوسرے کھانا پکانے میں مدد کر دیتے۔

اکتوبر کا وہ دن بے حد خوبصورت تھا، شمال مشرق سے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ فصل پک گئی تھی اور چاول کے سٹے نکل آئے تھے۔ درختوں پر پرندے چھبھاتے اور شکاری پرندے اپنے شکار پر جھپٹتے، اس روز کی پکنک میں تعلیم کے شعبے کے سربراہ، ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر اور ان کے نائب بھی مدعو تھے۔ ایک چائی حسب معمول میزبان تھا۔ ایک چائی نے یہ سب کچھ ڈانگ ڈا کو متاثر کرنے کیلئے کیا تھا، وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ کتنا فیاض ہے اور اس کے دوستوں کا حلقہ کتنا وسیع ہے۔ مدعوین میں شامل افسروں کا کہنا تھا کہ دعوت میں شمولیت سے زیادہ ان کی زیادہ دلچسپی اس بات سے تھی کہ نئے سکول کیلئے کون سی جگہ موزوں رہے گی، بہر حال دل ہی دل میں وہ خوش ہوئے کہ بغیر خرچ کئے وہ اتنی عمدہ دعوت میں آئے۔ فٹ کھانے پینے کا رسیا تھا، اس طرح کی دعوتوں سے وہ بہت لطف اندوز ہوتا۔ ڈانگ ڈا البتہ بیزار ہوئی، اسے ایک چائی ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ سیکشن افسر کی آواز تک اسے سننا گوارا نہیں تھی، پکنک کی تیاری میں اسے سخت کوفت ہوئی، وہ کھانے پکاتی تھک جاتی، اس بار اس نے گاؤں کی تین عورتوں کو بلا لیا کہ وہ کھانا پکانے میں اس کی مدد کریں، جس شخص کو مجبوراً اس دعوت میں شرکت کرنا پڑتی وہ پیا تھا۔ دعوت کے مصارف کا چوتھا حصہ بھی اسے برداشت کرنا پڑتا۔ یہ بوجھ وہ بادل خواستہ اٹھاتا۔ بہر حال مشروبات کا خرچ ایک چائی برداشت کرتا۔ اس بار محفل، پیا کے جھونپڑے اور کارن کیرن کے گھر کے قریب ایک بڑے درخت کے سائے میں جمی، نرم گھاس پر ایک چٹائی بچھا دی گئی،

جس پر سب نے اپنی اپنی نشست سنبھالی، گرد و پیش میں پھول کھلے ہوئے تھے، ہوا میں پھولوں کی باس رچی ہوئی تھی، نادش شروع ہوئی، جام نکلوانے کی رسم ادا کی گئی، فست بولا ڈانگ ڈا ساقی گری کرتی تو مزہ دو بالا ہو جاتا، لیکن میں بھی کروں تو کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ ڈانگ ڈا ناراضی سے بولی، فست تم کیا کہہ رہے ہو سوچ کر بات کرنا سیکھ لو اس نے سنی ان سنی ایک کردی اور ٹیپ ریکارڈر پر ایک تھائی دھن بجانے لگا، آج کھانے میں کیا پکا ہے ڈسٹرکٹ ہیڈ نے پوچھا، جواب ملا، ایک پھنڈاؤنگ کر کے پکایا ہے۔ یہاں پھنڈاؤنگ کرنے کا الگ ہی طریقہ ہے۔ بانس کا نیزہ پھنڈے کے سینے میں گاڑ دیا جاتا ہے اور وہ گر کر مر جاتا ہے، اب اس کے ٹکڑے کئے جاتے ہیں اور آپس میں بانٹ دیتے ہیں۔ یہ گوشت کچا ہی کھایا جاتا ہے۔ پھنڈوں کو ہلاک کرنے کے ایک ماہر سے بڑے سے چھرے سے اس کا سینہ اور پیٹ چاک کرنے کیلئے کہا جاتا ہے۔

سیانگ اور دوسرے لڑکے پھنڈاؤنگ اور دعوت ہوتے دیکھتے رہے، پیانے انہیں دیکھا تو بلایا کہ آؤ ایندھن اکٹھا کرنے میں مدد دو، سیانگ نے پیانے سے کہا کہ ہیڈ ماسٹر نے ہم سے کہا تھا کہ کچا گوشت نہیں کھانا چاہئے، لیکن اب وہ سبھی کلیجہ کچا ہی کھا رہے ہیں۔

پکنک بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچی، سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا تھا، ان میں سے بہت سوں پر نیند نے غلبہ پال لیا تھا، وہ وہیں لیٹے اور سو گئے، جو جاگتے رہے وہ تاش کھیلنے لگے۔ عورتوں اور بچوں نے برتن اور طشتریاں سمیٹیں اور انہیں دھونے لگے۔ ڈانگ ڈا اور دوسری لڑکیوں نے بچا کچا کھانا لیا اور گاؤں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ فست نے ناپورم کو گھر پہنچانے کا کہا، جسے اس نے مسترد کر دیا۔ فست نے ہار نہیں مانی اور اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے کہا، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس کے گاؤں کے سکول میں بھیجا گیا۔ ہم ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں، ناپورم کی سہیلی سوما کی بولی مکانوں کا قریب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا، دلوں میں تو میلوں فاصلے ہیں۔ سوما کی بڑی تیز طرار لڑکی تھی، منہ پھٹ بھی، جو منہ میں آتا بلا جھجک کہہ دیتی، اس نے فست کو وہ جلی کٹی سنائیں کہ اسے پسپائیت اختیار کرنا پڑی، وہ اپنی اصل جگہ چلا گیا۔ ایک چائے نے ڈانگ ڈا پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی، جسے اس نے نظر انداز کر دیا، وہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی، وہ جنہیں ناپسند کرتی تھی ان سے اچھا برتاؤ کرنے کی قائل نہیں تھی۔ ایک چائے کیلئے اس کی

ناپسندیدگی نفرت میں بدلنے لگی تھی ایک شام اس نے ایک چائے سے کہا کہ لگتا ہے تمہارے پاس کرنے کو کوئی کام نہیں، یہی وجہ ہے کہ تم اکثر یہیں ڈیرہ ڈالے رہتے ہو، اس نے کہا مجھے انگریزی زبان پڑھانے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ تحقیق کر لیتا ہوں، بس اس کے بعد جو وقت بچتا ہے اس میں یہاں کا آنا جانا شامل ہے۔ ڈانگ ڈا اس لمحے پیا کے بارے میں سوچنے لگی، جس نے اس میں ایک بار بھی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ڈانگ ڈا نے پیا کو آتے دیکھا تو اسے کہا کہ ایک لمحے کیلئے رک جائیے، اس نے نوجوان استانی سے پوچھا کہ نئے سکول کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے، اس نے بتایا کہ تمہاری تجویز مان لی گئی ہے۔ سکول کیلئے سڑک کنارے کی زمین چن لی گئی ہے، دو تین روز میں کام شروع ہو جائے گا۔ پیا نے سنا اور اپنی سائیکل پر سوار چل دیا۔

.....☆☆☆.....

باب 14

نوجوان ڈاکٹر! اب ہر روز مائی خام کو دیکھنے اس کے گھر آنے لگا، اسے مائی خام سے زیادہ اس کی لڑکی نایورم سے دلچسپی تھی، اسے پہلے پہل خیال گزرا کہ لڑکی کا کسی اور مرد سے تعلق ہے لیکن جلد ہی کھلا کہ ایسا نہیں، وہ خوبصورت، شائستہ سلیقہ مند تھی، اس کی ماں نے اسے بتایا کہ اس کا باپ تینوں کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اور اس نے کسی اور عورت سے شادی کر لی تھی۔ ماں بیٹی اور بیٹے نے بڑی تنگدستی میں زندگی گزاری۔ نایورم پر اپنے باپ کی بدسلوکی کا بہت اثر ہوا، وہ تمام مردوں سے نفرت کرنے لگی۔ وہ ایک ہی مرد کا احترام کرتی تھی اور اس سے محبت رکھتی تھی۔ وہ پیتا تھا، جسے وہ بڑا بھائی سمجھتی تھی، اس نے پیا کو دیوتا کا درجہ دے رکھا تھا، نوجوان ڈاکٹر بہت اچھا انسان تھا، بیماروں کا علاج کرتا اور بہت کم معاوضہ لیتا۔ غریبوں کو تو مفت دوا دے دیا کرتا، اس کا باپ چاہتا تھا کہ وہ پیسے بچائے، شادی کرے اور گھر بسا لے لیکن وہ کہتا کہ اسے ابھی طب پڑھنی ہے۔

مائی خام کی طبیعت سنبھل گئی، ایک دن اس کے گھٹنے کے اوپر کے حصے سے ایک کیڑا نکل آیا، اس کا سر نمودار ہوا تو نایورم نے اس جگہ کو چاروں طرف سے دباننا شروع کیا، پھر کیڑے کا سرا پکڑ کر آہستہ آہستہ کھینچنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ وہ پورے کا پورا نکل آیا۔ پیانے کیڑا کاغذ کے ٹکڑے میں لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیا، وہ دوسرے روز سکول کے بچوں کو وہ کیڑا دکھانا چاہتا تھا، مائی خام کا درد جاتا رہا، وہ تندرست ہو گئی، کمزور ضرور تھی لیکن کمزوری دور ہو سکتی تھی، اس کیلئے ڈاکٹر اور پیانے اسے زیادہ سے زیادہ مچھلی اور مینڈک کھانے کیلئے کہا، جیسے جیسے مائی خام کی حالت بہتر ہوتی گئی ڈاکٹر اور نایورم کے تعلقات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔

پیانے نے وہ کیڑا بوتل میں ڈالا اور سکول کے بچوں کو دکھانے لے گیا۔ یہ کیڑا خوراک کے

ذریعے انسانی جسم میں داخل ہوتا ہے اور معدے سے ہوتا ہوا جسم کے مختلف حصوں تک پہنچ جاتا ہے جہاں گوشت بھرا ہوتا ہے وہاں سے یہ اپنا سر باہر نکال لیتا ہے۔ یہ دماغ میں چلا جائے تو مریض مر جاتا ہے یہ پیدا کس طرح ہوتا ہے؟ اس کا معروف ذریعہ خام مچھلی اور جھینگے ہیں جو لوگ کچی مچھلی یا جھینگے کھاتے ہیں اکثر اس کیڑے کے باعث جسمانی دکھ اٹھاتے ہیں۔ یہ کیڑا بالعموم جلد سے باہر نکلتا ہے اسے مریض کی خوش بختی سمجھا جاتا ہے کہ اسے اس موذی کیڑے سے نجات مل گئی۔ پیانے بچوں سے کہا کہ اگر وہ اس کیڑے سے بچتا چاہتے ہیں تو انہیں کچی مچھلی اور کچے جھینگے ہرگز نہیں کھانے چاہئیں۔

آپ میں سے کون یہ چیزیں کھاتا ہے کسی نے جواب نہ دیا۔
جماعت کے مانیٹر کھیونے بتایا کہ اس نے کئی لوگوں کو خام مچھلی اور جھینگے کھاتے دیکھا ہے لیکن وہ بتائیں گے نہیں۔ میں نے خود خام جھینگے کھائے ہیں۔

بہر حال آئندہ نہ کھانا، لوگ الا بلا کھا کر بیمار پڑتے اور مرتے رہتے ہیں۔
سیانگ نے کہا کہ میری ماں کے بیمار پڑنے کا بھی یہی سبب ہوگا، لیکن وہ اب صحت یاب ہو رہی ہیں۔

گاؤں کے لوگ کاشتکاری کرنے والوں سے زیادہ پڑھے لکھے استادوں کی زیادہ عزت کرتے اور انہیں کو اپنا داماد یا بہو بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے پیا ڈانگ ڈا فسٹ ان کے پسندیدہ تھے۔

ڈانگ ڈا تو چمکتا ستارہ تھی کسی نوجوان کیلئے اس سے شادی کی خواہش کا اظہار کرنا بے حد مشکل تھا۔ ایک چائی اور فسٹ دونوں ہی اپنے آپ کو ڈانگ ڈا سے شادی کرنے کیلئے موزوں سمجھتے تھے لیکن فسٹ کیلئے ایک چائی پر بازی لے جانا آسان نہیں تھا اس نے پکنک کے روز بھی دیکھ لیا تھا کہ ایک چائی کا پلہ بھاری ہے اس لئے اس نے ڈانگ ڈا کا خیال ذہن سے نکال دیا اور ٹائیورم کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اس میں ہر عمر کے مرد کیلئے بے پناہ جاذبیت تھی لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں کر رہی تھی۔ فسٹ نے گول چہرے والی ایک اور لڑکی خام کام سے بات چیت شروع کر دی وہ اس کا دل موہنے میں کامیاب رہا۔ خام کام چند ہی روز میں اس سے گھل مل گئی اور اس کے خیالوں میں مگن رہنے لگی فسٹ نے اس سے اظہار محبت کرتے

ہوئے کہا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ خام کام نے اس کی بات کو سچ مان لیا اور کہا کہ کیا وہ اسے بیاہ کر اپنے گھر لے جائے گا؟ اس نے کہا کہ ضرور لے جاؤں گا، پہلے ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جان تو لیں، اس کے بعد ہی میں تمہیں اپنے ماں باپ سے ملانے لے چلوں گا۔ فی الحال ہم سینما دیکھنے چلتے ہیں، وہ پانچ بجے سینما دیکھ کر نکلے، فسٹ نے اسے کہا کہ ہمارے لئے گاؤں جانا ممکن نہیں۔ خام کام ڈری اور بولی میں رات گھر نہ پہنچی تو میرا باپ مجھے قتل کر دے گا، تم گھبراؤ نہیں میں خود تمہارے باپ سے بات کر لوں گا، صبح گاؤں پہنچ کر پہلا کام یہی کروں گا کہ تمہارے باپ سے ملوں اور پھر اپنے ماں باپ سے کہوں کہ وہ تمہارا رشتہ مانگنے کیلئے تمہارے گھر آئیں۔ خام کام نے اس پر اعتبار کر لیا اور اس کے ساتھ نومنز لہ ہوٹل میں ٹھہرنے پر تیار ہو گئی، وہ 18 سالہ کنواری تھی اس سے پہلے اس نے کسی مرد کے ساتھ رات بسر نہیں کی تھی۔ واپسی فسٹ نے اسے گاؤں جانے والی بس پر سوار کر دیا اور خود موٹر سائیکل پر روانہ ہوا، گاؤں کے لوگ صاف گو ہوتے ہیں۔ خام کام نے اپنے والدین کو صاف صاف بتا دیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتی ہے، اس کا باپ ہیڈ ماسٹر سے ملا تھا، اسے سارا قصہ کہہ سنایا اور کہا کہ وہ یہ معاملہ طے کر دے۔

ہیڈ ماسٹر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، فسٹ ناقابل اعتماد لپا لنگا تھا، اس نے بیچاری لڑکی کو خراب کیا اور اب وہ اس سے پیچھا چھڑانے کا فیصلہ کرنے لگا، باپ فسٹ یا اپنی جان لینے پر تل گیا، فسٹ نے خام کام کی باتوں کو جھوٹ کہہ کر اپنا دامن چھڑانے کی کوشش کی، کارن کیرن کے بیٹے کارٹ نے گواہی دی کہ اس نے کام کو فسٹ کے ساتھ جاتے دیکھا تھا، اس نے اسے بس پر سوار کرایا، فسٹ کیلئے اب کوئی راہ فرار نہیں تھی۔ اسے کہا گیا کہ وہ خام کام سے شادی کر لے یا پھر تادیبی کارروائی کیلئے تیار ہو جائے۔ یہ سارا معاملہ حکام کے سامنے پیش کیا جائے گا، بڑی بحث و تھکیس کے بعد طے پایا کہ فسٹ جرمانہ ادا کر دے، اس کے پاس پیسے نہ ہوں تو ادھار لے لے۔

فسٹ کو یہ شرط ماننا پڑی، لیکن اس کے طور طریقے نہ بدلے، وہ نوجوان لڑکیوں سے باتیں کرنے کے مواقع تلاش کرتا رہتا، وہ کھیا لویا کے گھر ہی رہتا تھا، جو نایورم کے گھر کے پاس تھا، اس قرب کی بنا پر اس نے نایورم پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ وہ ڈری ہوئی تھی لیکن

نہیں جانتی تھی کہ اس سے کیسے بچ سکتی ہے۔ گاؤں کی ہر لڑکی فسٹ سے ڈرتی تھی زبان دراز سو مائی تک اس سے خائف تھی۔ فسٹ کو اس کی پروا نہیں تھی کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں، وہ اپنے لئے خوشی کا متلاشی رہتا۔

فصل پک کر تیار ہوتی ہے تو گاؤں میں ہر طرف طمانیت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ چاول اور مچھلی کی بہتات ہوتی ہے۔

لڑکیاں ریشم کے دھاگے کاٹتی ہیں یا کھڑیوں پر کپڑا بناتی ہیں، سبھی پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں اور باہمی دلچسپی کے مسکوں پر بات چیت کرتے ہیں۔

مائی خام کی بیماری کا ذکر آیا تو جوان ڈاکٹر نے جو ابھی ابھی پہنچا تھا کہا کہ وہ اب تندرست ہو گئی ہے، اس خوشی میں کچھ تحفے لایا ہوں۔ ایک بلاور مائی خام کیلئے اور ایک نایورم کیلئے، نایورم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ تحفہ قبول کرے یا نہیں، ایک بڑی خاتون نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا کہ لے لو، نایورم نے جھجکتے ہوئے تحفہ قبول کر لیا اور ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرنے لگی، مائی خام نے آہستہ سے کہا کہ میں تو تمہیں علاج کا معاوضہ بھی ادا نہیں کر سکی اور تم نے یہ تحفے دینے شروع کر دیئے ہیں، تم سدا خوش رہو اور پھلو پھول ڈاکٹر نے کہا کہ یہ سب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ پیانے ساری رقم دینے کی پیش کش کی تھی لیکن میں نے نہیں لی، اس سے بھی نہیں کسی سے بھی نہیں لوں گا۔

سکول کا وقت ختم ہوا تو فسٹ حسب معمول اپنی قیام گاہ پر گیا، اس نے کپڑے بدلے، نایورم سے علیک سلیک کی، وہ نیچے کام کر رہی تھی، وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا، بعد میں اٹھا اور ہیڈ ماسٹر کے گھر ڈانگ ڈا سے ملنے چل دیا۔ ڈانگ ڈا ابھی سکول سے واپس نہیں آئی تھی، اس لئے اس نے سکول کا رخ کیا، جہاں اس نے ڈانگ ڈا اور پیادوں کو بچوں کی تربیت کرتے پایا، اس نے کہا کہ سکول سے جانے کا وقت ہو گیا ہے، تم لوگ سبھی یہیں جے ہوئے ہو۔ میں نے تو کبھی کسی استاد کو چار بجے کے بعد سکول میں کام کرتے نہیں دیکھا، کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ڈانگ ڈا نے پیا کی پیروی کرنا شروع کر دی ہے؟

نہیں میں کسی کی پیروی نہیں کر رہی، لیکن بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے بوریت دور ہو جاتی ہے، اس لئے گھر میں پڑے رہنے کے بجائے بچوں میں رہنا چاہئے۔

پھر چلو ذرا باہر گھوم پھر آتے ہیں، فسٹ نے اپنی سی ہانگی۔

اس نے کہا تم جانا چاہو تو جاؤ میں یہیں اچھی ہوں۔

بچوں سے کھیل چکے تو پیا نے کہا کہ میرے جھونپڑے میں چلو ذرا سٹالینا اور پانی پی لینا، دونوں کھیت میں سے ہوتے اس ٹیلے پر سے گزرے جہاں سکول تھا، شام کے سورج کے باعث سائے لمبے ہو گئے تھے، ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جس نے ان کا پسینہ خشک کر دیا تھا۔
کیسا اچھا موسم ہے، ڈانگ ڈابولی، تم بہت زیادہ کام کرتے ہو لیکن اس کے باوجود خوش باش رہتے ہو۔

لیکن تم بھی تو بہت زندہ دل اور متحرک ہو پیا نے کہا، خوش رہنا سیکھو۔

پیا تم گھر کی دیکھ بھال کرنی بھی جانتے ہو، موسیقی سے بھی دلچسپی رکھتے ہو، اس نے پیا سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے کہا۔

پیا خاموش رہا، اس نے گٹار اور فن اٹھایا، پھر گٹار بجانا شروع کی، اس نے وہ گیت بجایا جو وہ بچوں کو سکھایا کرتا ہے، اس کے بعد اس نے فن پر چند گیت سنائے۔

اندھیرا ہو رہا تھا، پیا نے ڈانگ ڈا سے کہا کہ اب تمہیں گاؤں جانا چاہئے، یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں یہاں سے نکالنے کی فکر میں ہوں، لیکن اندھیرا ہو گیا ہے اس لئے تمہیں واپس گھر پہنچنا چاہئے۔ گھر میں تمہارا انتظار ہو رہا ہوگا، میں تمہیں کھانے کیلئے نہیں روکوں گا۔

ڈانگ ڈا نے شرارت بھری آواز میں کہا اب تم مجھے کھانے کیلئے بھی نہیں کہہ رہے۔

پیا اسے موٹر سائیکل تک چھوڑنے گیا، راستے میں اس نے ایک سرخ پھول توڑا اور اسے پیش کیا، اس نے شکریہ ادا کیا اور موٹر سائیکل پر روانہ ہو گئی۔ وہ مڑ کر اسے دیکھنا چاہتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

☆☆☆.....

باب 15

اکتوبر کے وسط تک بارشوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور زمین خشک ہونے لگی، کٹڑی سے لدی لاریاں روز ہی سکول کے پاس سے گزرنے لگیں، کبھی کبھی بڑے ٹرک بھی گزرتے، سکول کی عمارت تعمیر ہونے لگی، پیا اور ڈانگ ڈا معماریوں کو مناسب ہدایات دیتے، سیکشن ہیڈ یہاں سے تین بڑے درخت گرانے کے حق میں تھا لیکن پیا نے کہا کہ درخت رہنے چاہئیں۔ عمارت کو دس میٹر پر تعمیر کر لینا چاہئے۔ پیا کا کہنا ہے کہ اتنے بڑے درخت پھر کب لگیں گے، سکول کے بچے ان کے سائے میں بیٹھتے اور کھیلتے ہیں، انہیں نہیں کاٹنا چاہئے۔ سیکشن افسر کا اصرار تھا کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے اس پر قائم رہنا چاہئے۔ درخت کٹتے ہیں تو کاٹ دینے چاہئیں۔ پیا کا موقف یہ تھا کہ موصوف تو گاؤں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ درختوں کا سایہ استادوں اور بچوں کیلئے عافیت کا موجب ہے۔

پیا نے اس سے اختلاف جاری رکھا، جس سے بد مزگی پیدا ہونے لگی۔ ڈانگ ڈا نے صورت حال کو خراب ہوتے دیکھا تو کہا کہ درختوں کو اس جگہ سے نہیں ہٹایا جاسکتا، بہتر یہی ہے کہ سکول کی عمارت ذرا پر تعمیر کر لی جائے۔ اس نے فسٹ سے جو تعلق تھا، پوچھا ”تمہاری کیا رائے ہے؟“ فسٹ جیسے چونک پڑا، میری کیا رائے ہونا ہے، ہمیں سیکشن ہیڈ سے نہیں بگاڑنی چاہئے، یہ کہتے ہوئے اس نے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور چلنے کو تیار ہو گیا۔

پیا نے لجاجت سے کہا ”فسٹ یہ درخت نہیں کٹنے چاہئیں، میں خود سیکشن ہیڈ سے بات کروں گا۔“

ہیڈ ماسٹر نے کارن کیرن سے بات کی، سکول کی تعمیر کا ٹھیکہ اس کے پاس تھا، اس نے کہا پیا صحیح کہتا ہے، ہمیں سکول ذرا پر تعمیر کر لینا چاہئے۔

سکول کی بنیادیں کھودی گئیں اور تعمیر کا آغاز ہو گیا، نقشے میں ستون تعمیر کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی لیکن ٹھیکیدار اور معمار اسے غیر ضروری سمجھتے تھے، اس طرح جو پیسے بچتے وہ ٹھیکیدار کی جیب میں جاتے تھے۔ عمارتی سامان جمع ہو گیا تھا، جس کی نگہداشت کرنے والوں نے پیا کے جھونپڑے کے ساتھ ہی ایک کمرہ تعمیر کر لیا تھا، شام کو ان کی پیا کے ساتھ گپ شپ رہتی، پیا انہیں کبھی کبھار کھانے پر بھی مدعو کر لیتا۔

اس روز سیکشن ہیڈ تعمیر کا معائنہ کرنے آیا، اس کے ساتھ ایک دوسرے سکول کے استاد اور اس کا ایک بھتیجا اور چند دوسرے لوگ بھی تھے۔

سب نے مل کر کھانا پکایا، مچھلی، مچھڑے کا گوشت، بطخ کے انڈے، سبزیاں، پھل، سارا خرچ ٹھیکیدار کا تھا۔ ڈانگ ڈا اور فسٹ بھی مدعو تھے۔ ہیڈ ماسٹر چاہتا تھا کہ ڈانگ ڈا سیکشن ہیڈ کیلئے جام تیار کرنے کی خاطر دعوت میں موجود رہے، اسے یہ منظور نہیں تھا۔ وہ کہتی کہ کیا سیکشن ہیڈ کے ہاتھ نہیں وہ اپنا جام خود بنا لے۔ ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ اپنے چچا کا دھیان کرو اور اس کی خاطر یہ ناگوار کام کر دو، وہ تھوڑی سی جیٹیں بیس کے بعد تیار ہو گئی۔

پارٹی ختم ہوئی تو سبھی لوگ کارن کیرن کے ہاں چلے گئے، پیا اور ڈانگ ڈا نے معذرت کر لی، ان کا کہنا تھا کہ اب ان کا کوئی کام نہیں، اس لئے انہیں گھر جانا چاہئے۔

یہ چودھویں کی رات تھی، بودھ خصوصی عبادت کرتے تھے، چھوٹے بڑے اور عورتیں، لڑکے بالے سب راہب خانوں کا رخ کر رہے تھے، جہاں میلے کا سماں تھا۔ ڈاکٹر سمبات، نایورم، نوجوان لڑکیاں مل کر میلے میں پہنچیں۔ وہ آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں۔ سمبات کو لگا کہ وہ پیا کے بارے میں باتیں کر رہی ہیں، اس نے نایورم کے بلاؤز کی تعریف کی، یہ بلاؤز خود اسی نے اسے تحفے میں دیا تھا۔ بڑے راہب کے ہاں نوجوانوں کے درمیان بانس پر چڑھنے کا مقابلہ ہو رہا تھا، بانس کے اوپر کے سرے پر ٹوکریاں بندھی تھیں اور ان میں انعام کی چیزیں رکھی گئی تھیں، مقابلہ میں حصہ لینے والوں کو بانس پر چڑھ کر ان ٹوکریوں کو نیچے لانا تھا، لیکن کوئی بھی نہ لاسکا۔ راہبوں نے اشلوک پڑھنے ختم کئے اور مذہبی رسوم اختتام کو پہنچیں تو ہلہ گلہ شروع ہوا، پیا نے نایورم اور سمبات کو ایک چھوٹے سے گروپ میں دیکھا، اس نے انہیں بلند آواز سے تہنیت کے کلمات کہے اور خود بڑی عمر کے لوگوں کے پاس جا بیٹھا۔

9 بجے کے قریب وہ گھر کیلئے روانہ ہوا، کارن کیرن کے گھر کے پاس سے گزرا تو اس میں روشنی ہو رہی تھی، اندر سے فٹ کی آواز آرہی تھی، لگتا تھا کہ وہ بدمست ہو چکا ہے۔ ہیڈ ماسٹر کے گھر آیا تو وہاں اندھیرا تھا، ڈانگ ڈا کے کمرے کی بتی بھی بجھی ہوئی تھی، شاید وہ سو گئی تھی۔

اسے افسوس ہوا کہ اس نے ڈانگ ڈا کو ساتھ چلنے کا نہیں کہا تھا، اس نے اسے جرأت کے فقدان سے تعبیر کیا۔ کارن کیرن کا گھر آیا، اس میں روشنیوں سے چکا چوندا ہو رہی تھی، کارن بھی روشنیوں کی تقریب منا رہا تھا۔

سکول کی عمارت کی تعمیر جاری تھی، اوپر کی منزل کا فرش پڑ چکا تھا، چھت پر فولادی چادریں بچھ چکی تھیں، سال کے ختم ہونے سے پہلے کام مکمل ہونے کا ہدف مقرر تھا۔ کام کی تیزی کا سبب کیا تھا؟ یہ اس نے جاننے کی کوشش نہیں کی، بہر حال کوئی وجہ ضرور ہوگی۔

سرمائیں اگانے کا موسم ہوتا ہے۔ پیانے ہر قسم کی سبزیاں بونیں، اس نے کنواں جو بارش میں تباہ ہو گیا تھا پھر سے کھود کر تیار کر لیا تھا۔ اس بار اس نے کنویں کی دیواروں کو لکڑی کے پھٹوں سے سہارا دیا۔ یہ لکڑی اس نے سکول کی عمارت بنانے والوں سے لی۔ کنویں کے منہ کو اس سینٹ سے پختہ کر لیا۔ سکول کا اپنا کنواں بن چکا تھا، جسے عام لوگ پیاجی کا کنواں کہتے، پیانے اپنے جھونپڑے کے پاس کے قلعے میں پیاز، سلاڈ، دھنیا، پھلیاں اور پٹھا اگایا۔ سو کھڑے تربوزوں کیلئے بنائے، اس نے زمین بنانے کیلئے ہفتہ اور اتوار کا دن صرف کر دیا۔ نایورم، سیانگ اور دوسرے بچوں کو وقت ملتا تو وہ پیانے کی مدد کرنے آ جاتے۔ پیانے نایورم سے کہا کہ تمہارے آنے کی ضرورت نہیں، سیانگ کا آنا ہی کافی ہے۔ وہ میری مدد کر دیتا ہے۔ تمہارے آنے پر لوگ جو باتیں کرتے ہیں مجھے وہ پسند نہیں، بہتر یہی ہے کہ تم نہ آیا کرو۔ نایورم نے کہا کہ ماں نے کہا تھا کہ میں سیانگ کے ساتھ آپ کے پاس جاؤں۔ آپ نے ہمارے خاندان کی بڑی مدد کی، اس کا کچھ صلہ تو آپ کو ملنا چاہئے، لیکن میرا آنا آپ کو ناگوار لگا ہے۔ پیانے کہا ہرگز نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ تم ہر روز آؤ اور میری مدد کرو، پانی لاؤ، کھانا پکاؤ، مگر لوگ نہیں چاہتے کہ تم آؤ، اب اگر وہ کوئی بات کریں تو انہیں کہہ دو کہ پیانے سے اجرت پر کام کراتا ہے۔ ہماری ساجھے داری ہو جائے گی، ہم جو کمائیں گے آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیا کریں

گے۔ یہ کہہ دیا کروں گی اس نے پیا کی تشفی کر دی۔ پیا نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی گپ شپ کی وجہ سے کسی قسم کی بد مزگی پیدا ہو۔

ڈانگ ڈانگ ڈانگ نہا دھو کر نیا لباس پہنا، اس کے بعد وہ کیا کرے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، موسم اچھا تھا وہ گھر سے نکلی اور سکول جا پہنچی، واپس ہونے لگی تو پیا نے اسے دیکھ لیا اور کہنے لگا ڈانگ ڈانگ کہاں جا رہی ہو، تھوڑی دیر یہاں رک جاؤ، لیکن شاید اس نے سنا نہیں، اس نے موٹر سائیکل تیز کیا اور یہ جاوہ جا۔

ڈاکٹر سمبات مائی خام کے گھر آیا، اس نے نایورم کے بارے میں پوچھا، ماں نے بتایا کہ وہ پانی بھرنے گئی ہے، شاید پیا کی مدد کرنے میں بھی لگ گئی ہو، سمبات اس سے ملنے کیلئے بے تاب تھا، وہ چلنے کو تیار ہی ہوا تھا کہ نایورم پانی لیکر آ گئی، آؤ اوپر آ جاؤ، اس نے سمبات سے کہا اور اسے بتایا کہ وہ پیا کے ہاں سبزیاں لگانے میں مدد دینے جاتی ہے۔ آؤ کھانا کھالیں۔

اس نے کہا کہ میں کارن کیرن کے ہاں جا کر کھالوں گا۔

کل تو کہہ رہے تھے کہ ہمارے ساتھ کھاؤ گے۔

سیانگ کہاں ہے؟

پیا نے اسے اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے۔

سمبات کو یقین تھا کہ نایورم اس سے محبت کرتی ہے، وہ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

اماں پوئی کے مرنے کا ذکر آیا تو سمبات افسردہ ہو گیا، وہ اس کا علاج کرتا رہا تھا، پیا کو بھی بوڑھی اماں کے مرنے کی خبر ملی تو اس نے جنازے میں شرکت کا سوچا، اسے افسوس ہوا کہ ایک معمر خاتون جو اس سے پیار کرتی تھی اب اس دنیا میں نہیں رہی۔

پیا نے رات کا کھانا کھایا، سیانگ کو بستر پر جانے اور سونے کیلئے کہا اور خود سائیکل لیکر نکل کھڑا ہوا۔ گاؤں پہنچا تو مرنے والی خاتون کے گھر لوگوں کا ہجوم دیکھا، مرنے والی کی میت تابوت میں دھری تھی، لوگ تابوت پر رنگین جھنڈیاں لگانے میں مصروف تھے۔ یہ مہارت کا کام تھا، چند لوگ ہی تابوت بنانے اور اسے سجانے کے ماہر تھے۔ راہب تابوت کے گرد بیٹھے اشلوک پڑھ رہے تھے، دوسرے لوگ بھی اس میں مصروف تھے۔

فسٹ اس انداز سے بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ قریب بیٹھی ہوئی عورتوں پر گرنے لگا ہے۔

ناپورم اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ سمبٹ انہیں دیکھ رہا تھا، ناپورم نے فسٹ سے کہا ذرا پرے ہو کر بیٹھو، فسٹ نے عذر پیش کیا کہ اس کیلئے ملنے کی گنجائش ہی نہیں۔ تاش کھیلی جانے لگی، فسٹ بازی جیت گیا، کہنے لگا کہ یہ خوبصورت لڑکیوں کے س کا اعجاز ہے، وہ مجھے جتنا دبا کیں گی میری قسمت جاگتی جائے گی۔ سمبٹ غصے سے کھول گیا، وہ فسٹ کو مکہ مارنا چاہتا تھا لیکن بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو رکھ سکا، کسی نے کہا کہ اگر آپ لوگ زیادہ پی گئے ہیں اور بھکنے لگے ہیں تو اپنے اپنے گھر جا کر آرام کریں۔ پیانے صورتحال بگڑتے دیکھی تو اس نے فسٹ سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ گھر چلو، مگر اس نے انکار کر دیا۔ پیانے اپنے میزبانوں سے رخصت چاہی اور رخصت ہو گیا۔ ڈانگ ڈاکو ہیڈ ماسٹر کے برآمدے میں بیٹھا دیکھ کر کہنے لگا، تم ابھی سوئی نہیں؟

چچا اور چچی جنازے میں گئے ہوئے ہیں، گھر کی دیکھ بھال میرے ذمے ہے، میں دو ہفتوں سے یوبان نہیں گئی، اس لئے تمہارے لئے ایک نہیں لاسکی، کچھ بچا ہوا گھر میں موجود ہے، چاہو تو لے آؤں۔ وہ انھی اور گھر میں چلی گئی اور پیتل کی طشتری میں ایک لے آئی۔

کیا یہ ہیڈ ماسٹر کی بیگم نے بنایا ہے؟ پیانے پوچھا
”نہیں بازار سے آیا ہے“

”کیا تم اب بھی یہاں سے تبادلہ کرنے کے چکر میں ہو؟“
”نہیں، اب اگر یہیں رہ جاؤں تو بھی فرق نہیں پڑتا۔“

”میرے خیال میں تم بچوں اور گاؤں کے رہنے والوں سے پیار کرنے لگی ہو۔“

اتنے میں باہر شور اٹھا، آواز آئی ”کسی نے فسٹ کا سر پھوڑ دیا ہے، پیا یہ سنتے ہی اس طرف بھاگا، جس طرف سے شور آ رہا تھا دو گروہوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، وہ کیا کہہ رہے تھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا، فسٹ کو سیڑھیوں پر چڑھنے میں مدد دی جا رہی تھی، اس کا چہرہ خون آلودہ تھا۔ وہ پیئے ہوئے بھی تھا اور زخمی بھی ہو گیا تھا۔ پیا دوڑ کر اس کے پاس پہنچا اور اسے سیڑھیاں چڑھنے میں مدد دینے لگا، اس نے فسٹ سے پوچھا کیا ہوا تھا، کسی نے بتایا کہ وہ پیشاب کرنے گیا تھا، کسی نے پیچھے سے اس کے سر پر چاقو سے وار کر دیا۔ ایسا کس نے کیا، کوئی نہیں مانتا۔ ہیڈ ماسٹر پکارا کوئی دوا لائے، پیانے اس کا سر کندھے پیٹھ بازو دیکھے کہیں کوئی زخم دکھائی نہ دیا،

اس نے کہا دوا کی ضرورت نہیں، یہ خون نہیں سرخ دوائی ہے جسے خون سمجھ لیا گیا ہے۔ پیا زور سے ہنسا اور فسٹ سے مخاطب ہوا کہ آنکھیں کھولو تم بھلے چنگے ہو تمہیں زخمی ہونے کا وہم ہو گیا ہے کسی نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے تم ڈرے تو سبھی ڈر گئے سب لوگ محفوظ ہوئے اور اپنے اپنے حال میں مست ہو گئے۔

.....☆☆☆.....

باب 16

سکول کی عمارت منصوبے کے مطابق تیزی سے بننے لگی۔ اس کی تعمیر کی رفتار بھی ویسی ہی تیز تھی جس تیزی سے سکول کے کھیت میں سبزیاں پروان چڑھ رہی تھیں۔ یا پیا کے تربوز بڑھ رہے تھے۔ استاد اور بچے بھی خوش تھے۔ ان کی خوشی کا ایک سبب یہ تھا کہ سکول کی عمارت مکمل ہونے کے قریب تھی۔ جس میں ان کی کلاسیں لگیں گی اور وہ سکون کے ساتھ پڑھ سکیں گے۔ پیا اور اس کے شاگرد اس پر بھی خوش تھے کہ انہوں نے جو سبزیاں بوئی تھیں اب پک کر تیار ہونے لگی ہیں ان کے اپنے کھیت بھی آباد ہیں اور ان کے ماں باپ کے بھی۔ پیا نے لڑکوں کو سکول کے قریب کے کھیتوں میں سبزیاں بونے اور اگانے پر لگایا تھا۔ ان کی محنت پھل لا رہی تھی۔ سرخ ٹماٹر تھے۔ ہرے پیاز تھے۔ لہسن تھا صبح کی اوس پودوں کا منہ دھلاتی تھی۔ ہرے کھیرے، ہرے پتوں میں چھپے رہتے تھے۔ پیا نے بعض بیلوں پر سے تربوز کاٹنے شروع کر دیئے۔ بچوں کو اچھا نہیں لگا۔ انہیں شکایت تھی کہ تربوز ضائع کئے جا رہے ہیں لیکن پیا کا کہنا تھا کہ بیلوں پر سے کچھ پھل کاٹ دینے سے زیادہ پھل آتا ہے۔ تربوزوں کا وزن بڑھ جاتا ہے۔

استادوں اور شاگردوں نے اپنے اپنے حصے کی سبزیاں سمیٹنا شروع کر دیں وہ انہیں گھر لے جانے لگے۔ کچھ سبزیاں سکول میں ہی دوپہر کے کھانے میں پیش کی جانے لگیں۔ طلباء کی سبزیوں میں دلچسپی اس درجہ بڑھ گئی کہ وہ صبح جلد سکول پہنچنے لگے۔ تربوز دوسری سبزیوں کے بعد میں بوئے گئے تھے وہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ لڑکے تربوزوں کو بڑھتا دیکھ کر خوش ہوتے رات ہوتی تو انہیں مجبوراً گھروں کو جانا پڑتا اور نہ ان کا دل رات کو بھی کھیتوں میں ہی رہنے کو چاہتا۔

پیا نے لڑکوں سے کہا کہ تھا کہ تربوز اور سبزیاں بیچ کر مرغیاں پال سکتے ہیں۔ میں تمہیں مرغیاں پالنا سکھاؤں گا۔ اس وقت کھیتوں کے گرد باڑ نہیں تھی۔ مرغیاں کہاں رکھی جائیں، لیکن

جیسے ہی تمام سبزیاں پک نہیں جائیں۔ ہم میں سے ہر ایک ایک چوزہ ضرور رکھ سکے گا۔
 پیانے تربوزوں کیلئے زرعی مرکز سے بیج لیے تھے۔ دو قسم کے تربوز بڑی تیزی سے پک
 کر تیار ہوئے انہیں پروان چڑھانے زمین تیار کرنے، بڑی بوٹیاں نکالنے اور کیڑے مار
 دوانیں چھڑکنے پر جو محنت لگی تھی اس کا اجر ملنے لگا تھا۔ سبزیاں اگانے کے منصوبے کی کامیابی
 پر، جتنی خوشی فایورم کو تھی شاید ہی اتنی کسی اور کوئی ہوتی ہو۔ اس نے پیا کے احترام اور محبت کا
 رشتہ قائم رکھا تھا اس کے باوجود کہ سام بٹ نے مشہور کر رہا تھا کہ وہ فایورم سے شادی کر رہا
 ہے جب پہلا تربوز پک کر تیار ہوا تو پیانے اسے دو حصوں میں کاٹا، ایک حصہ اس نے سیانگ کو
 دیا کہ گھراپنی ماں اور بہن کیلئے لے جائے وہ مانتا تھا کہ دونوں تربوز کھا کر خوش ہوں گی۔

یہ ایک عام سی بات ہے کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں کچھ ناپسندیدگی بھی ہوتی ہے بعض
 دیہاتی اور طلباء پیا کو ایک پیارا استاد سمجھتے۔ ان لوگوں کا فسٹ کے بارے میں رویہ بالکل
 مختلف تھا۔ وہ اسے اچھا نہیں جانتے تھے لیکن بعض ایسے لوگ بھی تھے جو پیا کو اچھا نہیں جانتے
 تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے جذبات کا برملا اظہار نہیں کرتے تھے۔ تاہم اس کے اثرات
 نمایاں ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگی۔

سال نو کے پہلے دن جب لوگ فصل کے پکنے کی خوشیاں منا رہے تھے پیا کو دھچکا لگا ایک
 رات پہلے ایک منڈلی نے گاؤں میں ڈرامہ کیا۔ پیا بھی دیکھنے گیا۔ رات وہ واپس گھر آیا تو
 دیکھا کہ تربوز جسے اس نے دوسری صبح بیچنا تھا، چوری کیے جا چکے ہیں۔ اس کا دھیان فسٹ کی
 طرف گیا اسے صدمہ تو ہوا لیکن اس نے جذبات پر قابو رکھا اپنے شاگردوں کو یہ خبر سناتے وقت
 اس نے کسی تلخی کا اظہار نہ کیا۔

لڑکے سخت مایوس ہوئے وہ تربوزوں کی چوری پر کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے تھے۔ پیانے انہیں
 چوری، کمینگی اور گرانٹ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ لڑکے پیا کی باتیں اس توجہ
 اور انتہاک سے سنتے رہے جیسے بڑی عمر کے سنجیدہ لوگ سنا کرتے ہیں۔ کارن کھین نے پیا سے
 علیحدگی میں ملاقات کی اور کہا کہ ”ہمت نہ ہارنا، بدی کے خلاف لڑنے رہنا، ایک آدمی کیلئے جو
 تمہارے کام کو سراہتا ہے۔“

”سیانگ پیا کا ساتھی تھا، وہ کچھ کھود رہا تھا کہ وہ ڈنگ ڈانے پوچھا ”کیا کھود رہے ہو“

یہی اردی کھود رہا ہوں۔

یہ پکا کر کھائی جاتی ہے۔ بہت مفید ہے۔

اسی دوران شعبے کے سربراہ کی پک اپ گاڑی سکول کی عمارت کی طرف سے آئی اور ان کے پاس آ کر رک گئی۔ اس کے ڈرائیور سواد نے جو شعبے کے سربراہ کا معتمد خاص تھا۔ ڈوانگ ڈاسے مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ کیا کر رہی ہیں؟

یہی لڑکے کو اردی کھودتے دیکھ رہی ہوں۔ کیا شعبہ کے سربراہ واپس جا رہے ہیں۔ اس نے دریافت کیا۔

”ہاں ہم جا رہے ہیں“ نے سیا نگ سے کہا کہ وہ جتنی کچھ اردی کھود چکا ہے۔ لائے اس نے سیا نگ سے پوچھا کیا وہ اسے بیچنا چاہے گا۔“

نہیں جناب میں اپنی ماں کیلئے کھود رہا ہوں۔ سربراہ نے سواد سے کہا کہ وہ بھی کچھ کھود لے اور کسی تھیلے میں ڈال لے۔ اس نے دو سکے سیا نگ کے ہاتھ میں دیئے اور اردی سمیٹ کر چل دیئے۔ سیا نگ اور ڈوانگ نے انہیں غصے کی نظروں سے دیکھتے رہ گئے۔

کارٹ کی بس پیا کے پاس آ کر رکی کسی نے پیا سے پوچھا کہ کیا تم تنخواہ لینے جا رہے ہو؟ پیا نے جواب دیا کہ ہیڈ ماسٹر چاہتے ہیں کہ میں جا کر عملے کی تنخواہ لے آؤں۔ یہ کہتے ہوئے وہ بس کی پچھلی نشست پر جا بیٹھا۔ اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے تھٹ فون سے پوچھا۔ تم کس درجے میں ہو۔ لگتا ہے ہزاروں میں تنخواہ پاتے ہو۔ اس نے طنزاً کہا۔

”نہیں ہزار کہاں“ سینکڑوں میں بھی نہیں بس اتنی مل جاتی ہے کہ گزر بسر ہو جاتی ہے۔ پیا نے پہلی ملاقات کے بعد سے ہی اس شخص کو ناپسند کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سے گفتگو جاری نہ رکھی۔

بس 9 بجے دفتر کے سامنے جا کر رکی۔ وہاں سرکاری ملازموں کا میلہ سا لگا ہوا تھا۔ سب نے خاکی وردی پہن رکھی تھی۔ کہنے کو تو یہ خاکی وردیاں تھیں لیکن ان کے رنگ میں فرق تھا کسی کی وردی کا رنگ گہرا تھا کسی کا ہلکا اور کسی کا جگہ جگہ سے اڑ گیا تھا۔ ایجوکیشن افسر کے دفتر میں خاموشی تھی۔ وہاں ڈسٹرکٹ افسر اس کا معاون اور ایک کلرک تھا۔ شعبے کے سربراہ کے دفتر کا معاملہ الگ تھا۔ وہاں خاصی چہل پہل تھی۔ شور و غوغا اور ہاؤ ہو تھی۔ لوگ آ جا رہے تھے۔ وہ

نصابی کتابیں، چاک اور دوسرا سامان لینے آئے تھے۔ کچھ لوگ اپنی تنخواہیں میں کٹوتی کا حساب لگانے میں مصروف تھے۔ سواد کے ذمے ضلع کی تنخواہوں، پنشنوں، یتیموں کو ملنے والی امداد، علاج معالجے کے مصارف اور امداد باہمی کیلئے بچتوں کا حساب رکھنا تھا۔

باہر ایک بورڈ پر کٹوتیوں کی تفصیل لکھی ہوئی تھی۔ پانے اسے تفصیل سے پڑھا لیکن وہ بعض کٹوتیوں کی علامت نہ سمجھ پایا۔ اس نے ہیڈ ماسٹر کنتھا سے جو کتابوں کے بنڈل اور چاک کے بکس بنانے میں مصروف تھے پوچھا۔ آپ ان کٹوتیوں کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔ سواد کا کہنا ہے کہ ہر سکول کا حساب صحیح کر کے پیش کیا جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ میں ان کا وقت ہی ضائع کروں گا۔“

”اوہ! پانے نے یہ تم ہو۔ میں تمہیں پہچان نہیں سکا۔ آپ کے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کہاں ہیں؟ یہاں نظر نہیں آتے۔ ہیڈ ماسٹر کنتھا نے چاک کے بکسوں پر سے نظر ہٹاتے ہوئے کہا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب فام کہاں ہیں۔

”ہمارے ہیڈ ماسٹر بہت تھکے ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنی جگہ مجھے بھیج دیا ہے۔ اس فہرست کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس میں جن کٹوتیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا ہر ایک پر یکساں اطلاق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ٹی بی ایس، نیچرز ہینولینٹ سوسائٹی کا مخفف ہے جو اس کے ارکان ہیں صرف انہی کو ادائیگی کرنا ہوگی۔ تمہارے سکول سے ہی اس سوسائٹی کے رکن ہیں۔ اس سوسائٹی کا مقصد اپنے ارکان کی تنخواہوں اور حالات کار کی اصلاح کیلئے کام کرنا ہے۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے اس کی رکنیت حاصل کرنا ہر کسی کیلئے لازم ہے۔ کئی ارکان نے علیحدگی اختیار کرنا چاہی لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ نئے سال کی تقریبات منانے کیلئے بیس روپے مقرر ہیں۔ گزشتہ سال ہر رکن کو اتنی ہی رقم ادا کرنا پڑتی صوبائی دفتر کو خسارہ ہو گیا تھا جسے پورا کرنے کیلئے تمام ارکان کے مساوی چندہ دینا پڑا۔ ہیڈ ماسٹروں کے آخری اجلاس میں طے پایا تھا اور یوم اساتذہ اور یوم اطفال کیلئے بھی چندہ اکٹھا کرنا پڑا۔ شعبے کے سربراہ کے تبادلے پر ان کے اعزاز میں جو دعوت دی گئی اس کے شرکاء کو ہی چندہ دینا پڑا۔ ہر کسی کو نہیں۔ تمہارے سکول میں سے تو کوئی بھی اس دعوت میں شریک نہیں ہوا۔ تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سواد سارا حساب کتاب دیکھ لے گا۔

پیا اگرچہ کچھ بھی سمجھ نہ پایا، تاہم اس نے ہیڈ ماسٹر کتھ کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اتنی تفصیل سے بات کی۔

”میں کسی تنظیم کا رکن نہیں، مجھے کتنی رقم ادا کرنا پڑے گی۔“

”تمہیں صرف ایو سی ایشن کی رکنیت کی فیس ادا کرنا ہوگی۔ اسی طرح نئے سال، ٹیچرز ڈے اور چلڈرنز کی تقاریب کیلئے چندہ دینا ہوگا۔ ہیڈ ماسٹر کتھ نے بنڈل کو آخری گانٹھ لگاتے ہوئے اپنی بات ختم کر دی۔

”میں جب بھی یہاں دفتر آیا مجھے کوئی نہ کوئی چیز لے جانا پڑی۔

کئی کئی کلو وزن ہو جاتا ہے۔ ایک سرساز بکس تو مصیبت ہیں۔ مختلف محکموں کی طرف سے بھیجا جانے والا سامان الگ ہے۔ لگتا ہے کہ ان محکموں میں ہمیں سامان بھجوانے کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ ان کے خیال میں ہمیں اسے پڑھنے کے سوا کوئی اور کام نہیں کرنا ہوتا۔ کئی بار میں نے سوچا کہ اس کا ساز و سامان بنڈل باندھ کر بیچ دوں۔

اس بار کس قسم کا چاک دیا جا رہا ہے۔ پیانے پوچھا۔ اس کو شکایت تھی کہ چاک کے نام پر جو چیز ہم استعمال کر رہے ہیں، پتھر کی طرح سخت ہے۔ اس سے کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ اسے کون خرید کر لاتا ہے اور وہ کون سی فیکٹری ہے جہاں یہ پتھر ملا چاک بنتا ہے؟

ہیڈ ماسٹر کتھ نے کہا کہ ”یہی ہوتا آیا ہے مفت میں ایسی ہی چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔“ ڈسٹرکٹ آفس کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ایک موٹے آدمی سے سامنا ہوا۔ اس کا سر گھٹا ہوا اور اس کے دانتوں پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ اس نے چھوٹا نوٹ بکس کا بنڈل اٹھایا ہوا تھا۔ اس نے ہیڈ ماسٹر کتھ سے علیک سلیک کی اور پوچھا کہ ”نام“ نہیں آئے؟ پیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”ان کی جگہ بیا آئے ہیں“ ”وہ اچھے تو ہیں“ انہوں نے کچھ کہا تو نہیں؟ پیا نے اس شخص کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کہا کہ ہیڈ ماسٹر نے مجھے اپنی جگہ بھیجا اور سارے فرائض ادا کرنے کو کہا۔ کیا آپ کو ان سے کوئی کام تھا؟

اس شخص نے بڑے معصومانہ انداز میں کہا کہ فسٹ کی رقم کا معاملہ تھا۔ میں نے سیکشن افسر سے کہا تھا کہ وہ فسٹ کی تنخواہ سے کٹوتی کر لیں لیکن گورنر کے دفتر نے اساتذہ کی تنخواہوں میں سے کسی قسم کی کٹوتی کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ آپ فسٹ

کی تنخواہ میں سے مطلوبہ کٹوتی کر دیں۔ فسٹ کی رضامندی حاصل کی جا چکی ہے۔ بس فسٹ نے مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں۔ اس لیے میں اس کی تنخواہ سے کٹوتی کرنے کا مجاز نہیں۔ آپ براہ راست ان سے معاملہ طے کر لیں۔ کتنی رقم کٹوانا مقصود ہے۔ یہ خاصی بڑی رقم ہے۔ موثر سائیکل کی اقساط ادا کرنا ہوں گی ان پر سود بھی دینا ہے۔ رقم ہزاروں تک پہنچی تھی۔ فسٹ کی اجازت کے بغیر رقم نہیں دے سکتا۔ پیانے ہال کے بڑے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اساتذہ کی ماہانہ میٹنگ میں ہیڈ ماسٹر شریک تھے یا ان کے نمائندے ان کی تعداد ضلع کے سکولوں کی تعداد کے برابر تھی۔ شعبے کے بھاری بھر کم سربراہ حال میں داخل ہوئے اور سواد کے پاس آ کر بیٹھے گئے سواد انہی کا آدمی سمجھا جاتا تھا۔ شرکاء کی باتیں ختم ہوئیں تو نئے قواعد و ضوابط اور نئی پالیسی کا اعلان ہوا۔ بتایا گیا ہے کہ یہ پالیسی ملک صوبے اور ضلع کے مفاد کو ملحوظ رکھ کر وضع کی گئی ہے۔

شعبے کے سربراہ نے بیان ختم کیا اور اساتذہ کی تنخواہوں میں سے کی جانے والی کٹوتیوں کی تفصیل بتانا شروع کی۔ انہوں نے ان کٹوتیوں کی ضرورت اور اہمیت بیان کی۔ گورنر کے دفتر نے کٹوتیوں کی ممانعت کر رکھی تھی لیکن شعبے کے سربراہ کو ان کا اختیار تھا۔ سواد نے اس کا اعلان کرتے ہوئے یقین دلایا کہ کٹوتیوں کا فیصلہ قانون و قواعد کے خلاف نہیں۔

پیما ہاتھ اٹھا کر سوال کرنا چاہتا تھا کہ ہیڈ ماسٹر کتنے نے اس کی پسلیوں میں ٹھوکا دیتے ہوئے سرگوشی کی کہ وہ کچھ بھی نہ بولے۔ پیمانے اس کا کہا مانا اور خاموشی اختیار کئے رکھی۔

جب سیکشن افسروں کی باری ختم ہوئی تو شعبہ تعلیم کے سربراہ نے بولنا شروع کیا۔ تعلیم بالغاں اس کا موضوع تھا۔ اساتذہ نے جس میں بہت کم دلچسپی ظاہر کی تھی۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسر کی باری آئی تو اس نے جگر کے امراض کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ ان بیماریوں کے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔ شعبہ زراعت کے افسر نے مختصر اُبتایا کہ کسانوں کے چھوٹے چھوٹے گروپ بنائے گئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ افسر نے اجلاس ختم کرتے ہوئے شرکا پر زور دیا کہ وہ قوم کی فلاح کیلئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ڈسٹرکٹ افسر ایک قریبی گاؤں کے دورے سے واپس آیا تھا۔ اسی دوران ایک انشورنس ایجنٹ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اشتہار تقسیم کرنے شروع کر

دیئے جن میں مختلف انشورنس پالیسیوں کا ذکر کیا گیا تھا جن کے بارے میں کہا گیا کہ اساتذہ چاہیں تو ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ افسر نے ساڑھے گیارہ بجے تقریر کرنا شروع کی جو سوا بارہ بجے ختم ہوئی۔ اس کے بعد اجلاس دوپہر کے کھانے کیلئے ملتوی کر دیا گیا اور اعلان ہوا کہ اجلاس دو بجے پھر شروع ہوگا اور صوبے کے ڈائریکٹر ایجوکیشن پرائمری تعلیم کے معیار کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ اس کے بعد تنخواہیں تقسیم ہوں گی اور دیہی سکولوں کے اساتذہ اپنے ذمہ واجب الادا قرضہ چکانیں گے۔

سودا کے ایک نمائند نے کھانے کے دوران ہی تنخواہیں ادا کرنا شروع کر دی تھیں۔ انہیں خوشی تھی کہ وقت کم ہے۔ اس لیے یہ کام جلد مکمل کر لینا چاہئے۔ پیانے کھانا کھانے کے بجائے قطار میں لگ کر تنخواہ وصول کرنے کو اہمیت دی۔ ایک تاثر یہ بھی تھا کہ شاید اس ماہ بہت کم اساتذہ تنخواہ لے پائیں کیونکہ ان میں سے بعض نے پہلے تنخواہ سے زیادہ خرچ کر دیا تھا۔ فسٹ کی مثال سب کے سامنے تھی جس نے کمایا کم تھا اور کھایا زیادہ تھا۔ فسٹ کی تنخواہ میں سے خاصی بڑی رقم کاٹ لی گئی۔ اس نے اساتذہ کی انجمن امداد باہمی سے ہنگامی طور پر قرض لے رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے کلب کا بل تھا اور قرضے پر کی جانے والی خریداری تھی۔ یہ سب رقوم ملا کر اس کی تنخواہ سے کہیں زیادہ تھیں۔ ہر سکول کے اساتذہ کی تنخواہیں سے مجموعی کٹوتیوں کی پیا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس نے تنخواہیں وصول کرنے کے بعد حساب لگایا کہ اس پر کھلا کہ فسٹ نے سب کا کچھ نہ کچھ حصہ مار لیا ہے۔ پیا بے بس تھا اس نے سوچا گاؤں واپس جا کر فسٹ سے جتنی رقم بھی نکلوائی جاسکی، نکلوانے کی کوشش کریں گے۔

تنخواہ کی رقم لے کر وہ بھاگم بھاگ کر ایک ریسٹورنٹ میں پہنچا اور کھانے کیلئے ایک پیالہ نوڈلز لئے یہاں نوڈلز کے علاوہ اور کھانے بھی ملتے تھے۔ تنخواہ وصول کرنے والے اساتذہ کا اچھا بھلا ہجوم ہو گیا تھا۔ ریسٹورنٹ کا مالک ایک دیت نامی تھا جس نے نوڈلز بیچنے کا کام شروع کیا لیکن لوگوں کا رجحان دیکھ کر اس نے مقامی کھانے بھی پکانے شروع کر دیئے۔ اس میں مچھلی، جھینگے، گرنٹ اور دوسری ڈشیں تھیں جنہیں پسند کیا جائے گا۔ تھائی لینڈ میں کھانے کے ساتھ شراب فروخت کرنے کا بھی رواج ہے چنانچہ اس ریسٹورنٹ میں یعنی شراب ملنے لگی۔

ہیڈ ماسٹروں نے کھانے کے ساتھ شراب کی بوتلیں بھی لینا شروع کر دیں۔ دوپہر کا وقت تھا اور موسم خاصا گرم تھا۔ ان میں سے اکثر کھانے پینے میں اس طرح مشغول تھے کہ سر پر کے اجلاس میں جانا ہی بھول گئے۔

پیانے ہیڈ ماسٹر کنتھا سے پوچھا کہ کیا آپ اجلاس میں نہیں آ رہے اس نے جواب دیا۔ نہیں میں نہیں جاسکوں گا۔ وہ اپنی نشست پر پھیلے ہوئے تھے۔ اجلاس میں اب کیا ہونا ہے۔ محض گپ شپ ہوگئی کوئی سنجیدہ بات نہیں ہوگی۔ بہر حال کیا تم اجلاس میں شرکت کر رہے ہو؟ ”جی ہاں“ میں جاؤں گا اور سنوں گا کہ وہ سکولوں کے معیار کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ یہ کہ کردہ اٹھا اور چل دیا۔ ہیڈ ماسٹر کنتھا نے کہا کہ ذرا رکو، یہ بتاؤ کہ فٹ کے پیسوں کا کیا بنے گا؟

فٹ کے پاس دھیلا بھی نہیں بچا، آپ ہی جا کر اس سے بات کریں۔ یہ کہتے ہوئے وہ سہ پہر کے اجلاس میں شرکت کیلئے چل دیئے۔

اجلاس ختم ہوا تو سینئر ہیڈ ماسٹر کو ان کے ہم نوا، تھائی لارٹ رات ریٹورنٹ میں جمع ہوئے۔ یہ علاقے کا سب سے اچھا کھانے کا مرکز تھا۔ سرحدی اضلاع میں شاید ہی کہیں اس سے بہتر ریٹورنٹ ہو۔ گورنر اس علاقے میں آتا تو اس ریٹورنٹ میں کھانا کھاتا۔ اس بنیاد بھی اسے خصوصی حاصل ہو گیا ہے۔ یہاں چینی کھانے پکتے تھے۔ چینی کھانے، تھائی طرز کے صوبوں میں اس طرح کے کھانوں کو پسند بھی کیا جاتا ہے اور بڑھیا بھی مانا جاتا ہے۔ اس ریٹورنٹ کے گاہکوں میں سرکاری ملازم اور اساتذہ شامل تھے۔ سفر پر نکلا ہوا کوئی تاجر، محکمہ جنگلات کا کوئی کارندہ یا معدنیات کے شعبے سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی بھی ادھر آ نکلتا۔ اصل گاہک سرکاری ملازم اور پولیس کے اہل کار ہی تھے۔ اساتذہ اور محکمہ تعلیم کے افسر خاص موقعوں پر ہی یہاں آتے تھے۔ جسے مہینے کے آخر میں تنخواہ وصول کرتے یا کسی خاص تقریب میں شرکت کرتے۔

آج یہاں خاصا ہنگامہ تھا، تین استادوں کو خصوصی ڈپلومے ملے تھے۔ 1958ء سے یہ قائدہ رہا کہ جسے یہ ڈپلومہ ملتا اسے سرکاری ملازمت میں لے لیا جاتا۔ اس اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت تھی۔ اب بھی ہے۔ اسے خاصی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تین دوسرے

اساتذہ کو ہیڈ ماسٹر چن لیا گیا تھا۔ ان سب کی میزبانی جن کے ذمہ تھی انہیں بدقسمت سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے کہ سب انتظار انہی کے ذمے تھا جنہیں مدعو کیا گیا۔ ان میں سیکشن ہیڈ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن ہیڈ، نیا افسر تعلیمات سواد اور انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے کچھ دوسرے اساتذہ تھے جو افراد اس تقریب میں شرکت کے خواہش مند تھے۔ منتظمین نے چھ میزبانوں میں سے ہر ایک سے چالیس روپے لیے۔ اکثر ہیڈ ماسٹروں اور ان کے نمائندوں نے مدعو نہ کئے جانے کے باوجود تقریب میں شرکت کی۔ ہیڈ ماسٹر کنتھا ان میں شامل تھے۔ انہوں نے پیا کو بھی دعوت میں شریک ہونے پر آمادہ کر لیا۔ پیا کو واپس گھر جانے کیلئے ہیڈ ماسٹر سے لفٹ لینے کی ضرورت تھی اس لیے اس نے بادل خواستہ تقریب میں شرکت کرنا قبول کر لی۔

ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے سپروائزر صوبائی ہیڈ کوارٹر سے آئے تھے۔ انہوں نے پرائمری سکولوں کے معیار کے متعلق گفتگو ختم کی تو کسی طرف سے ایک سوال بھی نہیں آیا۔ ماہانہ میٹنگ ختم ہوئی کہ ہیڈ ماسٹر تھائی لوٹ رات ریسٹورنٹ میں پہنچے جہاں ان کے بعض رفقاء اپنے انجن کو گرم کئے ہوئے تھے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے خاصی شراب پی لی تھی۔

پیا اور ہیڈ ماسٹر کنتھا، چار بجے کے قریب ریسٹورنٹ میں پہنچے۔ سیکشن ہیڈ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن ہیڈ نے افسر اور ان کے لگے لیٹے کوئی پندہ منٹ بعد آئے۔ سرحدی اضلاع کے سرکاری دفاتروں میں کام کس وقت ختم ہوگا؟ اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ بعض دنوں کو رات گئے تک کام جاری رہتا ہے۔ ورنہ عام طور پر سہ پہر تک سارا کام نمٹایا جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ پبلک کا کوئی آدمی موجود نہ ہو۔ ہر کوئی اپنی شکایت دور ہونے پر جا چکا ہے۔ حملہ کے روز وہ دو پہر کو کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ بعض ملازموں کو دوسرے علاقوں میں جانا ہوتا ہے وہ مجھے کو آدھا ہفتہ کہتے ہیں کیونکہ غیر سرکاری طور پر آدھا دن تصور کیا جاتا ہے۔

ہر کوئی وردی پہنے لمبی میز کے گرد بیٹھا ہوا تھا۔ تھائی کے یون، جس نے بچپن میں ہی کھانا پکانا سیکھ لیا تھا۔ بتیسی نکال کر اور اور زال پہننا شروع کر دیا۔ اس کے دانتوں پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ گاہکوں کی تعداد دیکھ کر اس کا اندازہ تھا کہ وہ آج دو ہزار سے کم ضرور کما لے گا۔

افسر میز کے سرے پر بیٹھے تھے ان کے ساتھ ایک طرف سیکشن ہیڈ تھا۔ دوسری طرف سواد سواد تھا۔ ان کے سامنے دچاتی تھا۔ وہ صوبے کا نگران افسر تھا۔ وہ غیر متوقع طور پر آ گیا

تھا جہاں تک اکا چائی کا تعلق ہے اس قسم کی شاید ہی کوئی تقریب ہو جس میں وہ شریک نہ ہوا ہے۔ ضلع بھر میں وہ واحد گریجویٹ ٹیچر تھا۔ شعبہ تعلیم کی تین خواتین بھی موجود تھیں۔ ان میں سے ایک خوبصورت تھی اس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی۔ وہ نئے انفر کیلئے شراب کے جام تیار کر رہی تھی۔

لوگ جی بھر کھا رہے تھے زیادہ تر چینی کھانوں کی مانگ تھی جو جلد ہی ختم ہو گئے۔ شاید اس لیے اساتذہ کو سخت بھوک لگی تھی یا پھر کھانے بہت لذیذ تھے۔ کچھ کہا نہیں جاسکتا جب سب کھا چکے اور پلیٹیں صاف ہو گئیں مگر افسروں کے سامنے کھانا رکھا تھا۔ پیا ہیڈ ماسٹر کنتھا کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے بھی خوب کھایا لیکن اب ہیڈ ماسٹروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا بچپن بدھ مندر میں گزرا تھا کھانے پر ٹوٹ کر پڑنے کا ہنر اسے نہیں آتا تھا۔ وہ بیٹھا دوسروں کو کھاتے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ کس طرح اس بڑھ چڑھ کر کھانا دیہی استادوں کا خاصا ہے؟ اس کے نزدیک ایسا کرنا شرمناک تھا۔ دوسرے محکموں کے لوگ بھی بھوکوں کی طرح خوراک پر جھپٹتے دیکھ کر کیا سوچیں گے؟

سوانے بھی سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا اسی نے کھانے کا آرڈر دیا اس نے حاضرین کو اس اجتماع کی غرض و غایت بتائی۔ اس نے ایک ایک کر کے تمام میزبانوں کو کھڑے ہو کر کہا اور پھر ان کے حسن انتظام کی بنا پر ان کی تحسین کی اور محفل میں تالیاں بجانے کیلئے کہا۔ اس نے کہا کہ اساتذہ کو باہم متحد ہونا چاہئے۔ مل کر مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ قربانی دینی چاہئے اور اپنے شاگردوں اور عام لوگوں کیلئے لائق تقلید شاندار مثال قائم کرنی چاہئے۔ بعد ازاں ایک ایک کے سب کو آنے اور کچھ بولنے کی دعوت دی گئی۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر سپروائزر سینئر اساتذہ اور ان استادوں نے جنہیں ترقی ملی تھی اظہار خیال کیا۔

اندھیرا ہونے لگا تو دوسرے علاقوں سے آئے ہوئے ہیڈ ماسٹر واپس جانے لگے۔ جو بہت دور سے آئے تھے انہوں نے رات یہیں قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ رات کو سفر کرنے میں یہ خطرہ بھی تھا کہ راستے میں لوٹ نہ لیا جائے اور وہ اساتذہ کی تنخواہ سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

ہجوم چھٹا تو پیا نے سیکشن ہیڈ سے سکول کی عمارت کے بارے میں بات چیت شروع کر دی۔ اس نے بڑے ادب سے کہا کہ اس نے عمارت بنانے والے ٹھیکیدار سے پوچھا تھا کہ

سکول کی عمارت میں طلبہ کیلئے ٹائلٹ بھی بنائی جائے گی یا نہیں۔ اس نے جواب میں بتایا کہ اس کا فیصلہ سیکشن ہیڈ کریں گے۔

دوسرا تمام تر انحصار معاہدے پر ہے۔ میں معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔
نقشے میں تو ٹائلٹ نہیں رکھے گئے اگر عمارت کے مکمل ہونے سے پہلے ٹائلٹ بنائے جائیں تو اس پر اضافی خرچ نہیں اٹھے گا۔ اس لیے آپ ٹھیکیدار سے کہیں کہ وہ عمارت میں ٹائلٹ کی گنجائش ضرور نکال لے۔

سیکشن ہیڈ نے آواز اونچی کرتے ہوئے کہا کہ تم الجھن پیدا کرنا چاہتے ہو؟ تمہارا سکول برسوں سے موجود چلا آ رہا ہے۔ اس میں کبھی ٹائلٹ نہیں تھے۔ اب سکول کی نئی عمارت بن رہی ہے تو تم ٹائلٹ بنانے کا کہہ رہے ہو۔ اگر ضروری سمجھتے ہو تو خود ٹائلٹ بنالو۔

”پیا بے بس ہو کر رہ گیا“ اس نے سیکشن ہیڈ سے بات چیت کرنا بے فائدہ سمجھتے ہوئے ہیڈ ماسٹر کنتھا سے پوچھا کہ وہ گھر کب چل رہے ہیں؟

کنتھا کے اعصاب سخت تناؤ میں تھے۔ وہ گہرے سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے رات وہیں بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔

”مناسب ہی ہے کہ کل صبح واپس چلیں۔ اب گئے تو راستے میں کوئی مشکل پیش آگئی تو اس سے کیسے نمٹیں گے؟“ گزشتہ مہینے ہیڈ ماسٹر سرموٹاگ مائی نہ صرف راستے میں لٹ گئے تھے بلکہ قتل کر دیئے گئے اس لیے ہمیں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔

جیسا آپ کہیں

پیا واپس جانا چاہتا تھا لیکن خاموش ہو گیا۔ اس وقت کوئی بس بھی نہیں ملتی تھی۔ دن میں اس کے گاؤں تک بس ایک ہی بس جاتی تھی۔

لیکن ہم رات رہیں گے کہاں؟

رہنے کیلئے کئی جگہیں ہیں، تم کسی کے گھر ٹھہر سکتے ہو۔ پھر یہاں ہوٹل؟

ضلعی مرکز ہی صرف ایک دو منزلہ چوہی ہوٹل تھا جس میں کئی کمرے تھے۔ نچلی منزل میں ریٹورنٹ تھا۔ مہمانوں کے ٹھہرنے کیلئے ادپر کے کمرے تھے جن میں سے ہر ایک کا الگ باتھ روم تھا۔ ہوٹل کے سامنے بس سٹینڈ تھا۔ ہیڈ ماسٹر اور پیا نے ایک کمرے میں ٹھہرنے کا

فیصلہ کیا۔

پیا نے نہا کر پرانا لباس پہن لیا۔ وہ رات کو گھر سے باہر رہنے کے خیال سے نہیں آیا تھا۔ اس لیے کوئی الگ کپڑے نہیں لایا تھا۔ وہ ہوٹل سے نکلا اور اس کے سامنے ٹھیلنے لگا۔ اس نے وچائی کو دو نوجوان استادوں کے ساتھ باتیں کرتے دیکھا۔ انہوں نے پوچھا ”تم کہاں ٹھہرے ہو۔“

پیا نے کہا ہوٹل میں۔ وچائی نے پیا سے کہا کہ وہ بھی اس ہوٹل میں رات ٹھہرے گا۔ وہ اپنی چیزیں وہاں رکھ گیا تھا۔ نوجوان استادوں نے پیا کیلئے جام لانے کا آرڈر دیا۔ وچائی سے باتیں کرتے ہوئے پیا کو پتہ چلا کہ نگران یونٹ دیکھ بھال اور نگرانی پر مامور ہے۔ وہ براہ راست وزارت تعلیم کے ماتحت ہے۔ انتظامی یونٹ انتظامی امور نمٹانے کا ذمہ دار ہے۔ اس کا سربراہ ہوتا ہے اور صوبائی سطح پر ان کا سربراہ ان کی نگرانی کرتا ہے۔

یہ خاصا پیچیدہ مسئلہ ہے۔ نگرانی کرنا آسان کام نہیں۔ ہزاروں سکول ہیں ان کی نگرانی کیلئے ہمارے پاس صرف دس افسر ہیں۔ ہمارے لیے تمام سکولوں میں پہنچنا اور ان کے معاملات طے کرنا ممکن نہیں۔ ہمارا سالانہ بجٹ بھی اتنا کم ہے کہ اس میں اتنا کام نہیں کیا جاسکتا۔

پیا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں سالانہ بجٹ کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں سکولوں میں جانے کی کیا پڑی ہے اور اگر وہ پہلے بھی جاتے ہیں تو کیا کر لیتے ہیں۔ اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔ اس نے ہیڈ ماسٹر کو نگران یونٹ کے بارے میں باتیں کرتے سنا تھا۔ وہ خود جب ٹریننگ کالج میں زیر تربیت تھا تو اس نے یونٹ کے بارے میں کئی لیکچر سنے تھے۔ اس کے باوجود اسے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ یہ سب کچھ کہیں ضروری تھا۔ اب وچائی نے بتایا کہ یونٹوں کا مقصد اساتذہ کو تدریس کے اور تعلیمی مسائل کے سلسلے میں مدد دینا ہے۔ یہ مدد کس نوعیت کی ہے۔ اس کی وضاحت پھر بھی نہیں ہوئی۔ پیا نے دوسروں کو اپنے ہاں کے سکول میں آنے کی دعوت دی جسے بخوشی قبول کر لیا گیا۔ شرط صرف یہ تھی کہ اس ضمن میں اسے مناسب سہولت میسر آئے۔

پیا سات بجے کے قریب واپس ہوٹل پہنچا۔ اس کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی۔ کون ہے پیا ہے نیچے جا کر کافی پیو یا جو پسند کی کوئی

چیز کھالو۔ میں ایک اہم کام میں مصروف ہوں۔“

پیانے ہیڈ ماسٹر کنتھا کی آواز پہچان لی اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کس اہم کام میں مصروف ہے۔ وہ نیچے چلا گیا اور اپنے لیے مشروب کا آرڈر دیا۔ آدھ گھنٹے بعد ہیڈ ماسٹر نیچے آیا وہ ہنس رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی تھی۔ دونوں پیانے کے میز پر آکر بیٹھ گئے۔ کیا تمہیں دلچسپی ہے؟ ہیڈ ماسٹر نے پیانے سے پوچھا اور اسے تحریک کی۔ لڑکی جانتی تھی کہ ہیڈ ماسٹر پیانے کو کیا ترغیب دے رہا ہے۔ وہ مسکرائی۔

ہیڈ ماسٹر نے پیانے سے کہا کہ گرم لڑکی سے کپ شپ کرنا چاہتے ہو تو میں ذرا باہر گھوم پھر آتا ہوں۔

”نہیں“ پیانے جھینپتے ہوئے انکار کر دیا میں سونا چاہتا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔

پیا رات کو اچھی طرح سو نہیں سکا۔ ساتھ کے کمروں سے چار پائیوں کے ہلنے اور چرچاہٹ کی آوازیں آتی رہیں۔ اس کے پاس اپنی تنخواہ کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی بھی تنخواہیں تھیں جو اس نے سرہانے چھپا رکھی تھیں۔ وہ اپنے سکول کے بارے میں سوچتا رہا۔ کبھی اسے اپنے جھوپڑے کا خیال آتا جسے وہ کسی کی نگرانی میں دیئے بغیر ہی آگیا تھا۔ اسے ڈانگ ڈابھی یاد آتی رہی حالانکہ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک اس کی عمر 25 برس نہیں ہو جاتی وہ کسی عورت میں ہرگز دلچسپی نہیں لے گا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے لڑکیوں کے چہرے پھرتے رہے۔ ایک فایورم جو خوبصورت تھی لیکن غریب اور تنگدست تھی۔ دوسری ڈانگ ڈااس کے حسن میں عجیب سی دلکشی اور جاذبیت تھی۔ وہ اپنے علم اور رکھ رکھاؤ کے لحاظ سے برتر معاشرتی حیثیت کی مالک ہے۔ سیانگ کا چہرہ بھی اس کی آنکھوں میں پھر گیا۔ یہ نوعمر لڑکا جو اس کا معاون اور مددگار تھا اس پر پورا اعتماد کیا جاسکتا تھا۔ کارن کھین بھی آیا دیا قابل اعتماد اسے اپنے پرانے سب یاد آتے رہے۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ایک بجے کے قریب وہ گہری نیند سو گیا۔

باب 17

پیا دوسری صبح ہیڈ ماسٹر کنتھا اور وچائی کے ساتھ واپس جانے کیلئے نکلا، وچائی بوجون سے موٹر سائیکل پر آیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر نے وچائی کو اپنے سکول آنے کی دعوت دی اور پیا کو دوپہر کے کھانے کیلئے ٹھہرنے کو کہا۔ پیا کو واپس پہنچنے کی جلدی تھی۔ ہیڈ ماسٹر کو اس کا انتظار ہوگا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسے تنخواہیں لانے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ ہیڈ ماسٹر یقیناً اس کی راہ دیکھ رہا ہوگا۔ اس نے معذرت کی اور پیدل ہی نکل پڑا۔

وہ دوپہر کے قریب اسکول واپس پہنچا۔ ڈانگ ڈانے چاروں جماعتوں کے بچوں کو کام پر لگا رکھا تھا۔ کچھ کھیل رہے تھے۔ کچھ پڑھ رہے تھے۔ غرض جس کے جی میں جو آتا تھا کر رہا تھا۔ کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ سب بچے بہت خوش تھے۔

ڈانگ ڈانے اسے بتایا کہ ہیڈ ماسٹر اور فسٹ دس بجے کے قریب خود جائی کھان کے کھیت میں گئے ہیں۔

”خیر تم بتاؤ۔ رات کہاں بسر کی کیا سوئے بھی یا نہیں؟“

ہیڈ ماسٹر کنتھا کے ساتھ رہا۔ ”ہیڈ ماسٹر فسٹ فور جائی کھان کے کھیت میں کیوں گئے ہیں۔“

بچوں نے بتایا تھا کہ وہ اپنے تالاب سے مچھلیاں نکال رہا ہے۔ ظاہر ہے اس موقع پر دعوت ہوگی۔ فسٹ نے کہا کہ تھا کہ دوپہر کو آ کر مجھے ساتھ لے جائے گا اور ہم وہیں کھانا کھائیں گے

اس نے کلائی کی گھڑی دیکھی دوپہر ہونے کو ہے۔ کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے۔ ڈانگ ڈان نے پیا سے پوچھا۔

”ہم کیا کر رہے ہیں؟ کھائیں پیئیں دھوم مچائیں۔ سکول کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔“

پیا سخت بیزار تھا۔“

”پیا‘ خدام کا خوف کرو، ہم تو صرف دوپہر کے وقفے کے دوران جا رہے ہیں، سارا دن تو وہاں نہیں گزارنا، نور جاتی کھان نے کل کہا تھا کہ میں تمہیں بھی ساتھ لے کر آؤں؟ یہ کوئی اتنا دور بھی نہیں۔ پیدل پہنچ سکتے ہیں۔

اسی لمحے فسٹ آپہنچا۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل کا ہارن بجایا۔ وہ موٹر سائیکل کی گدی پر بیٹھا رہا پیا کی آمد پر اس نے کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ پیا غصے میں اپنے جھوپڑے کی طرف چل دیا اور ڈانگ ڈاسے کہہ گیا کہ وہ فسٹ کے ساتھ چلی جائے۔ اس کا انتظار نہ کرے۔ وہ حیرانی میں اسے دیکھتی رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پیا نے یہ رویہ کیوں اپنا لیا ہے۔ وہ فسٹ کے پیچھے گدی پر بیٹھ گئی لیکن وہ سخت مضطرب تھی۔

خود جائی کھان کے مچھلیوں کے تالاب پر کوئی بیس افراد جمع تھے۔ وہ آگ کے گرد دائرہ باندھے مچھلیاں بھون رہے تھے۔ کچھ لوگ مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ زیادہ تر یہ کیٹ فش تھیں۔ ان کے دہانے سانپ کی طرح تھے۔ پلا مچھلی بھی تھی لیکن چھوٹی تھی۔ اسے بڑا ہونے میں ایک سال لگتا۔

ایک درخت کے نیچے قالین بچھی تھی۔ ہیڈ ماسٹر اس پر بیٹھا تھا۔ خود جائی کھان اور کھود بنائی لوا بھی اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے شراب کی صراحی اور ایلومینیم کے گلاس دھرے تھے۔

”ہیڈ ماسٹر نے ڈانگ ڈا کو دیکھ کر پوچھا کہ پیا واپس آ گیا ہے۔“

”جی، واپس پہنچ گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہمارے سکول کی تنخواہیں رک گئی ہیں۔

ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم چار ہی تو ہیں؟ ہماری تنخواہیں کس نے رکوائی ہیں؟

میرا خیال ہے کہ یہ سب فسٹ کا کیا دھرا ہے۔ اسی دوران فسٹ نے اپنی موٹر سائیکل درخت کے سامنے کھڑی کی اور ان کی طرف بڑھا۔

کھانا کھا چکنے کے بعد ہیڈ ماسٹر نے خورمانی کھان کے پیچھے سے کہا کہ وہ ڈانگ ڈا کو اپنی موٹر سائیکل پر سکول چھوڑ آئے۔

وہ ایک بچے سکول پہنچ گئی۔ اس نے بتایا کہ فسٹ اور چچا (ہیڈ ماسٹر) بھی پیچھے آ رہے ہیں لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ سکول نہیں آئیں گے۔ اس نے لوگوں کو جواہ کھیلنے اور رات بھر شراب پیتے دیکھا تھا انہیں کوئی سدھ بدھ نہیں رہتی تھی۔

”آپ آج اپنی سائیکل سکول نہیں لائیں، کیا خراب ہوگئی ہے؟ فورجائی کھان کے بھیجے نے سوم سک ڈانگ ڈاسے پوچھا۔ اس نے گیارہ برس کی عمر میں سکول چھوڑ دیا تھا۔ اب تک بیکار پھر رہا تھا۔ اس کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔

”نہیں سائیکل میں کوئی خرابی نہیں۔ صبح گھر پر ہی چھوڑ آئی اور ہیڈ ماسٹر کے ساتھ سکول چلی گئی۔

اور روم میں تم کیا کر رہے ہو؟“

”کچھ بھی نہیں“ میں ٹیچرز ٹریننگ کالج میں داخلہ لینا چاہتا ہوں۔ اگلے سال کوشش کر دیکھوں گا۔ اس سال تو کونسل نے اپنے اپنے چہیتوں کو داخلہ دلا دیا ہے۔ اس کے لہجے سے تلخی نمایاں تھی۔

”تمہارے پاس وقت ہو تو آؤ سکول کے افتتاح میں ہمارا ساتھ دو“

”میں کوئی خدمت کر سکوں تو بخوشی کروں گا۔ سوم سک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

دوچائی، تعلیم بالغاں کیلئے کام کر رہا تھا۔ وہ ہیڈ ماسٹر کنتھا کی دعوت پر دو بجے کے لگ بھگ بارن فورنگ ماور سکول میں پہنچا۔ اس نے پوچھا کہ کیا پیا اور ڈانگ ڈو سکول میں صرف دو ہی ہیں۔“ نہیں چار ہیں۔ ہر جماعت کیلئے الگ استاد ہے۔ ہیڈ ماسٹر اور دوسرے استاد کسی سرکاری کام سے باہر گئے ہوئے ہیں۔

وہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ تعلیم بھی ان کا موضوع تھی۔ صوبے کی سطح پر تعلیم کے ضمن میں کیا ہو رہا ہے۔ کس کا کہاں تبادلہ ہو رہا ہے۔ وزارت تعلیم کے کیا منصوبے ہیں؟ ان پر عملدرآمد کس طرح ہوگئی؟ دیہی تعلیم کا مستقبل کیا ہے؟ آخر میں وہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ گاؤں میں لوگوں کو اخبار پڑھنے پر راغب کرنا چاہئے۔ تعلیم بالغاں کے معیار کو بلند کیا جا سکتا ہے۔

وہ اس منصوبے پر عام لوگوں اور حکومت سے تعاون ہونا چاہئے۔ اگر لوگ اخبار پڑھنا

چاہتے ہیں تو انہیں ریڈنگ روم قائم کرنا چاہئے۔ اس کیلئے کوئی ہال تعمیر کیا جاسکتا ہے یا کوئی اور موزوں جگہ لی جاسکتی ہے اس کے بعد وہ روزانہ دو اخبار حاصل کر سکتے ہیں۔

پیانے پوچھا کہ سب سے پہلے ریڈنگ روم بنانا ضروری ہے؟
ہاں، لیکن اس کیلئے کیا ہال تعمیر کرنا ضروری نہیں، کوئی پرانی عمارت لے کر اس کی مرمت کر سکتے ہیں۔ ہر گاؤں میں ایسی عمارت آسانی سے مل سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ کشادہ ہوتا کہ اس میں اخبار پڑھنے کیلئے رکھے جاسکیں اور پڑھ چکنے کے بعد کہیں سنبھال کر رکھنا بھی آسان ہو۔ تعلیم بالغاں کے مسئلے کی یہی شرط ہے کہ اس کی دیکھ بھال کیلئے ذمہ دار افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بھی ہو۔

”کیا یہ دلچسپ بات نہیں۔ ڈانگ ڈانے پیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
پھر اس نے دچائی سے پوچھا کہ ہمیں اخبار کیسے ملیں گے اور ان کا انتخاب کون کرے گا؟
”اس کا سارا دار و مدار آپ لوگوں پر ہے۔ تم اپنی پسند کا اخبار چن سکتے ہو۔
اخباروں کے ایجنٹ سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ لوگوں کو کون سا اخبار چاہئے۔ مہینے کے آخر میں وہ ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر کو رسید دکھا کر پیسے وصول کر سکتا ہے۔ دچائی نے پوچھا کہ گاؤں میں ہر روز بس تو آتی ہوگی۔

جی ہاں! بس ہر روز آتی ہے۔ یہ ایک مقامی شخص کی بس ہے۔ وہ صبح امفور جاتا ہے اور پچھلے پہر واپس آ جاتا ہے۔

پیا واپسی پر ہیڈ ماسٹر کے مکان پر رکا، ڈانگ ڈا ابھی نہیں سوئی تھی۔ وہ پیا سے کافی دیر تک باتیں کرتی رہی۔ ڈانگ ڈانے میٹنگ کے بارے میں دریافت کیا کہ کس مقصد سے بلائی گئی تھی۔ پیا نے بتایا کہ سکول کے افتتاح کی تیاری سے متعلق تھی۔ اس طرح کی تقریبات، گاؤں کے لوگوں کے تعاون سے ہی کی جاسکتی ہیں۔ ان پر خرچ تو ضرور اٹھتا ہے لیکن ہمیں اس کی فکر نہیں۔ رسم درواج کو زندہ رکھنے کیلئے کچھ نہ کچھ تو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جب بات کسی بڑی تقریب کی ہو تو اس کے سلسلے میں بچت کا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

ڈانگ ڈانے پوچھا، سنا ہے کہ اختتامی تقریب میں سنگ ڈرم بجانے کی تجویز پیش ہوئی ہے۔ یہ ڈرم میں نے نہیں دیکھا۔ پیا نے کہا کہ میں نے بھی نہیں دیکھا۔ صرف اتنا سنا ہے کہ

اس علاقے کے لوگ اپنی تقاریب میں سنگ ڈرم ضرور بجاتے ہیں۔ اس میں ڈرم بجانے والوں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ کون اچھا بجاتا ہے اور کون نہیں بجاتا۔ اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اختتامی تقریب میں ہم بھی یہ مقابلہ دیکھ لیں گے۔

اس میں بچوں کی کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ دیکھا جائے تو بڑے بھی کم ہی دلچسپی لیتے ہیں۔ سیکشن ہیڈ کی پک اپ گھر کے سامنے آ کر رکی تو پیا نے جلدی سے رخصت چاہی اور ڈانگ ڈاکو الوداع کہہ کر چل دیا۔

سیکشن ہیڈ کے معاون خصوصی سوار نے پیا کو جاتے دیکھا تو پوچھا کیوں چل دیئے۔ تھوڑی دیر کیلئے رک جاتے۔

نہیں مجھے صبح جلد جاگنا ہوتا ہے اس لیے جاتا ہوں۔ میری طرف سے معذرت قبول کر لیجئے گا۔ اس نے سیکشن ہیڈ کو سلام کرتے ہوئے کہا۔ سیکشن ہیڈ ماسٹر کھام باد کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ ہیڈ ماسٹر کنتھا بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا، فسٹ ان کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

پیا گھر پہنچا تو اس نے ڈربے میں جھانک کر چوزے دیکھے انہیں گنا تو تین کم نکلے کوئی لے اڑا تھا لیکن وہ کیا کر سکتا تھا وہ جا کر سو گیا۔

دوسری صبح اس نے لڑکوں کو بتایا کہ ان کے چوزے چوری ہو گئے ہیں یا پھر انہیں کوئی سانپ یا کتیا گیدڑ کھا گیا ہے۔

ایک لڑکے نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے میرا چوزہ تو بڑا ہو رہا تھا لیکن کس بد معاش کے ہتھے چڑھ گیا۔ وچائی نے کہا کہ اس سے تو بڑی سہولت رہے گی۔ تم مناسب سمجھو کہ دیہات کے لوگوں کو قائل کرو۔ میں بھی کبھی آ کر انہیں سمجھاؤں گا کہ ریڈنگ روم کھلنے اور اخبار بنی کے کیا فوائد ہیں؟ جب تم جگہ لے لو تو مجھے اعلان کرنا۔ میں اخباروں کے اجرا کا موجودہ مالی سال ہی میں بندوبست کر دوں گا۔

وچائی کے چلے جانے کے بعد پیا نے محسوس کیا کہ اس پر ایک اور ذمہ داری آ پڑی ہے وہ سبزیوں سے فارغ ہو کر مرغیاں پالنے کا منصوبہ ناچکا تھا۔ درخت لگانے میں بھی اسے کامیابی ہوتی نظر آ رہی تھی۔ لڑکوں نے آم اور اٹلی کے جو درخت بڑی محنت سے لگائے تھے

اب بڑھنے لگے تھے۔ ان کی شاخیں نکل آئی تھیں۔ لڑکوں نے ہر درخت کی دیکھ بھال کیلئے درخت کیلئے ٹولیاں بنالی تھیں۔ درختوں کو پانی اور کھاد دینے میں وہ ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی فکر میں رہتے۔ پیا کو بعض اوقات انہیں کہنا پڑتا کہ وہ ضرورت سے زیادہ کھاد نہ دیں۔ بہر حال وہ سبھی خوش تھے کہ ان کی محنت رنگ لارہی ہے اور انہیں اس کا ثمر مل رہا ہے۔

پیا اور ڈانگ ڈال مل جل کر کام کر رہے تھے۔ انہوں نے سکول کی عمارت بنانے والے ٹھیکیدار جنگ کارن کے ذیلی ٹھیکیدار کو اس بات پر آمادہ کرنا شروع کیا کہ سکول میں ٹائلٹ ضرور بننی چاہئے۔ اس طرح ایک تو طلباء کو سہولت ہو جائے گی دوسرے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے میں مدد ملے گی۔

علاقے میں پرانی طرز کی ٹائلٹ بنانے کا رواج تھا۔ ایک گڑھا کھود لیا جاتا اور اس کو حوانج سے فراغت کا ذریعہ بنالیا جاتا۔ اس طرح کی ٹائلٹ زیادہ پسند نہیں کی جاتی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جو بن چکی تھیں لوگ انہیں بھی کم ہی استعمال کرتے، لڑکے بالے یوں بھی جھاڑیوں کے پیچھے جانے سے ڈرتے تھے پیا کی کوشش تھی کہ ٹائلٹ کا بندوبست ہو جائے۔

پیا نے مرغیاں پالنے کا منصوبہ شروع کرنے سے پہلے ہیڈ ماسٹر کو اعتماد میں لیا اور لڑکوں سے کہا کہ وہ گاؤں میں جائیں اپنے گھر یا اپنے عزیزوں کے ہاں سے چوزے لائیں۔ سبزیوں اور تربوزوں کی فروخت سے جو آمدنی ہوئی تھی اس سے مرغیاں اور چوزے خریدے گئے۔ اس طرح بیس کے لگ بھگ مرغیاں اور چوزے جمع ہو گئے۔ انہیں دانے دکنکے کے علاوہ سبزیاں ڈالی جانے لگیں۔ دیہات میں مرغیاں آزاد پھرتی ہیں اور اپنی خوراک خود تلاش کرتی ہیں۔ پیا کی مرغیوں پر بھی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ وہ بھی جہاں سے جو ملتا چک لیتیں۔

مرغیاں اور چوزے روز بروز بڑھنے اور موٹے ہونے لگے۔ ان کے پر نکل آئے تھے۔ سرخ اور بھورے مرغیوں کی تلخیاں نکل آئی تھیں اور مرغیوں کے پر چمکنے لگے تھے۔ استاد اور شاگرد مرغیوں اور مرغیوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے۔ انہوں نے پہلے تربوز اگائے تھے۔ اب مرغیاں پالنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

ڈانگ ڈانے اپنی جماعت کو بالکل اسی انداز سے پڑھانا شروع کر دیا جو انداز پیا کا تھا پیا اپنے شاگردوں کو مختلف ذمہ داریاں سونپتا تھا جنہیں پورا کر کے طالب علم تسکین محسوس

کرتے۔ پڑھنے میں ان کی دلچسپی بڑھتی اور وہ جی لگا کر پڑھتے۔ ڈانگ ڈا ہر طالب علموں میں فرداً فرداً دلچسپی لینے لگی۔ وہ لائق طالب علموں کے کام کو سراہتی جو کمزور تھے ان کا حوصلہ بڑھاتی۔ اس کا گھریو بان میں تھا۔ پہلے وہ اکثر وہاں چلی جایا کرتی لیکن اب مہینے میں صرف ایک بار جانے لگی۔ نئے سال میں فروری کے وسط تک اسے گھر جانے کا خیال ہی نہیں آیا۔ ہفتہ اور اتوار کو ڈانگ ڈا اور پیا سکول جاتے اور نئی عمارت کے بننے کی رفتار دیکھتے۔ سکول کی عمارت مکمل ہونے کے قریب تھی۔ وہ مزدوروں کو شاباش دیتے ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور انہیں اپنا کام جلد کرنے پر ابھارتے۔ فاضل وقت میں وہ تعلیم کا امدادی سامان تیار کرتے۔ نقشے، چارٹ، ماڈل، پتلیاں اس میں شامل تھیں۔

یہ سب کام پیا کی منشا کے مطابق ہوتا۔ کبھی کبھار کارن کھین سے بھی مدد لے لی جاتی۔ ڈانگ ڈا نے ابتداء میں پڑھانے میں کچھ زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی۔ سکول سے متعلق دوسری ذمہ داریوں کے بارے میں اس کا یہی رویہ تھا لیکن اب وہ دل لگا کر پڑھانے لگی تھی۔ دوسرے کام بھی بڑی تندہی سے کرتی۔ لگتا تھا کہ پڑھا کر اور کام کر کے اسے تسکین حاصل ہونے لگی ہے۔

اچائی کبھی کبھار ہی گاؤں آتا۔ کئی دنوں سے وہ نظر نہیں آیا تھا۔ اس نے محسوس کر لیا کہ ڈانگ ڈا اس سے ربط اور تعلق بڑھانے میں چنداں سنجیدہ نہیں بس جتنا کچھ ان میں تعلق واسطہ تھا۔ وہ اس پر اکتفا کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ جہاں تک فٹ کا معاملہ تھا۔ اسے قرضوں کے بوجھ نے اس درجہ دبا دیا تھا کہ اس کی تمام اکڑخوں جاتی رہی۔ البتہ گاؤں والوں کی قیمت پر وہ آسودگی حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا۔ جب اور جہاں کہیں کوئی تقریب ہوتی۔ خاص طور پر یہاں کھانے اور پینے کا سامان ہوتا وہ وہاں موجود ہوتا اور میزبانوں کا ساتھ دینے میں پیش پیش رہتا۔ ہیڈ ماسٹر اس کا ساتھ دیتا اسے بھی کھانے پینے اور جوا کھیلنے کا لپکا تھا۔

گاؤں کے لوگ جلد ہی باور کرنے لگے کہ کہنے کو تو سکول میں چار استاد ہیں لیکن صرف دو پیا اور ڈانگ ڈا ہی اپنے فرائض احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ دو دوسرے عام طور پر سکول سے غیر حاضر رہتے لیکن کسی نے کبھی اس کا چرچا نہیں کیا۔ دیہی علاقوں کے سکولوں

کے استادوں کا عام طور پر یہی رویہ تھا لیکن دیہات کے لوگ جب کسی فرض شناسی اور ذمہ دار استاد کو دیکھ کر ان کی ستائش کرتے۔ پیا اور ڈانگ ڈا کے معاملے میں بھی لوگوں کا یہی رویہ تھا۔ وہ دونوں کے کام کے معترف تھے۔

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ پیا اور ڈانگ ڈا ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں لیکن پیا اور فایورم خاندان کا قریبی تعلق دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ جاتے۔ وہ محسوس کرتے کہ پیا اس خاندان کا فرد بن گیا ہے اور اس کی ماں اور دو بچوں سے گہری دلچسپی ہے۔ وہ ان کیلئے چاول اور تھنے تحائف لاتا۔ کبھی ماں کیلئے کبھی بچوں کیلئے وہ جواب میں اس کی وہ خدمت بھی لاتے جو عام طور پر دیہات میں اپنے عزیزوں کی بجالایا کرتے ہیں۔ وہ اسے بانس کی پتلیاں، مچھلیاں اور کھانے کی دوسری چیزیں بھجواتے رہتے۔ سیاگ ایسی چیزیں ہی پیا کیلئے لایا کرتا۔ کبھی فایورم یہ چیزیں لے جایا کرتی لیکن وہ اکیلی کبھی نہیں گئی۔ کوئی نہ کوئی اس کے ساتھ ضرور رہا۔ یہ فروری کے شروع کے دن تھے۔ موسم ابھی سرد تھا۔ ایک دن سکول بند ہونے کے بعد پیا اور ڈانگ ڈا بچوں کو سکول کی گراؤنڈ میں پتنگ اڑاتے دیکھ رہے تھے۔ کچھ ایسی سردی بھی نہیں تھی، معمول کے مطابق ہی تھی۔ صرف ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ جس میں پتنگ اڑانا آسان تھا۔ ٹھنڈی ہوا، جنوری میں چلنا بند ہو جایا کرتی ہے لیکن اس بار فروری میں بھی خاص خشکی تھی۔

سیاگ، طیق اور ان کے ساتھیوں میں پتنگ بازی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ ان کے پتنگوں کے دھاگے ایک ہی قسم کے تھے اس کے باوجود دیکھا جاتا کہ کس کی پتنگ زیادہ اونچی اڑتی ہے۔ پتنگ باز نعرے بلند کرتے، پتنگوں کی سرسراہٹ سے الگ آواز پیدا ہوتی۔ ڈانگ ڈا نے کہا کہ یوبان میں بھی اس طرح پتنگ بازی ہوتی ہے اور پتنگ اڑاتے وقت اس طرح کی آواز آتی ہے۔ خدا جانے بعض لوگ اس آواز کو پسند نہیں کرتے اور اس شکایت ہوتی ہے کہ یہ آواز انہیں بہرہ کر دے گی۔

ہمارا تجربہ اور طرح کا ہے جو آواز کانوں کو بھلی لگے جو چیزیں کھانے میں مزہ دیں جو اشیاء خوبصورت ہوں انہیں بھلا کون کہہ سکتا ہے۔ مختلف قومیتوں کا مزاج اور ان کی پسند مختلف ہو سکتی ہے لیکن اچھی آواز اور اچھی شکل ہر کسی کو اچھی لگتی ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ جب فضا میں ہوائی جہاز اڑنے لگے تو ان کی آواز کے بارے میں یہ لوگ کیا کہیں گے؟ یوبان کے لوگ تو

سخت مضطرب اور بے کل ہو جایا کریں گے لیکن چند برس بعد بھی آوازیں انہیں بھی لگنے لگیں گی۔“ پیا کی نظریں آسمان میں لگی تھیں۔

ڈانگ ڈانے پیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن کیا کرنا چاہتی ہوں۔ یہ نہیں جانتی۔ یہ کسی تجربہ کار سے مشورہ کرنا چاہوں گا۔

پیانے آسمان پر نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا کہ وہ کون تجربہ کار ہے“
”وہ تم ہو“ ڈانگ ڈانے یہ کہہ ہنسنے لگی یہ نہ سمجھنا میں تمہاری چالپوسی کر رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ تم میری مدد کر سکتے ہو۔

یہ صرف میرا ہی کام نہیں سب کا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں گاؤں میں ایک ریڈنگ روم کھولنا چاہتی ہوں؛ وچائی نے بھی اس دن یہی کہا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔

”میرے خیال میں، ہمیں گاؤں کے بزرگ لوگوں سے بات کرنی چاہئے اس سلسلے میں ایو سے ملنا مناسب رہے گا۔ یہ کام تم اکیلے ہی کرو گی۔ مناسب بھی یہی ہے۔

میں کوشش کر دیکھتی ہوں لیکن پیا تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔

دس دن کے اندر ریڈنگ روم بننا شروع ہو گیا۔ ڈانگ ڈانے گاؤں کے کھیا سے اجازت لے لی۔ گاؤں کے لوگ بھی خوش تھے۔ گاؤں کے وسط میں ریڈنگ روم کیلئے ایک ہال لے لیا گیا۔

ہر گاؤں میں ایک ہال ضرور ہوتا ہے جہاں مختلف قسم کی تقریبات کی جاسکتی ہیں۔ آئے گئے کو وہاں ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ جلسے بھی کیے جاسکتے ہیں جو ہال ڈانگ ڈانے لیا وہ چھ میٹر مربع تھا اور زمین سے ایک میٹر بلند تھا۔ اس کی دیواریں نہیں تھیں۔ ڈانگ ڈانے گاؤں کے لوگوں سے کہا کہ وہ ہال کی دیواریں تعمیر کرنے میں مدد کریں۔ سب نے مل کر تین طرف کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ ایک طرف بانسوں کو قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔ اخبار اور کتابیں رکھنے کیلئے بانس ہی سے شیلف بنائے گئے۔ فورجائی کھان اور سورم سک دونوں بیروزگار تھے۔ انہوں نے ہال کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی۔

کام مکمل ہو گیا تو پیا اور ڈانگ ڈانے وچائی کو کہا کہ وہ آئیں اور دیکھ لیں کہ آیا سب کچھ محکمہ تعلیم کے معیار کے مطابق ہے یا نہیں۔

دچائی اپنی پہلی فرصت میں آیا اور انتظام دیکھ کر بولا تمام کام معیاری ہے اب معاملہ مجھے کی اجازت لینے کا ہے۔ اس کیلئے مقررہ طریقہ اپنانا ہی ہوگا۔ گاؤں کے لوگوں کی طرف ایک درخواست لکھی گئی جو تعلیم بالغاں کے شعبے میں جائے گی۔ وہاں سے ضروری اخراجات کیلئے رقم کی منظوری ملے گی۔ میری کوشش ہوگی کہ یہ کام جلد مکمل ہو جائے۔ نئے سکول کے افتتاح کے وقت ہم گورنر سے کہہ سکتے ہیں کہ ریڈنگ روم کا بھی افتتاح ہو جائے۔

اب گاؤں میں دو اخبار آنے لگے ڈانگ ڈانے بتایا کہ سوم سک' ریڈنگ روم کا انچارج ہوگا وہ اخباروں کی دیکھ بھال کرے گا۔ حساب کتاب رکھے گا۔ کتابوں کیلئے چندہ وصول کرے گا۔ اخباروں کا انتخاب ڈانگ ڈانے اور پیانے مل کر کیا۔ ان میں سے ایک مقبول عام اخبار تھا اور دوسرا سنجیدہ ڈانگ ڈانے جو رسائل خریدتی رہی تھی وہ بھی یوبان سے ریڈنگ روم کیلئے لے آئی۔ پیانے بینکاک میں اپنے دوست احباب اور اساتذہ کو لکھا کہ وہ پرانی کتابیں اور رسالے بھجواسکیں تو ضرور بھجوائیں کئی ایک نے بھجوائے بھی۔

چند ہی ہفتوں میں ریڈنگ روم نے لائبریری کی شکل اختیار کر لی۔ ڈانگ ڈانے اور پیانے کے مشاغل اور کام میں دلچسپی کو دیکھ کر ہیڈ ماسٹر اور فسٹ نے بھی رویہ بدلا اور وہ بھی سکول کے معاملات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ فسٹ کی فضول خرچی ختم تو نہ ہوئی لیکن کم ضرور ہو گئی۔ اس کی شراب خوری بھی کم ہو گئی۔ سکول میں حاضری بھی زیادہ ہو گئی۔ وہ سکول کے شروع ہونے سے بند ہونے تک سکول میں موجود رہتا۔

سکول کے افتتاح کی تاریخ قریب آ رہی تھی۔ ڈسٹرکٹ سیکشن ہیڈ اور اس کے معاون سواڈ سکول آئے اور ہیڈ ماسٹر کو ہدایت کی کہ افتتاحی تقریب کو شاندار بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔ گورنر سے درخواست کی جا رہی ہے کہ وہ سکول کا افتتاح کریں۔ اس موقع پر ہر کوئی موجود ہوگا۔ سب کی نشست برخاست کا انتظام ہونا چاہئے۔ ماحول صاف خوبصورت ہونا چاہئے۔ کھانے کا عمدہ بندوبست ہونا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ امفور سے ایک عورت کو بلانا چاہئے جو کھانا تیار کرنے کی ماہر ہو۔ طلباء اور دیہاتی مل کر خوشی اور شادمانی کا کوئی اچھا سا بندوبست کریں اور اس لیے جتنا کچھ ہو سکتا ہے کریں۔ ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ تمام سرگرمیوں کے انچارج ہوں گے۔

سکول کے افتتاح کیلئے 22 مارچ کی تاریخ مقرر کی گئی۔ اس وقت تک تمام انتخابات مکمل ہو چکے ہوں گے۔ ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ نے تقریب کی کامیابی کیلئے کام کرنا شروع کر دیا۔ گراؤنڈ صاف کی گئی شاخیں اور پتے جو جھڑ گئے تھے اٹھا دیئے گئے۔ گرے ہوئے درختوں کے تنے اکھاڑ پھینکے گئے۔ پھولدار پودے گلوں میں سجاد دیئے گئے۔ جلسہ گاہ کیلئے شامیانے کا بندوبست کر لیا گیا۔ کئی جگہ بورڈ آویزاں کر دیئے گئے جن لوگوں نے سکول کی تعمیر میں کس طرح حصہ لیا یا چندہ دیا ان کے نام بھی لکھے گئے۔ بینک کورن کا نام خاص طور پر نمایاں تھا۔ اس نے طلباء کیلئے پینے کا پانی رکھنے کیلئے 400 گیلن کا ایک ٹینک، اساتذہ کیلئے کرسیاں اور میز، کتابیں اور کاغذات رکھنے کیلئے ایک الماری دی۔

پیانے سکول کی عمارت اور گراؤنڈ کو صاف کرنے اور ڈانگ ڈالنے طلباء کی تقریب کے متعلق مختلف ذمہ داریاں پوری کرنے کی تربیت دی۔ فیسٹ نے دونوں کا ہاتھ بٹایا۔ تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔

افتتاح سے تین ہفتے پہلے ایک دن ہیڈ ماسٹر لوہانے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ سیکشن ہیڈ اور ایک اسٹنٹ ڈسٹرکٹ افسر اطلاع کیلئے گاؤں آگئے تھے۔ وہ لوگوں سے باتیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سکول کے افتتاح کی تاریخ بھی قریب ہے اور چاند کی بارہویں تاریخ بھی۔ دیہات کے لوگ دونوں کو جوش و خروش سے منانا چاہتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ دونوں ایک ہی دن منائی جائیں۔ اس طرح ہم اپنے معزز مہمانوں کو دکھاسکیں گے کہ یہاں کے لوگوں میں باہم کتنا پیار و محبت اور اعتماد ہے۔ دوسرے علاقے کے رسم و رواج کی بھی نمائش ہو جائے گی۔ آپ کے خیال میں کیا ایسا کرنا ممکن ہے؟

کارن کیرن نے سب سے پہلے رائے ظاہر کی ایسا ممکن ہے سب نے اتفاق کیا اور ہیڈ ماسٹر لوہانے کہا کہ سب بہنوں اور بھائیوں کو اس تقریب کو ہر لحاظ سے شاندار اور مثالی بنادینا چاہئے۔ آتش بازی، موسیقی اور درسرے فنون کے مظاہرے کا بھی بندوبست کرنے کیلئے ذمہ داریاں تفویض کر دی گئیں۔

اسی صبح، سکول کے پچھواڑے، جنگل میں جوئے کی بازی لگی۔ تھٹ فون نے حسب روایت داؤ پر لگنے والی رقوم کا حساب رکھنا اپنے ذمہ لے لیا۔ سوم بٹ بھی جوا کھیلنے والوں میں

شامل تھا۔ داد دینے والے خوب شور مچاتے۔ ایک آواز آتی تم نے پیا کے چوزے چرا لیے
ہیں۔ نہیں وہ پیا کے چوزے نہیں تھے۔ وہ میرے تھے۔ میں نے ذبح کر کے پکا لیے ہیں۔
ابھی آپ کو کھانے کیلئے پیش کرتا ہوں۔

باب 18

ہیڈ ماسٹر کھام ماؤ کر اپنے کام پڑھنے پڑھانے یا طلباء کی ترقی سے چنداں دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن جب اس نے سنا کہ اعلیٰ افسر خاص طور پر گورنر صوبائی ڈائریکٹر تعلیمات سکول میں آ رہے ہیں۔ اس نے اپنے اساتذہ اور طلباء کو ہدایت کی کہ تمام انتظامات نہایت عمدہ طریقے سے کیے جائیں تاکہ معزز مہمان انہیں دیکھ کر خوش ہوں۔ ہر چیز قرینے سے اپنی اپنی جگہ دھری ہو۔ صاف ہو اور قاعدے ضابطے کے عین مطابق ہو۔ اساتذہ کی وردیاں صاف ستھری اور بے داغ ہوں۔ جذبات تک میں قواعد کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہو۔ اسے ڈانگ ڈا اور فسٹ کے بارے میں تشویش تھی کیونکہ دونوں سرے سے وردی پہننے ہی کے خلاف تھے تاہم انہوں نے ہیڈ ماسٹر کی بات مان لی اور تقریب میں وردی پہننا قبول کر لیا۔

فسٹ نے اپنی وردی امفور کے ایک درزی سے سلوائی معاوضہ بعد میں ادا کرنا طے کیا۔ فیشن کے مطابق پتلون کے پانچ کھلے رکھوائے گئے۔ ڈانگ ڈا نے یوبان جا کر اپنے درزی کو وردی سینے کا آرڈر دیا ساتھ ہی تاکید کی کہ وردی جلد تیار کی جانے چاہئے۔ ہیڈ ماسٹر نے اساتذہ اور شاگردوں کو یہ ہدایت بھی کہ وہ مہمانوں کا ادب ملحوظ رکھیں۔ پورے رکھ رکھاؤ سے ان کے پیش آئیں۔ استادوں کیلئے لازم تھا کہ وہ اپنا کردار نہایت خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ اس کیلئے انہیں بار بار ری سرل کرنی چاہیے تاکہ بھول چوک امکان نہ رہے۔ ہیڈ ماسٹر نے تمام ہدایات تحریر کر لیں اور انہیں بار بار پڑھنے اور یاد رکھنے کی تلقین کی۔ ہیڈ ماسٹر کا تقاضا تھا کہ استاد اپنا کردار نہایت چنگی سے ادا کریں۔ بھول چوک کا کوئی امکان نہ رہے۔ کٹھن نے اپنی تقریر یاد کر لی تھی لیکن تقریر کرتے ہوئے وہ مہمانوں کے نام بھول گیا۔ ہیڈ ماسٹر نے اسے تنبیہ کی وہ یہ غلطی پھر نہ دہرائے بہتر ہوگا کہ وہ اپنی تقریر لکھ لے تاکہ بھولنے کا امکان ہی نہ رہے۔

گاؤں کے لوگ مہا چارٹ کا میلہ منانے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ یہ میلہ لارڈو

سانسرا کی اید میں اور اسے خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے منایا جاتا ہے۔ لوگ اسے ایک روحانی تجربہ اور اپنے لیے باعث برکت سمجھتے ہیں۔ میلے میں ہر طرح کے پکوان پکتے اور کھائے جاتے ہیں۔ لاڈلز اور چینی کیک خاص طور پر پسند کیے جاتے ہیں۔ کیلے کے پتوں میں لپٹے ہوئے چاول کے کیک بھی لوگوں کو پسندیدہ ہیں۔ کھانے کے سلسلے میں لوگوں کا ایک ہی معیار تھا کہ بہت ہو اور لذیذ ہو۔

چاول پکانے کا جو طریقہ یہاں رائج ہے اس کے مطابق چاول پانی میں بھگو دیئے جاتے ہیں بعد میں انہیں کوٹ کر لیا جاتا ہے پھر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر انہیں نوڈلز میں پرو کر پکا لیتے ہیں۔ انہیں بانس کی بنی ہوئی طشتریوں میں رکھ کر پیش کیا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چاول کیلے کے پتوں میں لپیٹ کر اور ان میں لوبیا ملا کر پانی میں ابال لیا جاتا ہے۔ یہ چاول کئی روز تک کھانے کے قابل رہتے ہیں۔

سارے کھانے میلے سے ایک روز پہلے تیار کر لیے جاتے ہیں۔ جیسے جیسے میلے کا اور سکول کے افتتاح کا دن قریب آ رہا تھا گاؤں کے لوگ بڑے جوش و خروش سے تیاریوں میں لگ گئے تھے۔ کارٹ کی بس دن میں دو تین مرتبہ امنو ر آنے جانے لگی۔ لوگ زیادہ سے زیادہ خریداری کر رہے تھے۔ کچھ لوگ چیزیں فروخت کرنے کیلئے بھی لانے لگے۔ لڑکوں نے سکرٹ اور بلاؤز خریدے مائی فام کیک اور مٹھائیاں لائی۔ ہیڈ ماسٹر خام مادے شراب کی بوتلوں کا آرڈر دیا اس کی قیمت مام اساتذہ نے مل کر ادا کی۔

فایورم نے گاؤں کے کھیا الو کی بیوی کو کھانا پکانے میں مدد دینے لگی۔ سوم بٹ ایسے موقعوں پر گاؤں میں ضرور رہتا۔ کام کاج کرنے کیلئے نہیں بلکہ اپنے چاہنے والوں کو دیکھنے کیلئے۔ پینے پلانے کی ہر محفل میں شریک ہوتا جو کھیلتا اور موج اڑاتا۔

کھیا تھا لنگ کارکن کیرن اور ہیڈ ماسٹر گورنر کی ذمہ داری پر کئے جانے والے انتظامات کے بارے میں باہم مشورہ کرتے رہے۔ طے پایا کہ گورنر کا کھیا کے گھر سواگت کیا جائے گا۔ کم و بیش تمام انتظامات مکمل تھے۔ بس یہ طے نہیں ہوا تھا کہ ڈرم بجانے کا مقابلہ کیسے ہوگا۔ فیصلہ کیا گیا کہ سب لوگوں کو کھلی دعوت دے دی جائے کہ جو اس مقابلے میں شریک ہونا چاہے ہو سکتا ہے۔ مقابلے کا فیصلہ کرنے کیلئے دور کے ایک علاقے سے ایک ماہر کو بلا بھیجا گیا۔ کھیا

نے اسے کہا کہ گورنر آ رہا ہے۔ اس کیلئے ڈرم بجانے کے مقابلے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ تم سے بہتر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کس نے اچھا بجایا یا کون معیار پر پورا نہیں اتر سکا۔ اس لیے تم پر بھروسہ کر رہے ہیں کہ خوب اور ناخوب کا فیصلہ ہو جائے گا۔ ینگ کورن تمہارے ہنر کے معترف ہی مقابلے کا نتیجہ نکلنے کے بعد وہ تم پر ہزاروں روپے نچھاور کر دیں گے۔ اس نے کہا کہ کان سالک جانے کے بعد میں نے درخت کاٹنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا اس لیے مقابلے میں اترنے سے گھبراتا ہوں۔ بہتر ہی ہے کہ مجھے مجبور نہ کیا جائے۔ کارن کیرن نے اس کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا کہ حوصلہ نہ ہارو تم تمہارے بارہ ہوں گے۔

مہا چارٹ کا میلہ مارچ اپریل کے مہینوں میں ہوتا ہے۔ اس موسم میں برسوں پھول کھلے ہوتے ہیں۔ گرمی کا آغاز ہو چکا ہوتا ہے۔ جنگل پودوں کے پھولوں سے مہک گئے ہوتے ہیں۔ جنگل کے پاس کے کھیتوں میں سرخ کپاس کے پھول عجب بہار دینے لگتے ہیں۔ ہر پھول کی الگ خوشبو ہوتی ہے ان کی رنگ جدا اور باس الگ ایسے میں لوگ لارڈ دستارا کا جلوس نکالتے ہیں۔

اس تقریب کا سب سے اہم مہا چارٹ کے ان اشلوکوں کا ہاتھ ہے جن میں گوتم بدھ کی کتھا بیان کی جاتی ہے کہ اس نے کس طرح شہزادے کی پر آسائش زندگی تیاگ کر نردوان حاصل کیا۔ ان اشلوکوں کے تیسری دہان میں جو ایک ہی دن میں پڑھے جانے ہوتے ہیں جب اشلوکوں کا ہاتھ ہو رہا ہوتا ہے۔ گاؤں کے لوگ راہب خانے میں نذر نیاز گزارتے ہیں۔ راہبوں کو کچھ نہ کچھ ضرور دیا جاتا ہے۔

نذر نیاز میں ہر طرح کی چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ کھانے پینے کی اشیاء سے لے کر قربانی کے جانور تک اور سب سے بڑھ کر روپیہ پیسہ جو جتنا زیادہ دیتا ہے اس کی اتنی ہی شہرت ہوتی ہے۔ میلے میں تفریح کا عنصر بھی نمایاں رہتا ہے۔ ریس، تماشے، ڈرائے، فلم، کھیل اور دلچسپی کی وہ تمام صورتیں جو گاؤں کے رہنے والوں کو کم ہی میسر آتی ہیں۔ قدیم قصے کہانیاں ہی ڈراموں کی محور ہوتی ہیں۔ لوگ ان میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور روز شوق سے دیکھتے ہیں۔

اس موقع پر انتظامات کیلئے جو کمیٹی بنائی گئی اس نے طے کیا کہ اگر اس کیلئے مشہور ادکاراؤں کی منڈلی بلائی جائے۔ تقاریب دو جگہوں پر کی جائیں گی۔ کچھ سکول میں اور کچھ

گاؤں کے ہال میں مذہبی رسوم کیلئے پلیٹ فارم تیار کیا گیا۔ راہب خانے کو سجایا گیا۔ لاڈ و سنتارا کی زندگی پر مبنی جھلکیاں پردوں پر نقش کی گئیں۔ بینکاک کی اکثر عبادت گاہوں کے باہر بھی ایسے ہی تصویری پردے لٹکے ہوتے ہیں۔ سکول میں تقریب کیلئے استادوں نے پوری تیاری کر لی۔

ہیڈ ماسٹر کنتھا اور ویران نے رات ہیڈ ماسٹر کے ہاں بسر کی۔ ہفتہ بھر میں یہیں ٹھہرے رہے۔ دن میں وہ سٹیج بنانے میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ سٹیج کو پھولوں، پتیوں اور شاخوں سے سجایا گیا تھا۔ سیکشن ہیڈ اور سواہ تیار یوں کی رفتار دیکھنے پر دوسرے روز آتے۔ ان کا کہنا تھا کہ گورنر پرانے رسم و رواج کے دلدادہ ہیں۔ اس لیے تمام رسوم ادا کی جانی چاہئیں۔ گاؤں کے تمام بڑے بوڑھوں سے کہنا چاہئے کہ وہ گورنر اور دوسرے اہم لوگوں کے بازوؤں پر تبرک کے طور پر دھاگے باندھیں۔ تمام لوگ صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے ہوں۔

ڈانگ ڈانچوں کو تیار کرنے میں مصروف رہی۔ آس پاس کے سکولوں میں اساتذہ نے سٹیج بنانے اور اسے سجانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ طلباء کے امتحان ختم ہو چکے تھے اس لیے استادوں کو انہیں پڑھانے کی فکر نہیں تھی۔ امتحانات ختم ہونے کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو جایا کرتا ہے۔ تعلیم کا مقصد ہی امتحان پاس کرنا ٹھہرا لیا گیا ہے۔ نتائج آنے کو تعلیم کے مکمل ہونے کا ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ طلباء پڑھنے کی ذمہ داری سے اور اساتذہ پڑھانے کی ذمہ داری سے بری ہو جاتے ہیں۔

پایانی کار وہ دن آ پہنچا۔ مذہبی تہوار کے شروع ہوتے ہیں سکول میں بھی تقریبات کا آغاز ہو گیا۔ صبح ہوتے ہی ڈھول پیٹے جانے لگے جو اعلان تھا کہ لوگ خوشی منانے اور دھوم مچانے گھروں سے باہر نکل آئیں۔ گاؤں والوں کے لیے یہ سرخوشی اور یکجہتی کا دن تھا۔ دوسرے دیہات سے آنے والے مہمانوں کیلئے کھانے تیار کیے جانے لگے۔ شام کو جلوس نکالا گیا جس میں راہب اور ان کے پیروکار بھی شامل تھے۔ جلوس کا آغاز کھیتوں کے پاس جنگل سے ہوا جہاں راہب دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے وہ سر میں اشلوک گارہے تھے۔ سورج جنگل کے درختوں کے پیچھے چھپ گیا تو جلوس نے گاؤں کا رخ کیا۔ لوگوں نے جنگل سے چنے ہوئے پھول اٹھا رکھتے تھے جو عبادت کے وقت پیش کیے جانے تھے۔

اسی روز سکول کی عمارت میں نصب نئے نام کی تختی کی نقاب کشائی ہونا تھی۔ گورنر کو تقریب میں شرکت کیلئے آنا تھا لیکن وہ نہیں آتے۔ سیکشن کے سربراہ اس پر ملول تھا لیکن ہیڈ ماسٹر اور اساتذہ خوش تھے کہ ایک امتحان سے بچ گئے۔ گورنر کو کسی اہم اجلاس میں شرکت کرنا پڑ گئی تھی جو لوگ گورنر کا سواگت کرنے جمع ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ کیا وہ اب گھروں کو جاسکتے ہیں سیکشن کے سربراہ نے کہا کہ نہیں گورنر نہیں آئے تو کیا ہوا۔ ان کی جگہ وزیر تو آئے ہیں۔ آپ لوگ سکول کے افتتاح کے موقع پر موجود رہیں۔

ایجوکیشن انسر کی پارٹی اس گاؤں کیلئے روانہ ہوئی جہاں سکول تعمیر ہوا تھا۔ اس کے آگے آگے سیکشن کے سربراہ کی پک اپ تھی۔ وہ جس سڑک پر جا رہے تھے۔ وہ علاقے کے ترقیاتی پروگرام کے تحت بنی تھی۔ اس کی تعمیر میں گاؤں کے لوگوں نے بھی حصہ لیا تھا۔ ایجوکیشن انسر نے شعبے کے سربراہ سے کہا کہ میں پہلی مرتبہ اس سڑک پر آیا ہوں اس پر قدم قدم پر تو کھڑے پڑے ہوئے ہیں۔ راستے میں ایک مل بھی آئی جس کی چینی سے دھواں اٹھ رہا تھا ان کھیتوں میں سے گزرتی ہوئی سڑک پر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ کھیتوں کے ساتھ ہی جنگل تھا بہت گھٹا اور گہرا، میلوں تک پھیلا ہوا۔ شعبے کے سربراہ نے بتایا کہ وہ جنگل میں سے کبھی نہیں گزرا موقع ملا تو ضرور گزرے گا۔

سکول میں لوگ بڑی تعداد میں جمع تھے۔ وہ مہمانوں کا انتظار کر رہے تھے۔ بھوک کے مارے ان کا برا حال تھا۔

سکول کے بچے مہمانوں کے استقبال کیلئے دورویہ کھڑے تھے۔ پیا نے بچوں کو اس طرح کھڑا کرنے کی مخالفت کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ رسم پرانی ہو گئی ہے۔ ماہرین تعلیم نے بچوں کو استقبالیہ کیلئے کھڑا کرنے کی سخت مخالفت کی جس کے بعد اس کی ممانعت کر دی گئی لیکن ہیڈ ماسٹر کے اصرار پر بچوں کو کھڑا کرنے پر اصرار کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب سے گاؤں بسا ہے اور سکول قائم ہوا ہے۔ پہلا موقع ہے کہ گورنر آ رہا ہے اس لیے اس کا اور دوسرے افراد کا شایان شان استقبال کیا جانا چاہئے۔

بچوں اور استادوں کو کھڑے ہوئے بہت دیر ہو گئی تھی۔ وہ سبھی تھکن محسوس کرنے لگے تھے۔ لڑے کھیل کود میں مصروف ہو گئے۔ جس سے ان کی وردیاں میلی ہو گئیں۔ گاؤں سے ڈرم

بچے کی آواز آئی جو اس بات کا اعلان تھا کہ مہمان پہنچنے والے ہیں۔ لڑکے کھیل کود چھوڑ کر پھر سے آ کر قطاروں میں کھڑے ہو گئے۔

استقبالیہ کمیٹی کے ارکان بھی تھک گئے تھے۔ گورنر کو دوپہر تک پہنچا تھا لیکن اس کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ شعبہ تعلیم کے سبھی افراد دریاں پہنے موجود تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ تیاریاں مکمل ہیں۔ ان میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی ایجوکیشن افسر نے اعلان کیا کہ گورنر اپنی کسی خاص مصروفیت کی وجہ سے نہیں آ سکیں گے۔ ان کی جگہ وزیر آ رہے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں سکول کا معائنہ کر لوں۔

ڈانگ ڈانے پانی میں بھیگا ہوا تولیہ انہیں پیش کیا تاکہ وہ ہاتھ منہ صاف کر کے تازہ دم ہو جائیں۔ سیکشن کے سربراہ نے سکول کی تختی کی نقاب کشی کی اور کہا کہ سکول بڑھیا لکڑی سے بنایا گیا ہے۔ اس کا فرش اس دیواریں سب لکڑی کی ہیں۔ سنگ کورن نے ٹھیکہ لیا تھا جس کی عمدہ تعمیر کا سہرا اسی کے سر بندھتا ہے۔ یہ سن کر منگ کورن کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اب تحائف پیش کرنے کا مرحلہ آیا۔ جس سے پہلے ینگ کورن نے تحائف پیش کیے۔

اس کے بعد دوسروں کی باری آئی کسی نے بتایا کہ اس نے پانی کے لیے لوہے کی ٹینکی دی ہے۔ کسی نے چار میز اور کرسیاں دی ہیں۔ مہمانوں کیلئے نشستوں کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

جب تحائف کا مرحلہ ختم ہوا تو پھر نقد عطیات پیش کیے جانے لگے جن سے سکول کیلئے ضروری سامان خریدنا اور نادار بچوں کیلئے وظائف کا اہتمام کرنا تھا۔ عطیات سو اور ایک سو پچاس روپے تک تھے۔ اس سے بھی کم عطیات موصول ہوئے۔ سب کے آخر میں سکول کے ایک پرانے طالب علم نے پانچ سو روپے کا عطیہ دیا۔ یہ ایک خاتون تھی۔ جس نے ایک فرنگی سے شادی کی تھی اور امریکہ چلے گئی تھی۔ وہ اپنے پرانے گاؤں آئی تو سکول کے افتتاح کی تقریب میں شریک ہوئی۔

دوپہر کا کھانا ختم ہوا تو تمام مہمان ڈھولوں کا مقابلہ دیکھنے کیلئے چل دیئے۔ اس مقابلے کا گورنر کو اعزاز میں اہتمام کیا گیا تھا۔ گورنر تو نہیں آئے لیکن مقابلہ ملتوی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ڈھول پیٹے جانے لگے۔ ہر کسی کی کوشش تھی کہ اس کے ڈھول کی آواز دوسروں سے بلند اور تیز ہو۔ ڈھول الگ الگ بھی بجائے جاتے رہے اور ایک ساتھ بھی۔ وہ شور تھا کہ کانوں پڑی

سنائی نہیں دیتی تھی۔ زمین کا نپتی محسوس ہوتی تھی۔

اسی اثنا میں ایک نوجوان مخاطب کر کے بولا۔ ہمارا ڈھول بجانے والا چلا گیا ہے۔ آخر کیوں؟ کہتے ہیں کہ اسے خبر ملی تھی کہ اس کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ واپس اپنے گاؤں چلا گیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کی جگہ کسے رکھا جائے ایسا کوئی بھی نہیں تھا جو اس کی جگہ لے سکتا۔ کسی نے کہا کہ صرف کارن کھین اس کی جگہ لینے کے قابل ہے۔ لوگ اسے پاگل کہتے تھے۔ وہ بھی کم آمیز تھا کسی سے نہیں ملتا تھا۔ لوگ بھی اس سے پرے پرے رہتے۔ اسے لانا آسان نہیں تھا، اسے ہاتھی سے باندھ کر بھی لاتے تو نہ آتا۔

گاؤں کے کھیا سے لو آنے کہا۔ میں خود جاتا ہوں اور اسے لاتا ہوں۔ پیا اور فسٹ اس کے ساتھ ہو گئے۔ انہیں زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ کارن کھین انہیں راستے میں ہی مل گیا۔ وہ خود ڈھول بجانے کا مقابلہ دیکھنے آ رہا تھا اسے جب پتہ چلا کہ گاؤں کی طرف سے ڈھول بجانے والا چلا گیا تھا اس کی جگہ کون لے یہ مسئلہ درد سر بنا ہوا ہے۔ کارن کھین نے خلاف توقع آگے بڑھنے اور ڈھول بجانے کی حامی بھری۔ اس نے ڈھول تھاما اور اس پر ضرب لگانا شروع کی۔ آواز پہلے دھیمی تھی آہستہ آہستہ بلند ہوتی گئی۔ پھر اتنی بلند کہ کسی نے اتنی بلند آواز پہلے نہیں سنی تھی۔ کارن کھین پر جذب و عشق کا عالم تھا۔ وہ ڈھول بجانے میں ایسا محو ہوا کہ اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے۔ مقابلہ ختم ہوا تو کارن کھیل کو کامیاب قرار دیا گیا۔ میگ کورن نے اسے ایک سو روپے انعام کے طور پر دیئے۔ وہ اس رقم سے مٹھائی خرید لایا جسے اس نے بچوں میں تقسیم کر دیا۔ لڑکے اس کے گرد گھیرا ڈال کر ناچنے لگے وہ خوش تھے انہیں اتنی بہت سی مٹھائی مل گئی تھی۔

سب سے زیادہ خوش پیا کو تھی۔ وہ کارن کھین کے پاس گیا اور اس کی کامیابی پر مبارکباد کہی۔ کارن کھین جب مٹھائی خرید رہا تھا۔ لاؤڈ سپیکر پر انعام جیتنے والوں کے ناموں کا اعلان ہونے لگا۔ انعام دینے والے دیہات کو کپ اور ڈھول بجانے والوں کو پیکٹ دیئے گئے۔ کارن کھین کو بھی پیکٹ ملا۔ پہلے کی طرح اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا۔

پیا اور فسٹ رات کا کھانا تیار کرانے کیلئے سکول کی طرف چل دیئے۔

گاؤں کے ریڈنگ ہال میں ڈانگ ڈاؤ فسٹ، سوم سک اور پیا ایجوکیشن افسر کی آمد کے

منتظر تھے۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ گاؤں والوں نے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں اس کا کیا تاثر تھا۔ ڈانگ ڈانے اسے مختصراً بتایا کہ انہوں نے کس طرح ریڈنگ روم بنایا ہے۔ تجویز ان کی تھی جسے قبول کر لیا گیا اور پھر سب نے مل جل کر لوگوں کیلئے اخباروں کا انتظام کر لیا۔ انہیں پتہ نہیں کہ یہ وزارت تعلیم کے تحت آتا ہے یا کسی اور محکمے کے تحت۔ ایک بات طے ہے کہ اس کا فائدہ لوگوں کو پہنچ رہا ہے جو تھائی قوم کا حصہ ہیں۔ لوگوں کے ذوق و شوق کا یہ عالم ہے کہ اخبار آتے ہیں۔ سب جھپٹ پڑتے ہیں کہ پہلے کون پڑھیں گے اس پر جھگڑا بھی ہو جاتا ہے لیکن بات بڑھتی نہیں۔ لوگ اب خبروں پر تبصرہ کرنے لگے ہیں۔

معزز مہمان ریڈنگ روم سے نکل کر سکول پہنچے جہاں ان کیلئے رات کے کھانا کا انتظام کیا گیا تھا۔ لڑکوں کیلئے ایک بھی میز تھی مہمانوں کی میز سے کچھ فاصلے پر روشنی کیلئے جنریٹر کا انتظام کیا گیا تھا۔ سیکشن کے سربراہ میز پر بیٹھ چکے تو انہوں نے اپنے معاون سے کہا کہ وہ ڈانگ ڈانے کو بلا لائے وہ یہاں بیٹھ کر کھانا کھائے۔ ڈانگ ڈانے آئی تو اس کے ہاتھ منہ دھوئیں سے کالے ہو رہے تھے۔ وہ مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ اس سے کہا گیا کہ وہ ایجوکیشن افسر کے پاس بیٹھ جائے اور اسے بیڑ جام بنا کر دیتی رہے۔ منگ کورن نے جو مزید دوسری جانب بیٹھا ہوا تھا بلند آواز میں پکارا۔ ایک خوبصورت لڑکی شراب کے جام بنا کے توپینے والے کی بھوک کیسے ختم ہو سکتی ہے؟

ڈانگ ڈانے کو یہ بات ناگوار گزری لیکن وہ خاموش رہی۔

ایجوکیشن افسر نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے باپ سے ملنے یو بان جاتی رہتی ہے؟ اب تو کم ہی جانا ہوتا ہے۔

کیا تم اپنا تبادلہ کرانا چاہتی ہو۔

پہلے پہل ہی خیال تھا کہ لیکن اب بہت کم جگہیں خالی ہیں۔ اس لیے میں نے تبادلہ کرانے کا خیال چھوڑ دیا ہے۔ میرا نہیں یہیں لگ گیا ہے۔

سواد جو سیکشن کے سربراہ اور ایجوکیشن افسر کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اٹھا اور ڈانگ ڈانے سے بولا۔ آپ میری جگہ آ جائیں وہ اٹھی اور اس کی نشست پر آ بیٹھی۔ دونوں طرف بیٹھے ہوئے افسر شراب میں دھت تھے۔ شراب کی بو سے ڈانگ ڈانے کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس نے دونوں سے

معذرت چاہتے ہوئے کہا کہ میں باورچی خانے میں جا کر دیکھتی ہوں کہ وہاں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ وہ جواب کا انتظار کیے بغیر اٹھی اور باورچی خانے میں چلی گئی۔

پیا اور فسٹ کچھ فاصلے سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ دونوں ڈانگ ڈانگ کے ساتھ ہو لیے۔ اب کھانا میز پر چنا جانے لگے۔ طرح طرح کے پکوان، گوشت کی طرح طرح کی ڈشیں جب کھانا شروع ہوا تو گانے بھی جانے لگے۔ سواد غسل خانے جانے کیلئے اٹھا تو اس کے دوست بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ وہ جا رہا تھا کہ ڈانگ ڈانگ غسل خانے سے نکلی۔ دونوں کا آنا سامنا ہو گیا۔ ڈانگ ڈانگ کی ہلکی سی چیخ نکلی گئی۔ وہ جس شخص سے بچنا چاہتی تھی شراب کے نشے میں دھت سواد نے اسے کندھوں سے پکڑ لیا۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ ڈانگ ڈانگ کی چیخ سن کر پیا اور فسٹ بھاگے ہوئے آئے کہ دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ سواد لڑکھڑا رہا تھا وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گر پڑا۔ ڈانگ ڈانگ چلاتی رہی تو بہت سے لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سواد نے ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑا ہوا ہے۔ اس کا سر پھٹ گیا ہے اور جس سے خون بہہ کر اس کے چہرے پر پھیل رہا ہے۔ فسٹ نے سواد کا بازو پکڑ کر اسے سہارا دینا چاہا لیکن وہ پھر سے پھسل گیا اور فرش پر لپٹ گیا۔ سواد کے ایک ساتھی نے پیا کو زور سے کہہ مارا۔ لڑائی جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس دوران گولی چلنے کی آواز آئی۔ ڈانگ ڈانگ بدستور چپتی چلاتی رہی۔ سیکشن کا سربراہ ایجوکیشن افسروں اور دوسروں نے یہ سب کچھ ہوتے دیکھا لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے۔ سیکشن کے سربراہ نے ہیڈ ماسٹر سے کہا کہ وہ معاملے کی تحقیق کرے۔ ایک ہفتے کے اندر رپورٹ پیش کرے۔ اس کے بعد وہ پھر کھانے کی میز پر واپس چلے گئے۔

تقریب کی ساری شان ماند پڑ گئی تھی۔ بچوں کا بیج شو عمدہ تھا لیکن مہمانوں کو اب اس میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ انہوں نے گاؤں میں رات بسر کرنے کا ارادہ بدل دیا اور شہر چلے گئے۔ استاد اور دیہاتی تقریب میں مصروف رہے لیکن ہیڈ ماسٹر کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ کس نے سواد کا سر پھوڑا ہے اور ایک یہ جرم کرنے والا مان بھی جائے گا کہ یہ زیادتی اس نے کی؟

باب 19

فسٹ نے کہا کہ سواد کا سر میں نے پھوڑا ہے۔ ہیڈ ماسٹر ڈانگ ڈا اور پیایہ سن کر ششدر رہ گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ پیانے فوسٹ کے بارے میں اپنے دل میں ہمدردی پیدا ہوتے محسوس کی اس نے کہا کہ میں یہ الزام تمہارے سر نہیں جانے دوں گا
سر تم نے نہیں میں نے پھوڑا ہے

ہیڈ ماسٹر اور ڈانگ ڈا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔
ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ تم نے تو مجھے سر درد میں مبتلا کر دیا ہے۔ تم الزام اپنے اپنے سر لینے کا مقابلہ کیوں کرنے لگے ہو۔ پیانے کہا کہ سر میں نے پھوڑا میں اس سے عرصے سے نفرت کرتا آ رہا تھا اسے کس نے زخمی کیا ہے میں پیانے کو اس کا الزام اپنے سر نہیں لینے دوں گا۔
سواد اور سیکشن ہیڈ نے محسوس کیا کہ ایک نوجوان خاتون کے ملوث ہونے سے معاملہ گھمبیر ہو سکتا ہے اس لئے انہوں نے خاموشی اختیار کرنے میں ہی مصلحت سمجھی پھر یہ بھی تھا کہ ان کے پاس کوئی شہادت بھی نہیں تھی۔

گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہونے میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا محکمہ تعلیم کی طرف سے ہیڈ ماسٹر کو ہدایت ملی کہ چھٹیوں کے دوران بچوں کی اخلاقی تربیت کا خاص انتظام کیا جانا چاہئے ان میں حب وطن پیدا کرنی چاہئے اور انہیں اچھے شہری بنانے کی تدبیر کی جانی چاہئے۔ ہیڈ ماسٹر کا کہنا تھا کہ جب بھی نئی حکومت آتی ہے نئی پالیسی کا اعلان کرتی ہے۔ ہم چھوٹے لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔ ہم سے کوئی نہیں پوچھتا کہ کیا اچھا ہے کیا برا ہے اور کیا ہونا چاہئے۔ ہر سکول کیلئے تعلیمی نصاب مقرر ہے۔ کھیلوں کے بارے میں بھی طریق عمل موجود ہے۔ استادوں کا کام ہے کہ وہ اس کے مطابق طلباء کی تربیت کریں۔ فوسٹ کا کہنا تھا کہ ہمارے سکول کا

تہذیب سے کیا تعلق ہے؟ بچوں کو پڑھاتے ہیں یا نہیں پڑھاتے، کون دیکھتا ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم بچوں کی خاطر انہیں پڑھانا ضروری سمجھتے ہیں، اب جو ہدایت موصول ہوئی ہے اس کے بارے میں سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہم اپنے طور پر بچوں کو پڑھاتے رہیں گے، اگر کسی نے پوچھا تو میں جواب دے لوں گا۔

امتحان ختم ہو گئے تھے، اس کے باوجود طلباء خوشی خوشی سکول آتے، نئی عمارت میں بیٹھ کر پڑھنا انہیں اچھا لگا، وہ قطار میں کھڑے ہو کر قومی ترانہ گاتے، فٹ نے ایک روز اعلان کیا کہ وہ ان کی جسمانی تربیت اور ورزش کا ذمہ لیتا ہے۔ کلاس میں جانے سے پہلے تھوڑی سی ورزش کرنے سے بچوں کی صحت اچھی رہتی ہے۔ فٹ نے لڑکوں کو وہ ورزش دکھائی جو وہ سکول کے دنوں میں خود کیا کرتا تھا۔

سورج گرم ہو رہا تھا، سیا نگ دوڑا دوڑا آیا اور قطار میں لگ کر کھڑا ہو گیا، لیکن کھڑا ہوتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا، بچوں نے شور مچا دیا کہ سیا نگ بے ہوش ہو گیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر ڈانگ ڈا اور فٹ دوڑے دوڑے آئے، وہ بچوں سے کہتے جا رہے تھے راستے سے ہٹ جاؤ، سیا نگ کو ہوا لگنے دو۔

سیا نگ اٹھ بیٹھا، کیا تم اب بہتر محسوس کر رہے ہو، ہاں میں پہلے کی نسبت بہت بہتر ہوں۔ تم نے صبح ناشتہ کیا تھا؟ سیا نگ نے کوئی جواب نہ دیا، بس سر جھکا لیا۔ بیا جانتا تھا کہ اس کا کیا جواب ہوتا۔

پیا اس روز کلاس میں کاغذی تصاویر اور گڑیاں لایا، ان میں ایک بہت بڑا پرندہ بھی تھا، ایک چھوٹا پرندہ بھی تھا جسے بڑا پرندہ تنگ کرتا رہتا تھا۔ بڑا پرندہ بنومی نے اور چھوٹے پرندے دوسرے لڑکوں نے لے لئے، اب ان میں لڑائی شروع ہوئی، جس میں چھوٹے پرندے جیت گئے، بڑے پرندے کو شکست ہو گئی۔ پیا نے لڑکوں کو بتایا کہ اس کھیل سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اگر چھوٹے آپس میں اتحاد کر لیں تو وہ بڑے سے بڑے دشمن پر فتح پا سکتے ہیں۔

تعلیمی سال ختم ہوا تو ایک حکم آیا، جس کی رو سے فٹ کا تبادلہ کسی اور سکول میں کر دیا گیا تھا۔ وہ سکول چھوٹا اور ایک سرحدی گاؤں میں تھا۔ فٹ نے کہا کہ ایسے سکول میں کون جانا چاہے گا؟ پیا نے کہا کہ بہتر تھا کہ فٹ کی جگہ مجھے اس سکول میں بھیج دیا جاتا، ڈانگ ڈا بولی

فسٹ کا تبادلہ صریحاً بے انصافی ہے۔ یہ تو اسے ہراساں کرنے کا حیلہ ہے، اسے کون قانون مانے گا؟ یہ تو من مانی ہے، زیادتی ہے، حکم کرنے والوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ وہ جو کہہ دیتے ہیں آ نکھیں بند کر کے اسے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر خاموش تھا، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ فسٹ نے کہا کہ جب کوئی دیہی سکول میں استاد لگتا ہے تو اسے تبادلوں کو اپنا مقصوم سمجھنا چاہئے۔ اسے جہاں بھیجیں بلا چوں چراں چلا جائے۔

تھائی لینڈ میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں دیہی استادوں کو بھیجنا نہ جاسکتا ہو۔ پیانے فسٹ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا میں نہیں چاہتا کہ آپ یہاں سے کہیں اور جائیں، آپ نے یہاں کام شروع کیا تھا، ہم ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے، مل جل کر رہ رہے تھے، ہمیں ایسے احکام نہیں ماننے چاہئیں، ان کے خلاف آواز اٹھانی چاہئے، ان کے خلاف مل کر لڑنا چاہئے، کوئی میرا ساتھ دیتا ہے یا نہیں دیتا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس نا انصافی کے خلاف لڑوں گا۔

.....☆☆☆.....

باب 20

لکڑیاں لے جانے والی ایک لاری جنگل کی طرف جاتے ہوئے سکول کے سامنے ریت میں پھنس گئی اس پر لدی گیلیاں بہت بھاری تھیں۔ لاری اتنے بوجھ کے ساتھ ریت سے نہیں نکل سکتی تھی؛ پیا اور ڈانگ ڈا ان گیلیوں کے حجم دیکھ کر سوچنے لگے کہ اتنی بڑی بڑی اور وزنی گیلیوں کو قانونی اجازت کے تحت کاٹا اور لاری پر لادایا گیا ہے یہ خیال ان کے ذہن میں اس لئے آیا کہ ان گیلیوں پر کسی قسم کا کوئی نشان نہیں بنایا گیا تھا جس سے ثابت ہوتا کہ یہ چرائی نہیں گئیں؛ باقاعدہ اجازت لیکر کاٹی گئی ہیں اور جائز طور پر لے جائی جا رہی ہیں۔ پیا نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا اور کہا کہ ڈانگ ڈا کیا تم میعاد ختم ہونے پر اپنے گاؤں یوبان جاؤ گی۔

میں چار پانچ روز تک جاؤں گی اگر تمہیں کوئی خاص مصروفیت نہیں تو میرے ساتھ چلو اس نے حامی بھری، نوجوان استانی جی بی جی میں خوش ہوئی جس کا اظہار اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کیا۔ اس نے سوچا کہ پیا راضی ہو جائے تو وہ کئی جگہوں کی سیر کو جاسکتے ہیں۔ پیا نے کہا کہ تمہارے والد کو اعتراض نہ ہو تو میں تمہارے ساتھ کہیں بھی جاسکتا ہوں اور آخر میں ایک ہفتے کیلئے اپنے گاؤں میں جا کر رہ سکتا ہوں۔ وہاں سے واپس آ جاؤں گا۔ پیا جنگل میں جانے کی سوچ رہا تھا ڈانگ ڈا نے کہا کہ جنگل میں ہرگز نہ جانا وہاں بدروحوں کا ڈیرہ ہے جو اجنبیوں کو تنگ کرتی ہیں۔ پیا نے کہا ایسی باتیں میں نے بھی سنی ہیں لیکن ہمیں بدروحوں کے بارے میں پھیلائی جانے والی باتیں نہیں ماننی چاہئیں۔ یہ سب من گھڑت قصے ہیں۔

جنگل بڑا گھنا تھا اور بین الاقوامی سرحد تک پھیلا ہوا تھا۔ دیہاتیوں نے اس کے کناروں

پر درخت جلا کر اور کاٹ کر کچھ زمین پر قبضہ کر لیا تھا اور اب یہ مختلف فصلیں اگانے لگے تھے۔ یہ زیادہ تر دوسرے اضلاع سے نقل مکانی کر کے آنے والے لوگ تھے۔ جنگل کے اندر کوئی گاؤں نہیں تھا، صرف شکاری ہی ان میں جاتے تھے۔ واپس آ کر دوستوں کو عجیب و غریب سناتے کہ بڑے درختوں میں کیسی کیسی بدروحوں کا قبضہ ہے، جنگلی جانوروں کی بھی بہتات ہے، لیکن یہ کہانیاں سن کر بھی کسی کو جنگل میں جانے کی ہمت نہ ہوتی۔ جنگل کے باہر کے رقبے میں جہاں درخت جلا دیئے جاتے، گوند اور جڑی بوٹیاں وافر مقدار میں حاصل ہوتیں۔ دیہاتی، جنگل سے لکڑی کاٹنے کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ انہوں نے کبھی وزیر زراعت یا محکمہ جنگلات سے اجازت لینے کا تکلف نہیں کیا۔

ایک آرامل جانے کے بعد محکمہ جنگلات کے ملازموں نے دیہاتیوں کو بلا اجازت درخت کاٹنے پر ہراساں کرنا شروع کر دیا۔ مارچ میں گوند اور دوسری چیزیں لانے والوں کے بارے میں یہ قصے عام سنائی دینے لگے کہ کس طرح بدروحوں نے ان پر قابو پایا اور انہیں تنگ کرنا شروع کر دیا، کسی نے بتایا کہ اس پر شیر نے حملہ کر دیا تھا یا دہشت گردوں نے اسے پکڑ لیا، زیادہ تر لوگ یہ سب کچھ بدروحوں کا کیا دھرا سمجھتے۔

پیا شروع سے ہی جنگل میں دلچسپی لیتا تھا، وہ جنگل کے بارے میں ہر طرح کی کہانیاں سنتا رہتا، اسے کارن کیرن نے جنگل میں چلنے کی دعوت دی تو وہ فوراً تیار ہو گیا۔

دوسری صبح وہ ایک بیل گاڑی میں روانہ ہو گئے، اونچے درخت آسمان سے باتیں کرتے تھے، ان پر گلہریاں، طوطے اور دوسرے جانور کثرت سے موجود تھے، پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے، کارن کیرن نے ایک جگہ چٹائی بچھائی اور چاول نکال کر پیا کو کھانے کی دعوت دی۔ وہ کھانا کھا رہے تھے کہ انہیں ایک بہت بڑی لاری اپنی طرف آتے دکھائی دی، پیا نے پوچھا کہ یہ اتنی بڑی بڑی لاریاں اور ٹرک یہاں تک آ جاتے ہیں۔ کیرن کین نے کہا کہ ہاں آتے ہیں۔ یہ میگ کارن کی لاریاں اور ٹرک ہیں۔ وہ کٹے ہوئے درخت لینے آتے ہیں۔

کیا اس نے درخت کاٹنے اور جنگل سے لے جانے کی اجازت لے رکھی ہے؟ پیا نے پوچھا مجھے نہیں پتہ، تم نے بھی دیکھا ہوگا۔ پیا اٹھا اور کہنے لگا میں ذرا گھوم پھر آؤں، کارن کیرن نے کہا دور نہ جانا کہیں گم ہی نہ ہو جانا۔

پیا درختوں میں گزرتے ہوئے اس لاری کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس پر اس نے
 بڑی بڑی گیلیاں لدی دیکھی تھیں، جن پر کوئی نشان نہیں تھا، جس سے پتہ چلتا کہ یہ قانونی
 اجازت سے کاٹی گئی ہیں اور اب جنگل سے باہر لے جائی جا رہی ہیں۔ وہ کوئی پانچ منٹ
 چلا ہوگا کہ اس نے بھاری مشینری کی آواز سنی، وہ درخت کاٹنے کیلئے استعمال کی جا رہی تھی،
 تھوڑی ہی دور اس نے بڑے بڑے درخت کٹتے اور گرتے دیکھے، ایک طرف کئی لاریاں کھڑی
 تھیں، ان پر سایہ کرنے کیلئے کپڑا تان دیا گیا تھا، شاید انہیں چھپانا مقصود تھا۔ اتنے میں ایک
 لینڈ کروزر آئی اور لاریوں کے پاس رک گئی، اس سے ہینگ کارن اترا اور بھاری اور اونچی آواز
 میں پکارنے لگا جاسوس کہاں ہے؟ اسے لاؤ، دو اسلحہ بردار اشخاص درمیانی عمر کے ایک شخص کو
 پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئے، وہ بے حد کمزور لگ رہا تھا، پیا جھاڑی کے پیچھے جھک گیا، وہ آدمی
 تھٹ لیا تک تھا، وہ پانچ روز پہلے جنگل میں گیا اور غائب ہو گیا، اسے اغوا کر لیا گیا تھا۔
 وہ گھٹنوں کے بل گر کے آہ وزاری کرنے لگا، مجھے معاف کر دو، میری جان بخش دو، میں
 ساری عمر تمہاری خدمت کرتا رہوں گا۔

اچھا تمہیں جان سے نہیں مارا جاتا، لیکن تم جنگل سے باہر نہیں جاؤ گے، دن میں وہ سب
 کے سامنے رہے گا، رات کو اسے زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا۔

.....☆☆☆.....

باب 21

پیا اور ڈانگ ڈا، کلا کی ہوٹل کے ریسٹورنٹ سے باہر نکلے اور نو منزلہ ہوٹل کے پاس سے گزرے۔ برہا موراٹ سڑک پر آگئے سڑک کے کنارے درزی کی دکان تھی، دونوں اس پر رکے ڈانگ ڈا اپنے لئے لباس خریدنے اندر چل گئی، پیا معذرت کر کے ایک فوٹو گرافر کی دکان پر گیا، جہاں سے اس نے ایک کیمرہ، فلم اور فلیش خریدی اور ڈانگ ڈا کے پاس پہنچا، وہ ابھی تک مصروف تھی۔

یوبان میں ڈانگ ڈا نے اپنی بعض سہیلیوں اور دوستوں سے کہا کہ وہ اسے اور پیا کو ایک کشتی کرائے پر لے دیں، جس میں دریا کی سیر پر جاسکیں۔

پیا نے یوبان میں تین دن گزارے اور پھر بنکاک کیلئے روانہ ہو گیا۔ وہاں اس کا پانچ دن قیام رہا، وہیں اس کی ملاقات ایک دوست سے ہوئی، جو اخبار میں کام کرتا تھا۔ پیا نے اسے اپنے علاقے کے واقعات سنائے اور وعدہ کیا کہ واپس جا کر وہ اسے مزید واقعات لکھ بھیجے گا۔ گاؤں پہنچ کر پیا کارن کیرن سے ملا اور اسے بتایا کہ وہ اس کیلئے ایک اساطیری کہانی لایا ہے، جس کا وہ اکثر ذکر کرتا رہتا تھا۔ کارن کیرن بہت خوش ہوا، اس نے کہا کہ اس طرح کی کہانیوں میں نئی پود کیلئے بڑے سبق ہیں۔

شام کو پیا سائیکل پر نکل پھلا، پہلے ہیڈ ماسٹر کے ہاں گیا، جہاں وہ اس کیلئے اور اس کی بیوی کیلئے تحفے لایا تھا، وہاں سے مائی خام اور اس کی بیٹی ناپورم سے ملنے گیا، وہاں سے نکلنے ہی والا تھا کہ سمبات آ گیا، کہنے لگا میں انکل کمپا سے پیسے لینے آیا تھا، جو اس نے کئی مہینے پہلے دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اب کہہ رہا ہے کہ اس کی بیٹی بنکاک سے واپس آئی تو وہ اس کی رقم لوٹا دے گا۔ سمبات نے ایک لفافہ پڑا دیکھا تو ناپورم نے بتایا کہ پیا ہمارے لئے تحفے لایا ہے۔

سمبات نے مائی خام سے مخاطب ہوتے کہا کہ میں اپنے والدین سے کہوں گا کہ وہ آ کر نایورم کا ہاتھ مانگیں، میں زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتا۔

صبح ہوئی تو پیا جنگل میں چلا گیا، چند گھنٹوں میں وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں درخت کاٹ کر لاریوں میں رکھے جاتے تھے وہ ایک ایسی جگہ جا بیٹھا جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، اس نے کارکنوں کی کام کرتے ہوئے تصویریں بنانا شروع کر دیں وہ سارا ساز و سامان جو درخت کاٹنے اور لاریوں تک رکھنے میں استعمال ہوتا تھا فلم بند ہو گیا، پیا نے فلم مکمل کی اور جس راستے آیا تھا اسی سے واپس آ گیا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ یا نگ کارن اپنی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگل کاٹ رہا ہے اور اپنی مل کیلئے لکڑی پہنچا رہا ہے۔ پیا نہیں جانتا تھا کہ محکمہ جنگلات کے لوگ اس ناجائز کارروائی سے واقف ہیں یا نہیں یا جانتے بوجھتے ہوئے چشم پوشی کر رہے ہیں۔ وہ سنتا تو آیا تھا کہ اس طرح کی ناجائز کارروائی ہوتی آرہی ہے، لیکن اس نے خود پہلی مرتبہ اس کا مشاہدہ کیا تھا۔ وہ استاد اور ملک کے شہری ہونے کے ناطے اپنی ذمہ داری سے آگاہ تھا، اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ قانون شکنی کرنے اور ملک کے مفاد کو نقصان پہنچانے والوں کو ضرور بے نقاب کرے گا اور اکیلے ہی یہ جنگ لڑے گا۔

اس نے فلم دھلائی، اچھے پرنٹ چنے اور اپنے صحافی دوست کو ڈاک کے ذریعے بھیج دیئے، اس میں اس نے اپنا نام پتہ نہیں لکھا، بس اتنا بتایا کہ اس علاقے کے جنگل میں کس بے دردی سے درخت کاٹے جا رہے ہیں اور ملکی خزانے کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔

سکول کھلنے سے وہ تین روز پہلے پیا ریڈنگ روم میں دیہاتیوں سے اخباروں میں چھپنے والی خبروں کے بارے میں باتیں کر رہا تھا، وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس نے جو تصویریں بھیجی تھیں چھپی ہیں یا نہیں۔ چھپی ہیں تو کس انداز سے؟

ایک دیہاتی پیا کو دیکھ کر بولا، میں اخبار اس لئے دیکھتا ہوں کہ پتہ چلے آج کون قتل ہوا، کہاں ڈاکہ پڑا، کس کی بے حرمتی ہوئی، ملک کو کہاں، کہاں کتنا نقصان پہنچایا گیا۔

پیا اسے دیکھ کر مسکرایا اور کہا کہ اخبار آنے لگے ہیں تو ان سب باتوں کا پتہ چلتا ہے، جب اخبار نہیں تھے تو ہم اپنے اڑوس پڑوس کے بارے نہیں جانتے تھے۔ اخباروں نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں، ہم محسوس کرنے لگے ہیں کہ ہم ایک بڑی دنیا میں رہتے ہیں، پہلے سے

کہیں بڑی دنیا میں۔ کیا بنکاک کی سبھی عورتیں اتنے چھوٹے ٹرور پہنتی ہیں؟

نیا مکان مون دریا کے کنارے ایک خوبصورت باغ میں بنایا گیا تھا۔ اس کے برآمدے سے دریا کا منظر بے حد خوبصورت تھا لیکن گھر کا مالک بینک کارن اس سے لاتعلقی اپنے ملازموں پر حکم چلا رہا تھا تم نے دیکھا کہ مجھے جیل لیجانے کی تدبیر ہو رہی ہے۔ میں ہی نہیں تم سب تباہ ہو جاؤ گے۔ یہ اخبار دیکھو اس میں جو تصویریں چھپی ہیں اور ان کے ساتھ جو تحریر ہے دیکھو اور پڑھو میں نے تمام اخبار خریدنے کی کوشش کی ہے لیکن کچھ نہ کچھ تو بچ گئے ہوں گے۔ رشوت کی روک تھام کے محکمے کے کارندے میری ٹوہ میں ہوں گے۔ یہ تصویریں آخر بھیجی کس نے ہیں؟ جاؤ معلوم کرو مقامی نامہ نگار ہے یا کوئی اور؟

سکول کھلا تو ڈانگ ڈانے پیا کو ایک پرانا اخبار دیتے ہوئے کہا تم نے یہ اخبار دیکھا؟ پیا نے پوچھا اس میں کیا لکھا تھا ”یوبان میں جنگل کو بری طرح کاٹا اور تباہ کیا جا رہا ہے اور اس میں علاقے کے بااثر شخص کا ہاتھ ہے“ پیا نے اخبار پڑھا اور تصویروں کو غور سے دیکھا۔ ڈانگ ڈانے کہا کہ علاقے کا بااثر شخص تو بینک کارن ہی ہو سکتا ہے۔ ہیڈ ماسٹر نے اخبار دیکھا اور کہا کہ گاؤں بھر میں اس کے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں یہ حرکت کس نے کی ہے۔ مجھے فٹ کا خیال آتا ہے کہ کہیں یہ حماقت اس سے سرزد نہ ہوئی ہو۔ پیا نے کہا کہ اس میں بینک کارن یا کسی دوسرے کا کوئی ذکر نہیں۔

گورنر نے میز پر بڑی سی فائل پر سے نظریں اٹھائیں اور اندر داخل ہوتے ہوئے شخص کو دیکھ کر کہا ”آؤ بینک کارن بیٹھو اس نے تسلیمات بجالانے کے انداز میں ہاتھ اٹھائے اور سر جھکایا اور پھر صوفے پر بیٹھ گیا۔ گورنر نے کہا کہ جنگل کے کاٹے جانے کی خبر پر مجھے سخت تشویش ہے۔ بنکاک سے ایک تحقیقاتی ٹیم آ رہی ہے۔ حکومت نے جنگل کی تباہی کا سختی سے نوٹس لیا ہے۔ تصویر میں جو لاری نظر آ رہی ہے اس پر یوبان علاقے کی نمبر پلیٹ صاف دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے صحیح کہا ہے صوبے کے منتظم اعلیٰ کی حیثیت میں آپ نے باریک بینی کا ثبوت دیا ہے۔ بنکاک سے جو لوگ تحقیق کیلئے آ رہے ہیں ان سے معاملہ کر لوں گا، آپ فکر نہ کریں۔ آپ کیلئے کوئی مشکل پیدا نہیں ہوگی۔

گورنر بولا ”اخبار میں جو کچھ چھپا ہے وہ مجھ پر گھبراہٹ کرنے کیلئے کافی ہے۔ اس میں

کتنی صداقت ہے؟ وزارت مجھے ضرور پوچھے گی۔

پیانے جو تصویریں کھینچی تھیں ویسی تصویریں پہلے بھی اخباروں میں چھپتی رہی ہیں، لیکن پیا کیلئے ان کی بڑی اہمیت تھی، کوئی نہیں جانتا تھا کہ تصویریں اس نے کھینچی اور اخبار کو بھجوائی تھیں۔ وہ اخبار کارن کیرن کے پاس لے گیا اور کہا کہ پڑھیں اس میں کیا چھپا ہے۔ وہ پڑھ کر مسکرایا اور بولا، یہ سب کچھ تمہارا کیا دھرا ہے، کیا ایسا نہیں؟ اگر واقعی تم نے کیا ہے تو میں اسے اچھا ہی کہوں گا، لیکن تم احتیاط سے کام لینا، ان لوگوں کے بڑے لمبے ہاتھ ہیں وہ کچھ بھی کر گزر سکتے ہیں، تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو میں تمہاری مدد کروں گا۔

☆☆☆.....

باب 22

لنگ کارن نے اپنا سگریٹ ایشرے میں بجھاتے ہوئے السا نگ سے کہا کہ تم نے کچھ معلوم کیا، اس نے جواب دیا ابھی نہیں، میں نے کم و بیش سبھی رپورٹروں سے بات کی ہے لیکن پتہ نہیں چلا کہ وہ خبر کس نے دی ہے۔ سبھی رپورٹر مجھ سے ہر ماہ لفافے لیتے ہیں۔ انہیں کہو کہ وہ پتہ کر کے بتائیں کہ اس خبر کے چھپنے میں کس کا ہاتھ ہے، اگر ان سے کچھ معلوم نہ ہو سکے تو پھر گاؤں میں جا کر لوگوں سے پوچھو، اگر تم کوئی نتیجہ برآمد نہ کر سکو تو مجھے تمہیں نوکری سے فارغ کرنا ہوگا۔

اسی روز السا نگ اور دو گن مین گاؤں پہنچے۔ وہ مینگ کارن کے مخبروں اور لگے لپٹوں سے ملے، ان میں تھٹ اور سمبات بھی شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ جس نے جنگل جا کر تصویریں اتاریں یا تو اسی گاؤں کا رہنے والا یا یہاں سے گزر کر جانے والا ہے۔ السا نگ نے کہا کہ مجھے تحقیقات کرنا نہیں آتا، البتہ میں قتل کرنے میں مہارت رکھتا ہوں۔ تصویر بنانے والے کا پتہ چل جائے تو اس سے نمٹنا میرا کام ہے۔

سمبات وہاں سے نکلا تو نایورم کے ہاں گیا، کچھ دیر وہاں بیٹھا اور پھر فوٹو گرافر کے پاس پہنچا، وہاں سے اسے کچھ حاصل نہ ہوا، فوٹو گرافر نے کہا کہ اسے کچھ پتہ نہیں، سمبات نے سوچا کہ شہر چلنا چاہئے اور وہاں کے فوٹو گرافروں سے پوچھ تاچھ کرنی چاہئے، لیکن وہاں چھوٹے بڑے بیسیوں فوٹو گرافر ہیں، کس کس کو کتنا معاوضہ دینے کا کہہ کر معلوم کیا جائے گا کہ تصویر کس نے اتاری ہے، وہ گھر واپس چلا گیا۔ وہ سوچتا رہا کہ آخر کون سے فوٹو گرافر نے یہ تصویریں اتاریں اور اخبار میں چھپوائیں۔

شام ہو گئی تھی، درختوں پر جھینگر بولنے لگے تھے، پیا اپنے جھونپڑے کے باہر برآمدے میں

بیٹھا سوچ رہا تھا کہ سال ختم ہونے کو آ گیا ہے، اسے بھی یہاں آئے سال ہو گیا ہے۔ اس دوران وہ کئی لوگوں سے ملا ہے، کئی طرح کے حالات اسے پیش آئے ہیں، اس نے دکھ درد، غریبی، جہالت، کم ظرفی کے مظاہر دیکھے ہیں، جس سکول میں اس کی تعیناتی ہوئی تھی، اس کی عمارت ہی نہیں تھی۔ ہیڈ ماسٹر کو لڑکے پڑھانے سے زیادہ جوا کھیلنے میں دلچسپی تھی۔ امیر تاجر جنہوں نے پورے ماحول کو خراب کر کے رکھ دیا تھا، جو لوگوں کو کھلے بندوں لوٹتے تھے، ہر کوئی ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھا۔ آپا دھاپی کا عالم تھا، جس میں ہر کسی کو بس اپنا پیٹ بھرنے کی فکر تھی۔

پیانے خود اپنے کئے پر نظر دوڑائی، اس نے سکول اور طالب علموں کیلئے کئی مفید کام کئے، کئی کاموں کی تحریک کی اور ایک اچھے ذمہ دار اور ذہین استاد کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، بچے اس سے محبت کرتے تھے۔ گاؤں کے لوگ اسے فرض شناس استاد سمجھتے اور اس کی عزت کرتے، اب اس نے ایک نئی مہم شروع کی تھی، یہ حادثے کے طور پر شروع ہوئی۔ وہ اس میں زیادہ شرکت کا متنی نہیں تھا لیکن جانتا تھا کہ اخبار میں تصویریں چھپ جانے سے مہم اپنے انجام کو نہیں پہنچے گی۔ بینک کارن سخت غضبناک تھا، اس نے اپنے آدمی یہ معلوم کرنے کیلئے بھیجے تھے کہ اس کے خلاف بھڑکانے والا کون ہے؟ پیا، سیاستدانوں اور حکام کو احساس دلانا چاہتا تھا کہ جنگل کو کس بے دردی سے کاٹا اور لوٹا جا رہا ہے۔ اسے نتائج کی پروا نہیں تھی۔

پیانے سیانگ کو آتے دیکھا، اس نے ایک ٹوکری اٹھا رکھی تھی، پیانے اس سے پوچھا اس ٹوکری میں کیا ہے، سیانگ نے بتایا کہ ماں نے تمہارے لئے کچھ کھانے کیلئے بھیجا ہے۔ اس کی خوشبو سونگھ کر پیا کے منہ میں پانی آ گیا، اس نے سیانگ سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے لیکن اس نے بتایا کہ وہ کھانا کھا کر آیا ہے؟ وہ پیا کیلئے سبزیاں لانے کیلئے باہر بھاگ گیا اور پھر انہیں دھو کر پیا کے سامنے رکھ دیں۔

سیانگ گھر جانے کیلئے اٹھا تو پیانے اسے اس کی ماں کیلئے ایک لفافے میں خشک کیلے دیئے۔ سیانگ گھر پہنچا تو اسے سمبات مل، وہ موٹر سائیکل کو ایک طرف کھڑا کر کے اس کے پاس آیا اور پوچھا لفافے میں کیا ہے۔ سیانگ نے بتایا کہ اس میں خشک کیلے ہیں، پیانے ماں کیلئے بھیجے ہیں، سمبات نے لفافے پر نوٹو گرافر کا اشتہار چھپا دیکھا، جس میں کہا گیا تھا کہ ہر طرح کی

فلیمیں دھلانے اور پرنٹ کرانے کیلئے اس کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔ سمبات نے نایورم سے مائی خام سے پوچھا کہ کیا اس نے کھانا کھا لیا ہے؟ وہ ان کیلئے گوشت لایا ہے۔ نایورم پکا دے تو ہم سب کھالیں گے۔

سیانگ کے جانے کے بعد پیا نے کھانا کھایا اور چہل قدمی کیلئے باہر نکل گیا۔ وہ سکول کی پرانی اور نئی عمارت کے پاس سے گزرا، کارن کیرن کے مکان تک جا پہنچا، جہاں سے موسیقی کی مدھرتائیں آ رہی تھیں، وہ ہیڈ ماسٹر کے گھر پہنچا اور دعا سلام کرتا آگے نکل گیا۔ اس نے ڈانگ ڈا کو پکارا کہ کیا سو گئی ہو؟ اگر نہیں تو باہر نکل کر دیکھو کیا اچھا منظر ہے۔ ڈانگ ڈا نے اس کی آواز سنی تو اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی اور پیا سے کہا کہ آؤ اندر آؤ میں نے تمہارے لئے کیک بنا کر رکھا ہے کھاؤ کمرے میں نہیں باہر بیٹھتے ہیں۔ چاندنی چھٹکی ہوئی ہے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ کیا اچھا ہوتا تم اپنی گٹار لے آتے۔

ہیڈ ماسٹر کہاں ہے ”پیا نے پوچھا“ ڈانگ ڈا نے کہا ”مجھے پتہ نہیں“ میں سوچتی ہوں کہ کسی بڑے شہر میں رہنے والے چاندنی رات سے اس طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتے جیسے ہم چھوٹے سے گاؤں میں رہنے والے ہوتے ہیں جب سوچتی ہوں تو تبادلہ کرانے کا خیال ذہن سے نکل جاتا ہے۔

کیا تم سچ کہہ رہی ہو پیا نے اپنی خوشی کو چھپاتے ہوئے پوچھا اور کہا کہ دیہات میں رہنے والے استادوں کو اپنی خوشی کیلئے کام کرنا پڑتا ہے کام سے ہی انہیں خوشی ملتی ہے۔ ڈانگ ڈا بولی پیا تمہیں جتنا مزہ کام کرنے میں آتا ہے کسی اور میں نہیں آتا، بعض اوقات یوں محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے سینے میں دل نہیں۔

پیا نے کہا ”دل ہے لیکن پتہ نہیں چلتا کہ کسے بتاؤں کہ اس میں کیا ہے۔“ ڈانگ ڈا دو طشتریوں میں بیٹھا لے آئی اور کہنے لگی کہ یہ کیلے سے بنا ہے میں تمہارے لئے بھیجنا چاہتی تھی کہ یہ سوچ کر کہ شاید تمہارے پاس کوئی محبوب شاگرد ہو میں خاموش رہی، پیا ہنسا اور بولا کوئی بھی یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لاؤ پلیٹ میری طرف بڑھاؤ کچھ پتہ نہیں تمہاری نیت بدل جائے اور میں اسے کھانے سے رہ جاؤں۔ تم ٹھہرو اچھی باتیں کرو ورنہ تمہیں بیٹھا نہیں ملے گا۔

دونوں کی گپ شپ چلتی رہی رات گئے پیا گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کا گھر ایک بار پھر لوٹا اور تاراج کیا گیا ہے اس کی چیزوں کو ادھر ادھر پھینک دیا گیا ہے اچھی طرح تلاشی لی گئی ہے لیکن کوئی چیز نہیں لے جائی گئی، سب کچھ وہی تھا۔ وہ اپنے ہمسائے کارن کیرن کے پاس جا کر بتانا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتی ہے، لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا اور بستر میں جا کر سو گیا۔

ینگ کارن نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ”گورنر اور پولیس کے سربراہ سارا الزام مجھ پر ہی دھر رہے ہیں، وہ اخبار میں چھپنے والی خبر اور تصویروں کے بارے میں حد درجہ حساس ہیں کہ انہیں کچھ اور سوچتا ہی نہیں، اس سے کہیں اہم معاملات ہیں جن پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے لیکن نہیں، وہ بد معاش رپورٹر کون تھا جس نے ہمارے لئے یہ آفت کھڑی کر دی ہے۔

ایک آدمی بولا ”حکومت نے جنگلات کے تحفظ کے معاملہ کو بڑی سنجیدگی سے لیا ہے، تمام صوبوں میں ایسے لوگوں پر نگاہ رکھی جا رہی ہے جن کے بارے میں شک ہے کہ وہ لکڑی کے بیوپاریوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ معاملہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اخباری رپورٹ میں کسی کا نام تو نہیں آیا، اس لئے فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

میں فکر مند نہیں، جب دن رات اپنے آپ کو برا بھلا کہتے سنتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ایک مرسیڈیز کا ریشوت کے طور پر دیکر ان کا منہ بند کر دوں، شاید اس طرح کچھ سکون مل جائے۔

ایک شخص نے کہا کہ اخباری نمائندوں کا کیا ہے وہ سب ایک ہی طرح کے ہیں، انہیں چپ کرانے کیلئے پیسے دیتے رہو، جب نہیں دو گے تو وہ پھر سے بھونکنے لگیں گے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اخبار میں جو کچھ چھپا اس میں اخباری نمائندوں کا کوئی عمل دخل نہیں، یہ کسی اور کی کارستانی ہے۔

تصویریں سرحد کے بالکل قریب جا کر لی گئی ہیں۔ یہ باہر کا آدمی نہیں لے سکتا۔ دیکھنا چاہئے کہ کہیں کوئی ہمارا آدمی ہی تو نہیں جس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔

اتنے میں ایک آدمی اندر آیا اور کہنے لگا کہ سمبات ملنے کیلئے آیا ہے۔

”کس کام سے آیا ہے“

”میں نے پوچھا نہیں“

”جاؤ اور پوچھ کر آؤ“

”وہ اخبار میں چھپنے والی خبر اور تصویروں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔“

”اسے فوراً اندر لے آؤ۔“

ینگ کارن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ کیا اطلاع لایا ہے، سمبات نے کہا کہ میں اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

”نہیں نہیں تم مطمئن رہو یہ سب اپنے ہی آدمی ہیں جو کچھ کہنا چاہو بے تکلفی سے کہو۔“

اس نے بتایا کہ اسے شک ہے کہ یہ سب کچھ پیا نے کیا ہے پہلے میں نے سوچا کہ دیہاتیوں کے پاس کیمرہ کہاں اگلے روز جب پیا باہر گیا ہوا تھا، میں نے اس کے گھر کی تلاشی لی وہاں کیمرہ بھی تھا اور وہ کس بھی جس میں فلم آتی ہے۔ کوئی تصویر نہیں تھی۔

اس کی نگرانی ہونی چاہئے، لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ کسی قسم کی کوئی بد مزگی نہ ہونے پائے، جب یقین ہو گیا کہ یہ کارستانی اس کی ہے تو پھر دیکھیں گے۔

پیا نے گاؤں کے کھیا سے شکایت نہ کی کہ اس کے گھر کی تلاشی لی گئی ہے اس نے تو ہیڈ ماسٹر اور ڈانگ ڈانگ سے ذکر نہ کیا، اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ سمبات نے اس کے جھونپڑے میں نقب لگائی اور تلاشی لی۔ پیا نے تصویریں چھپ جانے کے بعد عام قارئین کی طرف سے مختلف اخباروں کے مدیروں کے نام خط بھیجنے شروع کئے جن میں جنگلات کی دولت کے لوٹے جانے کے بارے میں استفسارات ہوتے اور حکومت سے مطالبہ کہ قومی مفاد کو نقصان پہنچانے والوں کو گرفتار کیا جانا چاہئے۔

اس ضمن میں یہ باتیں بھی منظر پر آئیں کہ لکڑی کا کاروبار کرنے والے لوگوں کے اغوا اور قتل تک میں ملوث ہیں، لیکن ان سے پوچھنا چھ نہیں کی جاتی، پیا نے اپنی آنکھوں سے جنگل کٹنا اور لوگوں کو دردناک سزا ملتی دیکھی تھی۔

سمبات نے گاؤں آنا معمول بنا لیا، وہ لوگوں سے جو باتیں سنتا، ینگ کارن کو جاسناتا، آگے سے وہ اخبار میں چھپنے والے خطوں کا قصہ لے بیٹھتا اور کہتا کہ اس کے لکھنے والا گاؤں کے معاملات سے اچھی طرح واقف ہے جو کچھ ہوتا ہے اس کا اسے علم ہے۔ سب دوستوں میں بیٹھ کر جنگلوں کے بارے میں باتیں کرتا ہے، کہتا ہے جنگلوں کے سبب سے بارش برتی ہے، اس طرح کی اور باتیں جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ جنگلوں میں دلچسپی لینے لگا ہے۔

اگلے مہینے تک خاصی بارش ہوئی، زمین گیلی ہو گئی، نیا سبزہ اگ آیا پیا سبزے اور پھولوں کو

دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا، اسی اثنا میں سکول کے سامنے ایک ٹرک آ کر رکا، اس میں گیلیاں لدی ہوئی تھیں، وہ ان کا تفصیل سے معائنہ کرنا چاہتا تھا، لیکن ریت اور مٹی نے انہیں پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ پیا اپنے جھونپڑے میں جا کر کیمرہ نکال لایا، لیکن ڈرتا تھا کہ کوئی اسے تصویریں بنانا نہ دیکھ لے، لیکن ٹرک شام تک کھڑا رہا تو اسے تصویریں بنانے کا موقع مل جائے گا۔ وہ اپنی نئی سرگرمیوں پر اس درجہ پر جوش تھا کہ یہ بھول گیا کہ اس کی مسلسل نگرانی کی جا رہی ہے۔

دوپہر ہو گئی، ٹرک مرمت کرنے کوئی نہیں آیا، پیا کھانے کیلئے گھر گیا، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور بجلی چمک رہی تھی، شام کے آٹھ بج گئے، بارش رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی، بجلی بھی وقفے وقفے سے چمک جاتی، وہ کیمرہ لے کر ٹرک سے تھوڑے فاصلے پر جا کھڑا ہوا، اس نے کیمرے کا بٹن دبایا، فلیش ہوئی اور ساتھ ہی آواز آئی ”جانے نہ دینا“ پکڑو، پکڑو۔ وہ ڈر کے بھاگ کھڑا ہوا، سب سے پہلے اس نے اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا، پھر کارن کیرن کی طرف ہولیا، اس نے کارن کیرن سے کہا وہ مجھے پکڑنے آرہے ہیں، مجھے آج رات اپنے ہاں پنا دے دو، کارن کیرن نے پوچھا کیا بات ہے تم اتنی تیزی سے کیوں بھاگ رہے ہو؟ کیا شیر اور ہاتھی تمہارا پیچھا کر رہے ہیں؟ ”میں سکول کے پاس کھڑے ٹرک پر لدی لکڑی کی تصویر بنانے گیا تھا کہ وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔“

کارن کیرن نے کہا ڈرو مت، رات یہی رک جاؤ اگر کسی نے کوئی شرارت کی تو میں نمٹ لوں گا۔

تھٹ، کا کارٹ اور سمبات کے جب پیا ہاتھ نہ آیا تو وہ اس کے جھونپڑے میں پہنچے، جو خالی پڑا تھا اسے تالہ بھی نہیں لگا ہوا تھا، انہوں نے اس کی پھر تلاشی لینا شروع کر دی، سمبات نے کہا ”پیا بھی موجود نہیں، کیمرہ بھی نہیں، صرف فلم کی خالی ڈبی پڑی ہے۔“ اس نے ڈبی کاغذ کے ٹکڑے میں لپیٹی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اکٹھے شہر چلیں گے اور بینک کارن سے ملیں گے، وہ یقیناً ہمیں انعام دے گا۔

.....☆☆☆.....

باب 23

ہنگ کارن نے اپنے گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ ”گورنر اور پولیس کے سربراہ سارا الزام مجھ پر ہی دھر رہے ہیں وہ اخبار میں چھپنے والی خبر اور تصویروں کے بارے میں حد درجہ حساس ہیں کہ انہیں کچھ اور سوچنا ہی نہیں اس سے کہیں اہم معاملات ہیں جن پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے لیکن نہیں وہ بد معاش رپورٹر کون تھا جس نے ہمارے لئے یہ آفت کھڑی کر دی ہے۔

ایک آدمی بولا ”حکومت نے جنگلات کے تحفظ کے معاملہ کو بڑی سنجیدگی سے لیا ہے تمام صوبوں میں ایسے لوگوں پر نگاہ رکھی جا رہی ہے جن کے بارے میں شک ہے کہ وہ لکڑی کے بیوپاریوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ معاملہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اخباری رپورٹ میں کسی کا نام تو نہیں آیا اس لئے فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

میں فکر مند نہیں جب دن رات اپنے آپ کو برا بھلا کہتے سنتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ ایک مریڈیز کار رشوت کے طور پر دیگر ان کا منہ بند کر دوں شاید اس طرح کچھ سکون مل جائے۔

ایک شخص نے کہا کہ اخباری نمائندوں کا کیا ہے وہ سب ایک ہی طرح کے ہیں انہیں چپ کرانے کیلئے پیسے دیتے رہو جب نہیں دو گے تو وہ پھر سے بھونکنے لگیں گے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اخبار میں جو کچھ چھپا اس میں اخباری نمائندوں کا کوئی عمل دخل نہیں یہ کسی اور کی کارستانی ہے۔

تصویریں سرحد کے بالکل قریب جا کر لی گئی ہیں۔ یہ باہر کا آدمی نہیں لے سکتا۔ دیکھنا چاہئے کہ کہیں کوئی ہمارا آدمی ہی تو نہیں جس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔

اتنے میں ایک آدمی اندر آیا اور کہنے لگا کہ سمبات ملنے کیلئے آیا ہے۔

”کس کام سے آیا ہے۔“

”میں نے پوچھا نہیں۔“

”جاؤ اور پوچھ کر آؤ۔“

”وہ اخبار میں چھپنے والی خبر اور تصویروں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔“

”اسے فوراً اندر لے آؤ۔“

ینگ کارن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ کیا اطلاع لایا ہے، سمبات نے کہا کہ میں اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

”نہیں نہیں تم مطمئن رہو یہ سب اپنے ہی آدمی ہیں جو کچھ کہنا چاہو بے تکلفی سے کہو۔“

اس نے بتایا کہ اسے شک ہے کہ یہ سب کچھ پیا نے کیا ہے پہلے میں نے سوچا کہ دیہاتیوں کے پاس کیمرہ کہاں اگلے روز جب پیا باہر گیا ہوا تھا، میں نے اس کے گھر کی تلاشی لی وہاں کیمرہ بھی تھا اور وہ کس بھی جس میں فلم آتی ہے۔ کوئی تصویر نہیں تھی۔

اس کی نگرانی ہونی چاہئے، لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ کسی قسم کی کوئی بد مزگی نہ ہونے پائے، جب یقین ہو گیا کہ یہ کارستانی اس کی ہے تو پھر دیکھیں گے۔

پیا نے گاؤں کے کھیا سے شکایت نہ کی کہ اس کے گھر کی تلاشی لی گئی ہے اس نے تو ہیڈ ماسٹر اور ڈانگ ڈانگ سے ذکر نہ کیا، اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ سمبات نے اس کے جھونپڑے میں نقب لگائی اور تلاشی لی۔ پیا نے تصویریں چھپ جانے کے بعد عام قارئین کی طرف سے مختلف اخباروں کے مدیروں کے نام خط بھیجنے شروع کئے جن میں جنگلات کی دولت کے لوٹے جانے کے بارے میں استفسارات ہوتے اور حکومت سے مطالبہ کہ قومی مفاد کو نقصان پہنچانے والوں کو گرفتار کیا جانا چاہئے۔

اس ضمن میں یہ باتیں بھی منظر پر آئیں کہ لکڑی کا کاروبار کرنے والے لوگوں کے اغوا اور قتل تک میں ملوث ہیں، لیکن ان سے پوچھنا چھ نہیں کی جاتی، پیا نے اپنی آنکھوں سے جنگل کٹنا اور لوگوں کو دردناک سزا ملتی دیکھی تھی۔

سمبات نے گاؤں آنا معمول بنا لیا، وہ لوگوں سے جو باتیں سنتا، ینگ کارن کو جاسناتا، آگے سے وہ اخبار میں چھپنے والے خطوں کا قصہ لے بیٹھتا اور کہتا کہ اس کے لکھنے والا گاؤں کے معاملات سے اچھی طرح واقف ہے جو کچھ ہوتا ہے اس کا اسے علم ہے۔ سب دوستوں میں بیٹھ کر جنگلوں کے بارے میں باتیں کرتا ہے، کہتا ہے جنگلوں کے سبب سے بارش برتی ہے، اس طرح کی اور باتیں جس سے ظاہر ہوتا کہ وہ جنگلوں میں دلچسپی لینے لگا ہے۔

اگلے مہینے تک خاصی بارش ہوئی، زمین گیلی ہو گئی، نیا سبزہ اگ آیا پیا سبزے اور پھولوں کو

دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا، اسی اثنا میں سکول کے سامنے ایک ٹرک آ کر رکا، اس میں گیلیاں لدی ہوئی تھیں، وہ ان کا تفصیل سے معائنہ کرنا چاہتا تھا، لیکن ریت اور مٹی نے انہیں پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا۔ پیا اپنے جھونپڑے میں جا کر کیمرہ نکال لایا، لیکن ڈرتا تھا کہ کوئی اسے تصویریں بنانا نہ دیکھ لے، لیکن ٹرک شام تک کھڑا رہا تو اسے تصویریں بنانے کا موقع مل جائے گا۔ وہ اپنی نئی سرگرمیوں پر اس درجہ پر جوش تھا کہ یہ بھول گیا کہ اس کی مسلسل نگرانی کی جا رہی ہے۔

دوپہر ہو گئی، ٹرک مرمت کرنے کوئی نہیں آیا، پیا کھانے کیلئے گھر گیا، ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی اور بجلی چمک رہی تھی، شام کے آٹھ بج گئے، بارش رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی، بجلی بھی وقفے وقفے سے چمک جاتی، وہ کیمرہ لے کر ٹرک سے تھوڑے فاصلے پر جا کھڑا ہوا، اس نے کیمرے کا بٹن دبایا، فلش ہوئی اور ساتھ ہی آواز آئی ”جانے نہ دینا“ پکڑو، پکڑو۔ وہ ڈر کے بھاگ کھڑا ہوا، سب سے پہلے اس نے اپنے گھر جانے کا ارادہ کیا، پھر کارن کیرن کی طرف ہولیا، اس نے کارن کیرن سے کہا وہ مجھے پکڑنے آرہے ہیں، مجھے آج رات اپنے ہاں پنا دے دو، کارن کیرن نے پوچھا کیا بات ہے تم اتنی تیزی سے کیوں بھاگ رہے ہو؟ کیا شیر اور ہاتھی تمہارا پیچھا کر رہے ہیں؟ ”میں سکول کے پاس کھڑے ٹرک پر لدی لکڑی کی تصویر بنانے گیا تھا کہ وہ لوگ میرے پیچھے لگ گئے۔“

کارن کیرن نے کہا ڈرو مت، رات یہی رک جاؤ اگر کسی نے کوئی شرارت کی تو میں نمٹ لوں گا۔

تھٹ، کا کارٹ اور سمبات کے جب پیا ہاتھ نہ آیا تو وہ اس کے جھونپڑے میں پہنچے، جو خالی پڑا تھا اسے تالہ بھی نہیں لگا ہوا تھا، انہوں نے اس کی پھر تلاشی لینا شروع کر دی، سمبات نے کہا ”پیا بھی موجود نہیں، کیمرہ بھی نہیں، صرف فلم کی خالی ڈبی پڑی ہے۔“ اس نے ڈبی کا غد کے ٹکڑے میں لپیٹی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اکٹھے شہر چلیں گے اور بینک کارن سے ملیں گے، وہ یقیناً ہمیں انعام دے گا۔

باب 24

سمبات نے ینگ کارن کے سامنے فلم کی خالی ڈبی رکھتے ہوئے کہا کہ ہم تینوں پیا کی نگرانی کر رہے تھے ہم نے ٹرک کو یہ کہہ کر سکول کے پاس کھڑا کیا تھا کہ اس میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ رات کو جب پیا کیمرہ لایا اور ٹرک میں پڑی گیلیوں کی تصویر بنانے لگا تو ہم نے اسے لاکاراً وہ بھاگ کھڑا ہوا، ہم نے اس کا پیچھا کیا لیکن اسے پکڑ نہیں سکے۔ ہمیں یقین ہے کہ تصویریں چھپوانے کا وہی ذمہ دار ہے۔

اس کا یہاں سے تبادلہ کر دینا چاہئے ہم تو صرف اسے ڈرا دھمکا ہی سکتے ہیں (لیکن یہ اس کے افسروں کے پاس جا کر نہیں کہہ سکتا کہ اس کا تبادلہ کر دیا جائے۔

ینگ کارن نے کہا کہ اس نے سمبات کو دو ہزار سکے دیئے اور کہا کہ آپس میں بانٹ لیں۔ سڑک کی حالت بہتر ہوگئی تھی۔ اس لیے اس پر ٹریفک بھی بڑھ گئی تھی۔ گاڑیاں آسانی سے آ جاسکتی تھیں۔ ہر طرح کا سامان بیچا جاتا تھا۔ نقد بھی اور قسطوں پر بھی، کئی بار فلمیں دکھانے کا بھی انتظام کیا جاتا۔ سکول کے ساتھ کی گراؤنڈ میں پروجیکٹر رکھ لیا جاتا اور حکومت کے حق میں پراپیگنڈا فلمیں دکھائی جاتیں۔

لوگوں کی دلچسپی کی مار دھاڑ سے بھرپور فلمیں بھی دکھائی دی جاتیں۔

اس رات جب فلم ختم ہوئی تو سینگ کورن کا ایک معاون اٹھا اس نے مائیکروفون پکڑا اور تماشائیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ آپ نے فلم دیکھی، خوش ہوئے، مجھے اس موقع پر آپ سے کچھ کہنا ہے کہ ہم سب مل جل کر ہنسی خوشی رہتے آئے ہیں۔ ہر کوئی اپنے حال میں مست اور اپنے کام میں مگن کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہیں، کسی کا کسی پر کوئی اعتراض نہیں ایسے ہی میں یہاں دو استاد آئے ایک پیا دوسرا فسٹ خیال تھا کہ وہ اپنے کام سے کام رکھیں گے۔ لڑکوں

لڑکیوں کو پڑھائیں گے ان کے کردار کی تعمیر کریں گے۔ ان کے اخلاق سدھاریں گے لیکن انہوں نے ہر معاملے میں دخل اندازی شروع کر دی اور یوں لوگوں کیلئے مشکلات پیدا ہونے لگیں۔ حالات اس درجہ خراب ہونے کی وجہ سے فسط کا تبادلہ دور دراز کے علاقے میں کرانا پڑا۔ پیا لوگوں سے ان کے نہیں اپنے فائدے کے کام کرانے لگا۔

ہیڈ ماسٹر اس کے عزائم سے واقف تھا لیکن اسے باز رکھنے سے قاصر تھا۔ پیا بہت گہرا شخص ہے۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ وہ کمیونسٹ ہے۔ کمیونسٹوں نے اسے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ وہ دیہاتیوں میں بے چینی اور بگاڑ پیدا کریں۔ اس نے اس کیلئے اب تک جتنے بھی حیلے اختیار کئے ہیں وہ ہیں جو کمیونسٹ اختیار کیا کرتے ہیں۔ اس نے اب تک کیا کیا ہے؟ وہ ہمارے بچوں سے کام لیتا رہا ہے۔ سبزیاں اگانے میں ان سے مدد لیتا رہا ہے۔ مرغیاں پالتا رہا ہے۔ سکول کی نئی عمارت کی تعمیر کو اپنے کھاتے میں ڈالتا رہا ہے۔ اس نے اگر کچھ کیا ہے تو یہ کہ سکول کیلئے آنے والی لکڑی کو وہ اپنے گھر کی تعمیر میں استعمال کرتا رہا ہے۔ اس نے میز اور کرسیاں بنوائیں اور اپنے آرام و آسائش کا سامان کیا۔ ایسے شخص کو یہاں نہیں رہنے دینا چاہئے اسے یہاں سے نکال باہر کرنا چاہئے۔

پیا اور ڈانگ ڈانے یہ سب کچھ دیکھا اور سنا تو وہ وہاں سے چلے گئے۔ وہ سیدھے کارن کیرن کے گھر گئے انہیں وہاں بھی آواز آ رہی تھی۔

پیا کے جرائم گنوائے جا رہے تھے نو جوانوں کی ایک ٹولی نے اپنے مزے میں بھنگ پڑتی دیکھی تو انہوں نے سپیکر کو چپ کرا دیا۔ کچھ لوگ مقرر کے ساتھ چل دیئے وہ پیا کے خلاف باتیں کرتے جا رہے تھے۔ کچھ لوگ پیا کے حافی بھی تھے۔ کچھ غیر جانبدار بھی۔ وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ کارن کیرن کے گھر ڈانگ ڈا بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس نے پیا کا بازو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

کارن کیرن نے پیا سے پوچھا تم نے ان لوگوں کا کیا بگاڑا؟ تم مجھے کیوں نہیں بتاتے۔ ڈرو نہیں۔ گراؤنڈ سے آوازیں آ رہی تھیں، ”پیا کہاں ہے؟ وہ بے گناہ ہے تو سامنے آئے نہیں آتا تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ کمیونسٹ ہے۔

کارن کیرن نے جلدی سے کپڑے بدلے اور کہا کہ تم دونوں یہیں رہنا میں جا کر گاؤں کے کھیا سے ملتا ہوں اور معلوم کرتا ہوں کہ بات کیا ہے؟ تم جتنی بھادو باہر کچھ لوگ ایک پک

اپ میں بیٹھے، گلیوں کا چکر لگا رہے تھے ان کا ایک ہی نعرہ تھا کہ پیا کو گاؤں سے نکال دو۔
ڈانگ ڈا، بدستور کپکپا رہی تھی وہ پیا کے ساتھ چٹٹی ہوئی تھی اور بار بار پوچھ رہی تھی کہ
آخر تم نے کیا کیا ہے؟ اگر وہ یہاں آ گئے تو پھر کیا ہوگا؟

”جو ہونا ہے ہو جانے دو، ڈرو نہیں، میں نے جو کچھ کیا ہے، گاؤں کے بھلے میں کیا ہے۔
اگر مجھے موت بھی آگئی تو خوشی سے مروں گا، تمہارا ساتھ ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔ ڈانگ
ڈا کانپ رہی تھی دونوں خاموش تھے لیکن ان کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے اور سانس
تیز چل رہی تھی۔

کارن کیرن نے گاؤں کے کھیا سے کہا کہ وہ گھنٹہ بجائے۔ معاملہ کیا ہے؟ کیا ہوا ہے؟
کھیا تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

تم نے گولیاں چلتی نہیں سنیں؟ لاؤ ڈسٹیکر پر آوازیں بلند ہوتی نہیں سنیں؟ مجھے میں پتہ ہے
وہ کون ہیں وہ پیا کو یہاں سے بھگا دینا چاہتے ہیں۔ گھنٹہ بجائے اور گاؤں والوں کو اکٹھا کر دو کہ وہ
آئیں اور پیا کا بچاؤ کریں۔ ممکن ہے تو کسی کو بھیج کر پولیس کو بلاؤ۔ اگر یہ سب کچھ ہوتا رہا تو ہمارا
معاشرہ ہماری سلامتی، ہمارا امن و سکون سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ کارن کیرن نے خود ہتھوڑا اٹھایا
اور گھنٹہ بجانا شروع کر دیا۔ لوگ کھیا کے گھر جمع ہونے لگے۔ ہیڈ ماسٹر نے پیا اور ڈانگ ڈا کو ادھر
ادھر دیکھا جب وہ نظر نہ آئے تو اس نے سوچا کہ وہ سکول میں جا کر چھپ گئے ہوں گے۔

کارن کیرن نے برآمدے میں کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا۔ میں اس گاؤں کا رہنے والا
ہوں یہیں پیدا ہوا ہوں یہیں پلا بڑھا یہیں مروں گا، میں نے پرامن زندگی بسر کی ہے۔ میں
نے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی۔ آپ سے مخاطب ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔

لوگ خاموش تھے، انہیں احساس تھا کہ بولنے والا اہم شخص ہے اس کی بات سن لینی چاہئے۔
اور میں آج وہ بات کہنا چاہتا ہوں جو برسوں سے نہیں کی۔ آپ سب جانتے ہیں کہ
گاؤں میں آج کیا ہوا ہے؟ چند لوگوں نے ہمیں سکول کے ٹیچر پیا کے خلاف اشتعال دلانے
کی کوشش کی ہے اور اسے سکول سے نکال باہر کرنے کیلئے طاقت استعمال کرنے پر اکسایا ہے۔
میں نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے غلط ہے
انہیں کسی کی پشت پناہی حاصل ہے۔ یہ دیکھے اور سوچے بغیر ہمیں ان کو روکنا چاہئے۔ بہنوں

اور بھائیو جن کے سینوں میں حساس دل ہے اور جو انسانیت نواز ہیں۔ پیا کے بارے میں سوچیں، وہ ایک اچھا آدمی ہے۔ اس نے ہر ایک سے اچھائی کی ہے۔ سکول بنوانے میں سرگرم حصہ لیا ہے۔ بچے اس سے پیار کرتے ہیں اس لیے اس میں ایک اچھے استاد کی سب خوبیاں موجود ہیں۔ وہ شائستگی، اعتماد، صبر و تحمل اور ذہانت کا نمونہ ہے۔ ہمارے گاؤں اور معاشرے کو ایسے ہی لوگ چاہئیں لیکن اس کی خواہشیں اور مقاصد ان لوگوں کے مفاد سے متصادم ہیں جو صاحب اقتدار ہیں جو اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ مجھے ان کا نام لینے پر مجبور نہ کریں۔ پیا خطرے میں ہے۔ اس لیے کہ بڑے لوگ اس سے ناراض ہو گئے ہیں۔

دوسرے گاؤں کے رہنے والے پیا کو جس نے ہماری ترقی کیلئے اتنا کچھ کیا ہے، ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں؟ پیچھے اندھیرے سے آواز آئی۔ ”پیا، اس وقت کہاں ہے۔“ کارن کیرن نے کہا کہ جو پیا سے محبت کرتا ہے، وہ میرے ساتھ آئے، یہ کہہ کر وہ سیڑھیاں اتر گیا۔ مرد عورتیں بچے جلوس کی شکل میں اس کے پیچھے چل دیے۔ گھر پہنچ کر کارن کیرن سیڑھیاں چڑھا اور پیا اور ڈانگ ڈا کا نام لے کر پکارا۔ ”باہر آؤ، ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھو کون آیا ہے؟ پیا اور ڈانگ ڈا دونوں ایک ساتھ باہر آئے۔ پیا حوصلے میں تھا لیکن ڈانگ ڈا ابھی تک ڈری ہوئی تھی۔ لیکن وہ اپنے ڈر کو بڑی حد تک چھپانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ پیا برآمدے میں آگے بڑھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں آپ سب کا شکر گزار ہوں۔ اتنے میں گولی چلنے کی آواز آئی۔ کارن کیرن منہ کے بل گر پڑے تھے۔ سب چیخ رہے تھے، یہی سمجھا گیا کہ گولی پیا پر چلائی گئی ہے۔ ڈانگ ڈا نے بھی یہی سمجھا، وہ چیختی چلاتی پیا سے لپٹ گئی۔

بہت جلد سب کو احساس ہو گیا کہ گولی کارن کیرن کو لگی ہے۔ اس کا کندھا زخمی ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے۔ کس کو پتہ نہیں تھا کہ گولی کا ہدف کون تھا؟ پیا یا کارن کیرن؟ پیا نے کہا کہ کارن کیرن مجھے بچانے آئے ہیں، میں ان کا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ ہیڈ ماسٹر، دوڑا آیا، ڈانگ ڈا، پیا، کارن کیرن یہ سب کچھ کیا ہوا ہے؟ کوئی جائے پانی لائے، کوئی دوا لائے۔

باب 25

ڈانگ ڈانے پیا سے کہا کہ تمہارا یہاں ٹھہرنا خطرناک ہے، تم کچھ عرصے کیلئے کہیں اور چلے جاؤ۔

پیانے کہا کہ میں یہیں رہوں گا اور آخر دم تک ان سے لڑوں گا۔
ڈانگ ڈانے کہا کہ تم یوہان میں میرے گھر جا کر رہ سکتے ہو، میں تمہاری چھٹی کی درخواست لکھ دوں گی۔

”پیا تم جاؤ، رخصت کی فکر نہ کرو، تمہارے مخالفوں کا غصہ ختم ہو جائے تو تم واپس آ جانا۔
ہیڈ ماسٹر نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

پیانے کارن کیرن کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کارن کیرن نے بھی یہی رائے دی تھی کہ پیا کو کچھ عرصے کیلئے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔

صبح سے پہلے پیا اپنے سائیکل پر روانہ ہوا۔ ریڈنگ روم کی دیکھ بھال پر مامور سوم ملک اس کے ساتھ تھا۔ ڈانگ ڈانے اور کارن کیرن نے ہاتھ ہلا کر اسے الوداع کہا۔ قصبے میں پہنچ کر اس نے سائیکل اپنے ایک واقف کے پاس چھوڑی اور یوہان جانے کیلئے بس پکڑ لی۔ اس نے ڈانگ ڈانے سے اتفاق کیا تھا کہ اگر کوئی پیغام ہوا تو وہ اس کے گھر چھوڑ دے گا۔ وہ خود آ کر لے جایا کرے گی۔

سمبات، ینگ کارن کے گھر بیٹھا تھا، وہ سخت مایوس تھا۔ اگلی رات جو کچھ ہوا تھا، وہ سب اس کا کیا دھرا تھا، اس کی تمام تر ذمہ داری اس کی تھی۔ بہت ہو چکا، مجھے نہیں پتہ تھا کہ بات اتنی بڑھ جائے گی اور معاملہ قتل تک پہنچ جائے گا جتنا کچھ ہو چکا کافی ہے میں اس سے زیادہ کرنے سے باز آیا۔

بینک کارن نے کہا کہ تم پر قاتلانہ حملے کا الزام ہے، تم بچ نہیں سکتے۔ اب تمہارے سامنے دو راستے ہیں ہمارا ساتھ دو یا اس کے عوض تمہیں پیسے ملیں گے اور تم من پسند شادی کے بعد اپنا گھر بسا سکو گے یا پیسے کے بغیر ڈر اور خوف کی فضا میں زندگی بسر کرو۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ کارن کیرن پر تم نے گولی چلائی تھی۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم چاہتے ہو کہ میں اسے قتل کر دوں۔“

بینک کارن نے کچھ کہے بغیر نوٹوں کا بنڈل نکال کر اس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

”میں یہ کام السانگ سے بھی کر سکتا ہوں، لیکن وہ اسے اچھی طرح پہچانتا نہیں۔ اس نے کسی اور پر گولی چلا دی تو نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ تم یہ دس ہزار لے لو، کام کر لو گے تو تمہیں اور پیسے مل جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ بیڈروم میں چلا گیا اور نئے اجرتی قاتل کو فیصلہ کرنے کیلئے تنہا چھوڑ دیا۔

ناپورم کو پیا سے ہمدردی تھی، وہ ہر روز سمبات کی موجودگی میں اس کا اظہار کرتی تھی۔ اسے علم نہیں تھا کہ سمبات (جس سے وہ محبت کرتی ہے) اجرتی قاتل ہے اور ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے جس کی وہ پوجا کرتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگ پیا کی تمام تر اچھائیوں کے باوجود اس سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ کیسا زمانہ آ گیا ہے کہ کوئی انصاف نہیں رہا۔ کوئی کس کیلئے ممنونیت کے جذبات نہیں رکھتا۔

تم اسے چاہتی ہو تو اس کے پاس کیوں نہیں چلی جاتی

وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟ ڈرپوک کہیں کا۔

سام بت نے پیا کے بارے میں معلوم کرنے کیلئے کہ وہ کہاں ہے ہر حربہ آزما کے دیکھ لیا۔ اس نے پیا کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکا تو بینک کارن اس کے جرائم کی سزا دلانے گا۔

سمبات کو ایک تو پیسے کا لالچ تھا، دوسرے وہ ایک ایسے شخص کو راستے سے ہٹا دینا چاہتا تھا کہ وہ اپنا رقیب سمجھتا تھا۔

سمبات عام سا آدمی تھی۔ اس نے کبھی کسی کو قتل کرنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ کئی بار وہ حیران ہوتا کہ وہ پیا کو کیوں قتل کرے گا۔ اس نے تو کبھی کسی جانور تک کو ہلاک نہیں کیا تھا، اس

نے میگ کاران کے گن میں السا نگ سے کہا کہ مجھے اس الجھن سے نجات دلاؤ۔
میں سارے پیسے تمہیں دیتا ہوں، تم پیا کو قتل کر دو لیکن کسی کو بتانا نہیں کہ یہ قتل تم نے کیا
ہے؟ میگ کارن کو بھی نہیں۔
”لیکن وہ ہے کہاں؟“
مجھے علم نہیں، ممکن ہے بینکاک بھاگ گیا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ واپس ضرور آئے گا۔
اسے اپنے سکول سے محبت ہے۔
تم میگ کارن سے چھٹی لے لو اور وہاں جا رہو۔
السا نگ نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں نے بھی مدت ہوئی کوئی قتل نہیں کیا۔
میں بیزار ہوں میں قتل کی مشق جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ سمبات نے جس طرح سوچا تھا،
ویسا ہی ہونے لگا۔

ڈانگ ڈانے پیا کو خط لکھا۔

پیارے پیا: میں تمہاری فرقت میں بے چین ہوں۔ یہاں حالات ٹھیک ہیں، بچے
تمہارے یہاں نہ ہونے کی بڑی شکایت کرتے ہیں، ہر کوئی تمہاری یاد میں گم دکھائی دیتا ہے
بچے پڑھنے پڑھیان نہیں دیتے۔

آپ کی فرقت زدہ

ڈانگ ڈا

پیا: یوبان میں ڈانگ ڈا کے گھر گیا تو اسے یہ خط ملا، اس نے پڑھا سیدھا راہب خانے
گیا۔ راہب کو ادب سے سلام کیا اور رخصت چاہی۔ پھر بس پکڑی اور اپنے سکول کیلئے روانہ
ہو گیا۔ راستے میں اس نے سوچا کہ دوسری صبح کو اس وقت سکول پہنچنا چاہئے جب سکول کھلتا
ہے وہ قصبے میں ٹھہر گیا۔ صبح کو سائیکل پر سکول کیلئے روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے طالب علموں اور ساتھی
استانی کے بارے میں سوچتا جا رہا تھا۔

راستے میں اس کی ملاقات سمبات سے ہو گئی۔ چند لمحے دونوں میں بات چیت ہوئی، پھر
پیانے اپنی راہ لی، سمبات واپس ہو گیا۔ بہانہ یہ تھا کہ وہ کوئی چیز بھول آیا ہے۔ پیا کو کسی قسم کے
خطرے کا کوئی احساس نہیں تھا۔

وہ گاؤں میں سے گزر کر سکول کی طرف کی چڑھائی چڑھ رہا تھا کہ دوسری جنگ
عالمگیر کے زمانے کی رائفل سے گولی چلی اور نوجوان استاد کی چھاتی میں پیوست ہو گئی۔
پیاز مین پر گر پڑا اس کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔
ڈانگ ڈانے گولی چلنے کی آواز سنی تو وہ اچھل پڑی۔ یوں لگتا تھا جیسے جانتی ہو کہ کیا ہوا
ہے؟ طلبہ کلاسوں سے نکل کر اس طرف بھاگے جہاں پیاز خون میں لت پت پڑا تھا۔ بچے اور
استاد خطرے سے بے نیاز پیا کی جانب دوڑے جا رہے تھے۔
ڈانگ ڈانے میت کو سینے سے لگا لیا تھا وہ بار بار کہہ رہی تھی کہ پیاز تم مجھے چھوڑ گئے ہو۔
سب بچے چپ چاپ مبہوت کھڑے تھے جیسے کسی نے ان پر جادو کر دیا ہو اس دوران سہانگ
پکارا پیاز مر گئے اب ہمیں کون پڑھائے گا۔
میں پڑھاؤں گی میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔
نوجوان خاتون نے میت کو اس طرح ہاتھوں میں سمیٹ رکھا تھا جیسے کوئی بچی اپنی پیاری
گڑیا کو ہاتھوں میں اٹھائے رکھتی ہے۔
ڈانگ ڈانچوں میں گھری سوچ رہی تھی کہ پیاز جیسے شخص کو کسی نے کیوں گولی ماری کیوں
قتل کیا؟

.....☆☆☆.....

